نوائے
افغان جہاد
ذو الحجہ ۱۴۴۰ھ / محرم ۱۴۴۱ھ
اگست / ستمبر ۲۰۱۹ء
بانی مُدیر: حافِظ طیّب نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ
”اگر ہمارا پیغام
تم (امریکیوں) تک الفاظ کے ذریعے
پہنچ سکتا ہوتا،
تو ہمیں اسے جہازوں کے ذریعے
نہ بھجوانا پڑتا!“
محسنِ اُمت
شیخ اُسامہ بِن لادِن
رحمۃ اللہ علیہ

امیر المؤمنین حضرت **ابو بکر صدیق** رضی الله عنه کی
حضرت **عمرو بن عاص** رضی الله عنه کو نصیحتیں

خداوند تعالیٰ سے ظاہر و باطن میں ڈرتے رہنا، خلوت میں اللہ سے شرم کرنا کیونکہ وہ تمہارے اعمال ہمیشہ سے دیکھتے رہتے ہیں۔ تم یہ خود جانتے ہو کہ میں نے تمہیں تم سے بہتر اور بزرگ و باعزت لوگوں پر حاکم مقرر کیا ہے۔ آخرت کے لیے کام کرو، اپنے اعمال سے اپنے مولا یعنی باری تعالیٰ کو خوش رکھو۔ جب کسی کو کوئی سزا دو تو زیادہ سختی نہ کرنا۔ اتنی مہلت اور ڈھیل بھی نہ دینا کہ خود تم پر ہی دلیر اور شیر ہو جائیں۔ جب تک ممکن ہو کسی کو درے نہ لگانا کیونکہ خوف ہے کہ وہ بھاگ کر دشمن سے جا ملے اور تمہارے مقابلے پر اس کو کمک پہنچا دے۔ ساتھیوں کو اس بات کی تاکید کرنا کہ وہ کسی کام میں غلو اور زیادتی نہ کریں اور اگر کریں تو انہیں اس کی سزا دینا، جس وقت اپنے ساتھیوں کو نصیحت کرو تو مختصر نصیحت کرنا۔ اپنے نفس کی اصلاح کرنا تاکہ تمہاری رعایا کی اصلاح رہے۔ جس وقت دشمن سے مقابلہ ہو جائے تو صبر کرنا، استقلال رکھنا، پیچھے نہ ہٹنا تاکہ تمہاری بزدلی اور ضعف و عاجزی نہ ظاہر ہو۔ قرآن شریف کے پڑھنے کی ساتھیوں کو تاکید رکھنا کہ بالالتزام پڑھیں۔ دنیا کی زیب و زینت سے اعراض کرنا حتیٰ کہ تم ان لوگوں سے جو تم سے پہلے حالتِ فقر میں انتقال کر چکے ہیں، جا ملو۔ جن کی مدح و تعریف قرآن شریف میں موجود ہے ایسے لوگوں میں اپنے آپ کو شریک کرنا۔ باری تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ ○

”اور ان سب کو ہم نے پیشوا بنایا جو ہمارے حکم سے لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے، اور ہم نے وحی کے ذریعے انہیں نیکیاں کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی تاکید کی تھی، اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے۔“

بس اب خداوند تعالیٰ کی برکت اور مدد کے ساتھ رخصت ہو جاؤ، میں تمہیں خداوند تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ اللہ کے راستہ میں جہاد کرو، کافروں سے لڑو، جو شخص خداوند تعالیٰ سے مدد طلب کرتا ہے اس کی باری تعالیٰ ضرور مدد فرماتے ہیں۔

(فتوح الشام)

نوائے افغان جہاد

جلد نمبر ۱۲، شمارہ نمبر ۸

ذوالحجہ ۱۴۴۰ھ / محرم ۱۴۴۱ھ　　اگست / ستمبر ۲۰۱۹ء

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کون سے اعمال جنت کے قریب کرنے والے ہیں (جنت میں پہنچانے والے)؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''نماز اپنے وقت پر پڑھنا''، میں نے عرض کیا اس کے بعد، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اللہ کے راستے میں جہاد کرنا''۔ (صحیح مسلم)

اس شمارے میں

بانی مدیر، حافظ طیب نواز شہید رحمہ اللہ نفاذِ شریعت کی مبارک محنت اور دعوتِ جہاد میں سرگرمِ عمل تھے کہ انہیں پاکستان کی خفیہ ایجنسیوں نے اسی جرم کے سبب اولاً گرفتار و لاپتہ کیا اور بعد ازاں ایک جعلی مقابلے میں شہید کر دیا۔

تجاویز، تبصروں اور تحریروں کے لیے اس برقی پتے (Email) پر رابطہ کیجیے: editor@nawaiafghan.com

www.nawaiafghan.com

twitter.com/nawaiafghan

@nawaiafghan1

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے

قارئینِ کرام!

عصرِ حاضر کی سب سے بڑی صلیبی جنگ جاری ہے۔ اس میں ابلاغ کی تمام سہولیات اور اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کے تمام ذرائع، نظامِ کفر اور اس کے پیروؤں کے زیرِ تسلط ہیں۔ ان کے تجزیوں اور تبصروں سے اکثر اوقات مخلص مسلمانوں میں مایوسی اور ابہام پھیلتا ہے، اس کا سدِ باب کرنے کی ایک کوشش کا نام 'نوائے افغان جہاد' ہے۔

نوائے افغان جہاد:

- اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کفر سے معرکہ آرا مجاہدین فی سبیل اللہ کا موقف مخلصین اور محبّینِ مجاہدین تک پہنچاتا ہے۔
- عالمی جہاد کی تفصیلات، خبریں اور محاذوں کی صورتِ حال آپ تک پہنچانے کی کوشش ہے۔
- امریکہ اور اس کے حواریوں کے منصوبوں کو طشت از بام کرنے، اُن کی شکست کے احوال بیان کرنے اور اُن کی سازشوں کو بے نقاب کرنے کی ایک سعی ہے۔

اس لیے......اسے بہتر سے بہترین بنانے اور دوسروں تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ دیجیے!

کشمیر کا ذرّہ ذرّہ ہے... اسلام تیرے متوالوں کا!

9/11... دنیا کے فرعونِ جدید امریکہ کے عسکری مرکز پینٹاگون اور معاشی مرکز ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے زمیں بوس ہونے کا دن۔ تاریخِ انسانی کا وہ عظیم واقعہ، جس نے جدید دنیا کی تاریخ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اہلِ مغرب اور ان کے پس پردہ یہود، جو من مانی تاریخ لکھتے اور رائج ہی نہ کرتے تھے بلکہ مستقبل کی تاریخ و واقعات کو مسخر کرنے کے بھی دعوے دار تھے، 9/11 کے حملوں کے بعد مجبور ہو گئے کہ دنیا کے حالات و واقعات اور تاریخ کو اس عینک سے دیکھیں جسے وہ Pre-9/11 اور Post-9/11[1] کہتے ہیں۔

9/11 کا وہ دن جس کے بعد طلوع ہونے والا ہر سورج اہلِ اسلام کی عظمتِ رفتہ کی بحالی اور اہلِ کفر کی ذلتِ ماضی کے لوٹ آنے کا پیغام لیے ہوئے ہے۔ 9/11 کا وہ بابرکت منصوبہ جو امت کے عبقری دماغوں شیخ اسامہ بن لادن، خالد شیخ محمد اور ان کے مجاہد ساتھیوں کے ذہنوں کی تخلیق تھا... جس کے نتیجے میں بدمست امریکی ہاتھی اپنے چالیس سے زائد حواریوں کے ہمراہ اپنی فصیلِ پناہ سے چنگھاڑتا ہوا نکلا۔ اس ہاتھی کے شکار کو اللہ کی نصرت کے سہارے مجاہدین اپنی کچھاروں میں پہلے سے بیٹھے تھے۔ کچھ ایسے 'کاغذی شیر' بھی تھے جو ہاتھی کے شور و غوغے کو سنتے ہی، ایک فون کال پر ڈھیر ہو گئے۔ اس کاغذی شیر[2] اور اس کے ساتھ موجود لگڑوں بگڑوں نے امارتِ اسلامیہ افغانستان کا سودا کیا، اور یہ 'کارگل کا بہادر بھگوڑا' جو پہلے صبح و شام Kashmir Struggle کی مالا جپتا تھا بالکل بکری ثابت ہوا اور جہادِ کشمیر کو فوراً سے بھی پہلے دہشت گردی قرار دیا۔

نتیجتاً و حقیقتاً اس ہاتھی نے اپنے ہی مفادات کو تاراج کیا... اپنے پیروں تلے اپنی ہی فوج و عوام کو روندا اور آج یہ سونڈ کٹا ہاتھی اٹھارہ سال کے کوڑے اور فیلی نشتروں کے نتیجے میں نیم مرگ کی حالت میں اپنی امریکی فصیلِ پناہ میں داخل ہونے کے راستے ڈھونڈ رہا ہے۔ چالیس حواریوں میں سے بعض کی معیشتیں روندی گئیں تو بعض فرنٹ لائن اتحادیوں کے لیے سانس لینا بھی دشوار ہو رہا ہے۔

اسی 9/11 کے واقعے نے بہت سے پیمانے بدلے۔ وفا کے وعدے غداریوں میں بدلے گئے اور اس بدمست امریکی ہاتھی کے نئے نویلے فرنٹ لائن اتحادی نے جدوجہدِ آزادیٔ کشمیر کی پیٹھ میں چھرا گھونپا۔ اپنے ہی 'محسنوں' کا لگایا یہ زخم بہت گہرا تھا، لیکن اس کے نتیجے میں اس جدوجہد کے وجود سے پاکستانی انٹیلی جنس اداروں کا کردار ختم ہوتا رہا۔ یوں اپنے پیروں، اپنی سوچ اور دینی و جہادی مفاد میں کیے اپنے فیصلوں کے بل بوتے پر کھڑے ہونے کا عزم پیدا ہوا۔

جدوجہدِ آزادیٔ کشمیر کے اس زخم کو مندمل ہوتے ہوتے ایک دہائی سے زیادہ کا عرصہ لگا۔ لیکن اس بدنِ آزادی میں اس بار جو تازہ خون قلب و جگر نے بہم کیا تو وہ برہان الدین مظفر وانی کی صدائے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ اور ذاکر موسیٰ کی 'شریعت یا شہادت' اور 'کشمیر بنے گا دار الاسلام' کی عملی کوشش کے نتیجے میں ایک عوامی جہادی تحریک کی صورت میں نظر آیا۔

پاکستانی انٹیلی جنس اداروں نے اپنے آقا، بدمست ہاتھی کے پڑوس سے جانے کو بھی دیکھا اور کشمیر، پاکستان، ہندوستان و بنگلہ دیش کے مستقبل کو بھی دیکھا اور یہ ادارے اس بات پر مزید پکے ہو گئے کہ جہادِ کشمیر کو مکمل طور پر تنہا کرنا ہی ان کے 'قومی' مفاد[3] میں ہے۔ تحریکِ جہاد کو جو تائید پاکستان کے اہلِ دین کی جانب سے حاصل تھی اور جو تاابد حاصل رہے گی... اس کو روکنے کے لیے 'پیغامِ پاکستان' کا ایک ردِ جہاد و ردِ نفاذِ اسلام پر مبنی قادیانی و غامدی بیانیہ پیش کیا اور گولی، دھونس اور دھمکی سے اس پر پہلے اکتیس (۳۱)، پھر اٹھارہ سو انتّیس (۱۸۲۹) اور پھر پانچ ہزار دستخط وصول کیے۔

---

[1] یعنی قبل از نائن الیون اور بعد از نائن الیون۔

[2] پرویز مشرف

[3] ہر ذی شعور جانتا ہے کہ ان کے یہاں 'قومی' مفاد ان کے بینک بیلنس، بین الاقوامی دورہ جات، ڈی ایچ اے اور بعد از ریٹائرمنٹ پر آسائش زندگیاں اور فرام ہاؤسز ہیں۔

ہندوستان میں بی جے پی کی ہنومان[4] پرستوں کی انتہا پسند و دہشت گرد حکومت نے دوبارہ اقتدار میں آتے ہی، سیکولر انڈیا کی قبا کو چاک کیا اور مودی نئی پالیسیوں کے ساتھ کشمیر پر، 370A کو ختم کرتے ہوئے قابض ہو گیا۔ امیت شاہ کشمیر کی خاطر جان دینے کی باتیں کرنے لگا، حالانکہ یہ وہ قوم ہے جو اہلِ ایمان کے حملے سے بھی قبل، نعرۂ تکبیر سے لرز کر بھاگ جاتی ہے۔

یوں چند روز کے ناٹکی اقدامات کے بعد کشمیر میں تاریخ کا بدترین لاک ڈاؤن اور کرفیو لگایا گیا۔ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت 'ہندوستان' کے حق میں عالَم جدید کے پانچ بدمعاش 'امریکہ، روس، چین، برطانیہ اور فرانس'، جنہیں سلامتیٔ دنیا سے کوئی غرض نہیں لیکن سلامتی کونسل کے مستقل ارکان ہیں، کا اجلاس طلب کیا گیا۔ یہ ارکان ہنومان کے پجاری کے پرانے دوست ہیں یا پھر ان کے مفادات ایک ہیں، اس لیے ان سے توقع کرنے کا مطلب ہے: 'ٹائیں ٹائیں فش'!

کشمیر کے اہلِ عزیمت نے اس تاریخی لاک ڈاؤن اور کرفیو کو اپنے نعروں، سنگ بازی، نصرتِ مجاہدین اور کلاشن کوف جیسے ہتھیاروں سے قوتِ ایمانی کے بل بوتے پر توڑ دیا ہے۔ ضرورت بس اس امر کی ہے کہ ہم ایک فیصلہ کر لیں... اور وہ فیصلہ یہ ہے کہ کیا ہم کشمیر خریدیں گے؟

ملک شہباز (Malcolm X) نے کسی جگہ کہا کہ 'اگر ہمیں آزادی چاہیے تو اس کی قیمت ادا کرنی ہو گی'۔ پوچھنے والے نے پوچھا 'جناب آپ کیسی قیمت کی بات کر رہے ہیں؟'۔ ملک شہباز بولے: 'The price of freedom is Death!'، یعنی 'آزادی کی قیمت موت ہے!'۔ یوں سمجھیے کہ 'آزادی موت کے لب چُوم کر حاصل کی جاتی ہے!'۔

اسلام کے متوالے اہلِ کشمیر نے یہ آزادی حاصل کرنے کا پکا فیصلہ کر لیا ہے۔ وہ اب کشمیر کو ہنومان کے پجاریوں اور پاکستانی خفیہ ایجنسیوں کی سازشوں سے بزورِ شمشیر آزادی دلا کر 'دار الاسلام' بنانے کی راہ پر گامزن ہیں۔ 9/11 نے جس تاریخ کا رخ موڑا تھا، اس تاریخ کا ایک بڑا اور فیصلہ کن میدان کشمیر ہے۔ فیصلہ بس ہم نے کرنا ہے۔ کیا ہم اہلِ کشمیر کے برِّصغیر اور پھر پوری دنیا کو 'اسلام کا گہوارہ' بنانے کے مشن میں ان کے ساتھ ہیں یا اپنے دیس کو بھی 'گہوارۂ اسلام' بنانے کے لیے ہم کشمیر کے اہلِ عزیمت کے منتظر رہیں گے؟

اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم و جعلنا منھم و اخذل من خذل الدین محمد صلی اللہ علیہ وسلم و لا تجعلنا منھم، آمین یا ربّ العالمین۔

اے ہمارے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی نصرت کرنے والوں کی نصرت فرما اور ہمیں ان میں سے کر دے... اور اے اللہ! اس کو رُسوا کر جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو رُسوا کرنے کی کوشش کرے اور ہمیں ان میں ہونے سے بچا لے، آمین یا ربّ العالمین۔

◆◆◆◆◆

سالِ رواں کے ماہِ جولائی کے آخر میں، مجلّہ 'نوائے افغان جہاد' کے مدیرِ مسئول کو پاکستانی خفیہ ایجنسیوں نے نفاذِ شریعت کی مبارک محنت اور دعوت و فروغِ جہاد کے جرم میں گرفتار کر کے لاپتہ کر دیا، انّاللہ و انّا الیہ راجعون۔ لیکن الحمدللہ بانی مدیر، حافظ طیب نواز شہید (رحمۃ اللہ علیہ) اور مدیر ثانی (فک اللہ اسرہ) جس راستے کے راہی تھے، اسی راستے کے دیگر راہیوں نے اس دعوت و جہاد کی کوشش کو آگے بڑھانے کا عزمِ مصمم کر رکھا ہے۔ جس قافلے سے یہ سب جڑے ہوئے ہیں تو اس قافلے کی تو شان ہی یہ ہے کہ ایک شہسوار گرتا ہے تو دوسرا اس کے علَم کو تھام لیتا ہے... دوسرا گرتا ہے تو تیسرا پہلے سے موجود ہوتا ہے۔

ع گر گر کے بار بار ہم، اٹھتے ہیں بار بار!

اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ ہمارے محبوب بھائی کو رہائی عطا فرمائیں اور مجلّہ 'نوائے افغان جہاد' کی اس نئی ادارتی ٹیم کو اس ذمہ داری سے عہدہ بر آ ہونے کی توفیق دیں، آمین یا ربّ العالمین۔
اللھم فک قید اسرانا و اسر المسلمین و المسلمات، آمین۔

◆◆◆◆◆

---

[4] ہنومان: ہندوؤں کا 'بندر' خدا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلقاعِدہ برِّصغیر

جماعت قاعدة الجهاد برّ صغير

پریس ریلیز:PR_104_AQS

تاریخ:24ذوالحجۃ1440ھ بمطابق25اگست2019ء

مجلّہ 'نوائے افغان جہاد' کا نئی ادارتی ٹیم کے تحت دوبارہ اجراء

ألحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه ومن والاه، أما بعد

تمام تعریفیں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہی کے لیے ہیں۔ مجلّہ 'نوائے افغان جہاد' کے مدیرِ ثانی کی پاکستانی خفیہ ایجنسیوں کے ہاتھوں گرفتاری[1] کے بعد الحمد للہ ایک بار پھر مجلّہ 'نوائے افغان جہاد' قابلِ قدر قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ مذکورہ داعی و مجاہد 'مدیر' کو جلد از جلد رہائی عطا فرمائیں اور مجلّے کی نئی ادارتی ٹیم کو اس کاوشِ دعوتِ جہاد کو پوری آب و تاب سے جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ سچ یہ ہے کہ زخم، گرفتاریاں، شہادتیں اور قدم قدم پر مشکلات قافلۂ اہلِ حق کا لازمہ ہیں، انہی آزمائشوں سے حق اور باطل کی تفریق و تمیز ہوتی ہے۔ یہ آزمائشیں ہم اہلِ ایمان کو یہ بھی سمجھاتی ہیں کہ حق اور دعوتِ حق افراد پر موقوف نہیں، بلکہ حق اس دعوتِ حق کے لیے خود افراد بہم کرتا ہے۔

مجلّہ 'نوائے افغان جہاد' کے قارئینِ ذی قدر، داعیان و مجاہدین چند نکات نوٹ فرمالیں:

- ان شاء اللہ، مجلّہ 'نوائے افغان جہاد' آئندہ جماعت قاعدۃ الجہاد کے رسمی صفحات برائے نشر[2] پر شائع ہوا کرے گا۔ علاوہ ازیں، مجلّے کی رسمی ویب سائٹ زیرِ تعمیر ہے۔ مجلّے کو آئندہ: www.nawaiafghan.com پر بھی ملاحظہ کیا جاسکے گا۔
- مجلّے سے وابستہ سابقہ تمام برقی پتے (ای میل)، ٹیلی گرام اکاؤنٹس و چینل (بشمول 'شبانِ شریعت') اور دیگر سوشل میڈیا اکاؤنٹس کی حیثیت کالعدم ہے۔
- آئندہ مجلّے کے مدیرِ مسئول سے رابطے کے لیے یا اپنی تحریرات، مشورے اور تبصرے بھجوانے کے لیے editor@nawaiafghan.com پر رابطہ کیا جائے۔ مجلّے سے سابقاً وابستہ تمام افراد سے گزارش ہے کہ وہ مذکورہ ای میل ایڈریس پر از سرِ نو رابطہ بنالیں۔
- مجلّے کے سوشل میڈیا پر درجِ ذیل رسمی اکاؤنٹس ہوں گے، اس کے علاوہ تمام اکاؤنٹس کی حیثیت جعلی ہے:
  - ٹوئٹر: www.twitter.com/nawaiafghan یا @nawaiafghan
  - ٹیلی گرام: www.t.me/nawaiafghan1 یا @nawaiafghan1

اللہ پاک اس منصوبۂ ابلاغِ حق و دعوتِ جہاد کو اپنی بارگاہ میں قبول و مقبول فرمالے اور اس کی حفاظت فرمائے، آمین یاربّ العالمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله ربّ العالمين۔ وصلى الله على نبينا محمد۔

[1] ملاحظہ ہو القاعدہ برِّصغیر کی پریس ریلیز (PR_103_AQS)۔

[2] حالیہ رسمی نشریاتی ویب سائٹ کا ایڈریس: www.alsahabmedia.net

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں دنیا کی حقیقت

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر نوّر اللہ مرقدہٗ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

فصلِ اوّل: کتاب الرقاق (دل کو نرم کرنے والی حدیثیں)

1 - عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ اَلصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو نعمتیں ہیں جن کے معاملے میں بہت سے لوگ (ان کی قدر کما حقہ نہ کرنے کے سبب) خسارہ اور نقصان میں ہیں: ایک صحت دوسری فراغ۔

تشریح: علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیہ موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ علماء نے اس حدیث کی وضاحت اس طرح کی ہے کہ انسان عبادت میں اسی وقت مشغول ہو سکتا ہے کہ جب وہ صحت مند ہو اور بقدرِ ضرورت رزقِ حلال ہو، کیوں کہ کبھی آدمی صحت مند ہوتا ہے مگر کسبِ معاش سے فرصت نہیں پاتا اور کبھی کسبِ معاش سے مستغنی ہوتا ہے لیکن صحت ٹھیک نہیں ہوتی، اور جس کو یہ دونوں نعمتیں حاصل ہوں اور پھر بھی کاہلی کے سبب عبادت میں مشغول نہ ہو تو یہ بڑے ہی خسارے اور نقصان میں ہے۔

پس از سی سال ایں معنیٰ محقق شد بہ خاقانی

کہ یک دم باخدا بودن بہ از ملکِ سلیمانی

حضرت خاقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تیس برس مجاہدات کے بعد یہ حقیقت معلوم ہوئی کہ ایک سانس حق تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہونا حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت سے افضل ہے۔ مظاہرِ حق میں ہے کہ علماء نے لکھا ہے:

اَلنِّعْمَةُ اِذَا فُقِدَتْ عُرِفَتْ

کوئی نعمت جب ہاتھ سے نکل جاتی ہے تو اس کی قدر و قیمت کا احساس ہوتا ہے۔

اسی طرح صحت اور فراغ کی نعمت کو بہت سے لوگ مفت کھو دیتے ہیں اور اس کی قدر ان کو اس وقت معلوم ہوتی ہے جب بیمار ہوتے ہیں یا کسی تشویش میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور حق تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ندامت نفع نہ دے گی:

ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ۝

یہی دن ہے ہار جیت کا یا سود و زیاں کا۔

اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہلِ جنّت کو جنّت میں کسی بات کی حسرت نہ ہو گی مگر حق تعالیٰ سے غفلت کے لمحات اور اوقات پر وہاں بھی حسرت ہو گی۔

2 - عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ ابْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ مَاالدُّنْيَافِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ اَحَدُكُمْ اِصْبَعَهٗ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَ يَرْجِعُ

ترجمہ: حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے: خدا کی قسم! دنیا آخرت کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے کہ کوئی شخص دریا میں انگلی ڈالے اور پھر دیکھے کہ انگلی کیا چیز لے کر واپس ہوئی (یعنی پانی کا کتنا حصہ انگلی میں لگا)؟

تشریح: یہ مثال محض سمجھانے کے لیے ہے کہ دنیا آخرت کے مقابلے میں کس قدر بے وقعت ہے۔ ورنہ حقیقت کے اعتبار سے دنیا کی اتنی بھی وقعت اور قیمت اور نسبت آخرت کے مقابلے میں نہیں ہے جتنا کہ انگلی کو دریا میں ڈال کر نکالنے کے بعد پانی کی تری کو دریا سے ہے۔ پس اس مثال کا مقصود تفہیم کو آسان کرنا ہے۔ ورنہ دنیا متناہی محدود کو آخرت غیر متناہی غیر محدود سے کیا نسبت؟ دنیا کی نعمت پر نہ مغرور ہو اور نہ یہاں کی تکلیف کا شکوہ کرے، اور کہے جیسا کہ فرمایا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اَللّٰهُمَّ لَاعَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ یہ کلمہ آپ نے دو مرتبہ فرمایا: ایک دفعہ یوم الاحزاب میں اور دوسری دفعہ حجۃ الوداع پر۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ نہیں ہے کوئی عیش مگر آخرت کا عیش۔

3- وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِجَدْيٍ اَسَكَّ مَيِّتٍ قَالَ اَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنَّ هٰذَا لَهٗ بِدِرْهَمٍ ، فَقَالُوْا:مَانُحِبُّ اَنَّهٗ لَنَابِشَيْءٍ، قَالَ: فَوَاللّٰهِ لَلدُّنْيَااَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذَا عَلَيْكُمْ

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بکری کے بچے کے پاس سے گزرے جس کے کان چھوٹے یا کٹے ہوئے تھے اور مرا ہوا تھا، ارشاد فرمایا: تم میں سے کون پسند کرتا ہے کہ اس کو ایک درہم کے عوض میں لے لے، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ ہم اس کو کسی چیز کے بدلے میں نہیں لینا چاہتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے خداوند تعالیٰ کی! یہ دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے جتنا کہ تمہاری نظر میں یہ بچہ بکری کا ذلیل ہے۔

تشریح: مقصود اس حدیث سے بے رغبت کرنا ہے دنیا سے اور راغب کرنا ہے آخرت کی طرف کیوں کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کا سر ہے اور ترکِ محبتِ دنیا ہر عبادت کا سر ہے۔ دنیا کا عاشق اگر دین کے کام میں بھی مشغول ہوتا ہے تو اس کی غرض فاسد ہوتی ہے اور دنیا سے بے رغبت اگر دنیا کے کام میں بھی لگتا ہے تو اس کی غرض آخرت ہوتی ہے۔ بعض عارفین نے کہا ہے کہ جس نے دوست رکھا دنیا کو اس کو کوئی مرشد ہدایت نہیں دے سکتا اور جس نے ترک کیا دنیا کی محبت کو اس کو کوئی مفسد اور گمراہ کرنے والا گمراہ نہیں کر سکتا۔

4- عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْکَافِرِ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنّت ہے۔

تشریح: مومن اگر مصائب اور بلاؤں میں مبتلا ہے تو اس کے لیے اس کی دنیا کا جنّت کی نعمتوں کے مقابلے میں قید خانہ ہونا واضح ہے اور اگر مومن دنیا کی نعمتوں اور عیش میں ہے تو جنّت کی ان نعمتوں کے مقابلے میں جن کو اس کی آنکھوں نے نہ کبھی دیکھا اور نہ کبھی سنا اور نہ اس کے دل میں اس کا خطرہ اور خیال گزرا پھر بھی وہ قید خانہ میں ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ حق تعالیٰ نے اہلِ جنّت کے لیے جو نعمتیں تیار کی ہیں لَاعَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ نہ کسی کی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کے کان نے سنا نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گزرا۔ اور کافر اگر بلاؤں اور مصیبتوں میں مبتلا ہے تب بھی یہ دنیا اس کی دوزخ کے مصائب کے مقابلے میں جنّت ہے اور اگر عیش میں ہے یعنی شہواتِ نفسانیہ کی تمام لذّتوں کو اڑا رہا ہے تب بھی دوزخ کی تکالیف کے مقابلے میں موت سے قبل یہ دنیا اس کی جنّت ہے۔ نیز یہ کہ مومن دنیا سے آخرت کی طرف خروج کی تمنا رکھتا ہے اور کافر دنیا میں خلود یعنی ہمیشہ رہنے کی تمنا کرتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی یہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنّت ہے۔ اور مقصود اس حدیثِ پاک کا یہ ہے کہ مومن کے نزدیک دنیا کی نعمتوں کی آخرت کے مقابلے میں کوئی وقعت نہیں ہوتی اگرچہ بظاہر کثیر اور جلیل القدر ہوں اور اس کی تمام تر فکر آخرت کی زندگی کے لیے وقف ہوتی ہے اور کافر آخرت کی زندگی کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نہیں ہے مگر صرف دنیا کی زندگی (لمعات)

5- عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ وَحُجِبَتِ الْجَنَّةُ بِالْمَکَارِهِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ اِلَّاعِنْدَ مُسْلِمٍ حُفَّتْ بَدَلَ حُجِبَتْ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: دوزخ ڈھانکی گئی ہے شہوات سے (یعنی دوزخ پر شہوتوں اور لذّتوں کے پردے پڑے ہوئے ہیں پس جو شخص شہوتِ نفسانی میں اپنے کو مبتلا کر دیتا ہے وہ دوزخ کا پردہ چاک کرتا ہے یعنی اس میں داخل ہو جاتا ہے) اور جنّت ڈھانکی گئی ہے سختیوں اور تکلیفوں سے (پس جو شخص اعمالِ صالحہ پر دوام اور گناہوں سے صبر کی تکلیف کو برداشت کرتا ہے وہ جنّت کے پردہ کو چاک کرتا ہے یعنی اس میں داخل ہو جاتا ہے) (بخاری و مسلم) اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ حُفَّتْ یعنی دوزخ کو شہوتوں سے اور جنّت کو تکلیفوں سے گھیر دیا گیا ہے۔

تشریح: خلاصۂ مفہوم حدیثِ مذکور کا یہ ہے کہ دوزخ تک کوئی شخص نہ پہنچے گا جب تک وہ شہوات کا یعنی گناہوں کا ارتکاب نہ کرے گا، اسی طرح کسی شخص کو جنّت تک رسائی نہ ہو گی جب تک کہ وہ عبادات کی اور معاصی سے حفاظت کی محنت نہ برداشت کرے گا، جو شخص جس حجاب کو چاک کرے گا وہ اس حجاب کے محجوب تک واصل ہو جاوے گا۔ فَمَنْ هَتَکَ الْحِجَابَ وَصَلَ اِلَى الْمَحْجُوْبِ جس نے پردہ پھاڑا وہ پردہ کے پیچھے والی شے سے ملا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اَلْعِلْمُ حِجَابُ اللّٰهِ علم پردہ ہے اللہ کا۔ اس کے معنیٰ کیا ہیں؟ یعنی اللہ تعالیٰ تک رسائی کے لیے علم حاصل کرنا ضروری ہے، جب علم تک رسائی ہو گی خدا کی معرفت عطا ہو گی۔ اس حدیث میں شہوت سے مراد خواہش حرام ہے جیسے شراب، زنا اور غیبت ہے اور جائز راحت میں حرج نہیں، مگر عیش کی زیادہ فکر و کاوش مانع قربِ ولایت ہے۔

6- وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَعِسَ عَبْدُ الدِّیْنَارِ وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ وَعَبْدُ الْخَمِیْصَةِ اِنْ اُعْطِیَ رَضِیَ وَاِنْ لَّمْ یُعْطَ سَخِطَ، تَعِسَ وَانْتَکَسَ وَاِذَا شِیْکَ فَلَاانْتُقِشَ، طُوْبٰى لِعَبْدٍ اٰخِذٍ بِعِنَانِ فَرَسِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَشْعَثَ رَأْسُهٗ مُغْبَرَّةٌ قَدَمَاهُ اِنْ کَانَ فِی الْحِرَاسَةِ کَانَ فِی الْحِرَاسَةِ وَاِنْ کَانَ فِی السَّاقَةِ کَانَ فِی السَّاقَةِ اِنِ اسْتَأْذَنَ لَمْ یُؤْذَنْ لَهٗ وَاِنْ شَفَعَ لَمْ یُشَفَّعْ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہلاک ہو دینار اور درہم اور چادر کا بندہ، اگر اس کو یہ چیزیں دی جائیں تو خوش ہو اور اگر نہ دی جائیں تو ناراض ہو۔ ایسا شخص ذلیل اور سرنگوں ہو جب اس کے کانٹا چبھے نہ نکالا جاوے۔ مبارک ہو وہ بندہ جو خدا کی راہ میں لڑنے کے لیے اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے کھڑا ہے اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور قدم غبار آلود ہیں اگر لشکر کی حفاظت پر مقرر کیا جاوے تو لشکر کی حفاظت کرتا ہے اور لشکر کے پیچھے رکھا جاتا ہے تو پوری اطاعت کے ساتھ لشکر کے پیچھے رہتا ہے، اگر لوگوں کی محفل میں شرکت کی اجازت چاہتا ہے تو شرکت کی اجازت نہیں دی جاتی اور اگر کسی کی سفارش کرتا ہے تو اس کی سفارش قبول نہیں کی جاتی، یعنی گم نام، بے نام ونشان ہونے کے سبب مخلوق ایسے بندے کو بے قدر سمجھتی ہے۔ تشریح: بندۂ دینار کا مطلب یہ ہے کہ مال کی مذموم دوستی جو آخرت سے غافل کر دے، اور اگر مال ہو لیکن اس کی محبت میں گرفتار نہ ہو تو مذموم نہیں۔ اور خاص دینار اور درہم جو فرمایا تو اس لیے کہ یہ نقد ہے جس سے نفس کی ہر بُری خواہش کو پورا کیا جا سکتا ہے۔ خَمِیْصَةٌ اس سیاہ چادر کو کہتے ہیں جس پر خطوط (دھاریاں) ہوں، اور خاص اس کو اس لیے ذکر فرمایا کہ اس سے رعونت اور تکبر اور ریا اور سمعہ پیدا ہوتا ہے۔ بندہ ہونا اس لیے ہے کہ کمالِ رغبت و محبت سے اس کی جدائی پر تحمل نہیں رکھتے تو گویا کہ اس کے غلام ہو چکے ہیں۔

7- وَعَنْ عَمْرِو ابْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَوَاللّٰهِ لَاالْفَقْرَ اَخْشٰى عَلَیْکُمْ وَلٰکِنْ اَخْشٰى عَلَیْکُمْ اَنْ تُبْسَطَ عَلَیْکُمُ الدُّنْیَا کَمَا بُسِطَتْ عَلٰى مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ فَتَنَافَسُوْهَا کَمَا تَنَافَسُوْهَا وَتُهْلِکَکُمْ کَمَا اَهْلَکَتْهُمْ

ترجمہ: حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کی قسم! میں تمہارے فقر وافلاس سے نہیں ڈرتا...... (بقیہ صفحہ نمبر ۳۸ پر)

مجاہد کا زادِ راہ

شیخ عبد اللہ عزّام شہید رحمۃ اللہ علیہ

باب دوم: آفات معاشروں کا فیصلہ چکا دیتی ہیں

اے اللہ کو اپنا ربّ ماننے والو!

اے اسلام کو دین کے طور پر تسلیم کرنے والو!

اے محمد ﷺ کو نبی اور رسول ماننے والو!

یاد رکھو کہ اللہ نے قرآنِ عظیم الشان میں کیا فرمایا ہے، فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَى أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَى أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ○ (سورۃ الحجرات: ۱۱)

"اے ایمان والو!

تم میں سے کوئی کسی کا مذاق نہ اڑائے شاید وہ (جس کا مذاق اڑایا جا رہا ہو) اس سے بہتر ہو۔

اسی طرح سے عورتیں بھی عورتوں کا مذاق نہ اڑائیں شاید وہ مذاق کا نشانہ بننے والیاں ان سے بہتر ہوں۔

ایک دوسرے میں عیب نہ نکالو!

اور ایک دوسرے کو برے اور بگڑے ہوئے ناموں سے نہ پکارو۔ ایمان لانے کے بعد فسق و فجور میں نام پیدا کرنا بہت بُری بات ہے۔

جو لوگ توبہ نہ کریں گے تو وہی ظالم لوگ ہوں گے"

یہ سورۃ الحجرات اسلام کے معاشرتی نظام کا ایک بنیادی ستون ہے۔ اسلام کے معاشرتی نظام، خاندان کی استواری، زیارت کے آداب اور لباس وغیرہ کا ڈھنگ قسم کی چیزیں صرف تین صورتوں سے لی گئی ہیں یعنی سورۃ الحجرات سے، سورۂ نور سے اور سورۂ احزاب سے۔

یہ سورۃ (حجرات) اپنے تمام تر اختصار کے باوجود اللہ کے میزان میں بڑی بھاری ہے۔ اسی طرح اِس کا انسانی کردار کی تشکیل میں بھی بڑا ہاتھ ہے۔ یہ وہ اسلامی کردار پیدا کرنے والی سورت ہے جن کا مجموعہ ایک خوبصورت اسلامی معاشرے کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ کوئی انسانی معاشرہ خواہ وہ جاہلیت کی بنیادوں پر کھڑا ہو یا اسلامی اصولوں کی مضبوط بنیاد پر قائم ہو، جب تک اس خوبصورت نظام میں بیان کردہ اصولوں پر نہ چلے گا، معاشرہ ہو ہی نہیں سکتا۔ کسی معاشرے کا معاشرہ ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ کی قائم کردہ اس میزان پر پورا اترے اور ان آیات پر عمل پیرا ہو جو دنیا اور آخرت کو محیط ہیں۔

معاشرہ انسانوں سے تشکیل پاتا ہے جب تک انسانوں کے درمیان مضبوط رشتے اور رابطے قائم نہیں ہوں گے، معاشرہ قائم نہیں ہو سکتا۔ لوگوں کے درمیان ایسے گہرے تعلقات پیدا نہیں ہو سکتے جو اس محل کو گرنے سے بچا سکیں اور اس کی تباہی اور بربادی کو روک سکیں۔

اوپر صرف دو آیتیں تلاوت کی گئی ہیں۔ صرف ان دو آیتوں نے انسانی زندگی میں کتنے گہرے معانی کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ انسان ایک مسلم گروہ میں کیونکر شامل ہو سکتا ہے۔ ایک فرد اسلامی معاشرے کے دائرے میں کیونکر رہ سکتا ہے۔ ایک ایسے معاشرے میں جو محبت کی بنیاد پر قائم ہے اور الفت کے اصولوں پر کھڑا ہے۔ اگر تحریک اسلامی اس نظام کی پیروی نہ کرے اس کو پروگرام کے طور پر نہ اپنائے (خصوصاً ان دو آیتوں کو) تو کوئی گھر مسلم گھرانہ نہیں کہلا سکتا اور کوئی تحریک، تحریکِ اسلامی نہیں ہو سکتی۔ ایسی تحریک کبھی اپنی منزلِ مراد نہیں پا سکتی اور زمین میں کبھی اپنا نصب العین حاصل نہیں کر سکتی۔

صرف دو آیتیں... جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ سارے تعلقات محبت و الفت کی بنیاد پر قائم ہیں۔ اسلامی انقلاب کی حقانیت پر یقین رکھنے والا کوئی گھرانہ جس کے ارکان کی تعداد ایک ہاتھ کی انگلیوں سے زیادہ نہ ہو، یا کوئی تحریک جس کے ممبران کی تعداد سینکڑوں اور ہزاروں میں گنی جاتی ہو۔ یا کوئی مسلم معاشرہ جو پوری دنیا میں اسلامی فکر کا مرکز ہو، اگر زمین میں دین کو گہری بنیادوں اور واضح اصولوں پر قائم کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے ان اصولوں پر عمل کیے بغیر چارہ نہیں جو ان دو آیتوں میں بیان کیے گئے ہیں۔

صرف دو آیتیں... اگر کوئی مسلم گھرانہ ان آیتوں کی پرواہ نہیں کرتا تو اُس کی ہیئت مسلم گھرانہ سے تبدیل ہو کر "اقتصادی کمپنی" میں ڈھل جاتی ہے۔ بعض اوقات اس کمپنی میں سب لوگ "بے تنخواہ" کام کر رہے ہوتے ہیں، ہر شخص اپنا کردار بڑے بوجھل انداز میں نبھاتا ہے۔ افسوس اُسے کھائے جاتا ہے، پریشانی اُس کی روح قبض کرتی رہتی ہے اور وہ ایسے وقت کی تمنا کرتا رہتا ہے جب وہ اس زندگی سے نکل کر سکون اور چین پا سکے گا۔

اسی طرح... اگر تحریک اسلامی ان دو آیتوں کو قابل اعتنانہ سمجھے تو وہ بھی "اقتصادی کمپنی" کی شکل اختیار کر جاتی ہے جس کا نہ تو کوئی راَس المال ہے، نہ تنخواہیں ہیں۔ ان میں سے ہر رکن اپنی ذمہ داری بوجھ سمجھ کر ادا کرتا ہے اور یہی سمجھتا ہے کہ اُس کا آفیسر اُس کے سینے پر بیٹھا ہے اور وہ جس دعوت کا علمبردار ہے وہ چکی کے دو پاٹوں کی طرح اُسے پیسے دے رہی ہے۔ اُس کی زندگی تباہ کر رہی ہے اور اُس کے وجود کو دعوت سے خطرات درپیش ہیں۔

کسی تحریک اسلامی اور کسی مسلم گھرانے کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ ایسی صورت حال میں ہمیشہ قائم رہ سکے۔ اُس کے افراد کو لازماً بکھر جانا ہو گا، اُس کے ارکان کو لازماً منتشر ہو جانا ہو گا۔ اُس کا مجموعہ لازماً نکھر جائے گا اور وہ آخر ایک روز اُڑ کر ہوا کے ذرات میں شامل ہو جائیں گے۔

صرف دو آیتیں... ان میں سے پہلی آیت مندرجہ ذیل تین اصول دیتی ہے :

پہلا: مذاق سے اجتناب

دوسرا: عیب جوئی سے پرہیز

تیسرا: بُرے ناموں سے بلانے کی ممانعت

پہلا اصول

مذاق سے اجتناب :

اصولی قواعد میں نہی وارد ہونے کا تقاضا ہے کہ اِس امر کا ارتکاب اصلاً حرام ہو۔ تاوقتیکہ کوئی اور قرینہ اس حرمت کو کراہت ثابت کر سکے۔ آج تک کسی عالم نے نہیں کہا کہ مسلمان کے ساتھ مذاق کرنا یا اُس کا مذاق اڑانا مکروہ ہے بلکہ امت اس بات پر تقریباً اجماع کی حد تک متفق ہے کہ مسلمان کا مذاق اڑانا حرام ہے اور گناہ کبیرہ میں سے ہے۔ اس کا کفارہ محض استغفار کرنے سے ادا نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے کفارے کے لیے توبہ کو اس کی تمام شرائط کے ساتھ کرنا واجب ہے۔ ہمارے لیے امام مسلم کی روایت کردہ ﷺ کی یہ حدیث اس سلسلے میں بہت کافی ہے جس میں آپ نے فرمایا :

لا تحاسدوا ولا تناجشوا ولا تبغضوا ولا تدابروا ولا بيع بعضكم على بيع بعض وكونوا عبادالله اخوانا المسلم اخوالمسلم لا يظلمه ولا يخذله ولا يحقره(لا يتوانى عن نصرته ولا يحقره)...التقوى هاهنا۔ويشير الى صدره صلى الله عليه وسلم ثلاث مرات۔ بحسب امرئ من الشران يحقر اخاه المسلم۔ يكفيه شرا، ويكفيه اثما...اى ليس بعد هذا الاثم اثم۔ بحسب امرى من الشر ان يحقر اخاه المسلم، كل المسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه۔

"حسد نہ کرو !

چغلی نہ کھاؤ !

بغض نہ رکھو !

ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو !

تم میں سے کوئی شخص کسی دوسرے کی "بیع" پر "بیع" نہ کرے !

اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن جاو!

مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے وہ نہ اُس پر ظلم کرتا ہے نہ اُسے ذلیل کرتا ہے۔ نہ اُس کے ساتھ حقارت کے ساتھ پیش آتا ہے۔

تقویٰ یہاں ہے (اور اس کے ساتھ آپ نے تین مرتبہ اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا) کسی شخص کے شریر اور گناہ گار ہونے کے لیے اتنا کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ حقارت سے پیش آئے۔ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، اُس کی عزت اور اُس کا مال حرام ہیں۔ "

عرض (عزت) فقط پردوں میں چھپی ہوئی عزت کو نہیں کہتے بلکہ عرض کا مطلب یہ بھی ہے کہ کسی انسان کو اچھا یا بُرا سمجھا جائے اور اس کی گواہی دی جائے۔ آپ نے کسی کی غیبت کی تو اُس کی عزت پر ہاتھ ڈالا۔ آپ نے کسی کی چغل خوری کی تو اُس کی عزت مجروح کی لی۔ آپ نے کسی کا مذاق اڑایا تو اُس کی عزت میں کمی کر ڈالی۔

نبی کریم ﷺ اسلامی معاشرے کی تعمیر کے دوران اس اہم مسئلے پر توجہ دینے سے غافل نہیں رہے۔ یہ آداب اُن کے اُس آخری خطبے کا اہم جزو تھے جو آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو الوداع کہتے ہوئے دیا۔ آپ نے "حج الاکبر" کے روز عرفہ کے مقام پر کھڑے ہو کر اُن سے سوال کیا :

"آج کون سا دن ہے؟

یہ کون سا مہینہ ہے؟

یہ کون سا شہر ہے؟

کیا آج یوم حرام نہیں؟

کیا یہ حرام مہینہ نہیں؟

کیا یہ مبارک اور مقدس شہر نہیں؟ "

عرض کیا: "یقیناً ہے۔ "

فرمایا :

فان دماء كم واموالكم واعراضكم عليكم حرام، كحرمة يومكم هذا، فى شهر كم هذا، فى بلدكم هذا، ولم يكتف بذلک، بل قال اخيرا: الا هل بلغت، قالوا نعم، قال:اللهم فاشهد۔

"تمہاری جانیں، تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں بھی ایک دوسرے کے اوپر اسی طرح حرام ہیں جس طرح یہ دن مبارک ہے، جس طرح یہ مہینہ حرام ہے اور جس طرح یہ ارض پاک مقدس ہے۔ "

پھر آپ نے صرف اِس پر اکتفا نہ کیا بلکہ آخر میں فرمایا :

"کیا میں نے بات پہنچادی؟ "

عرض کیا: "پہنچادی۔ "

فرمایا: "اے اللہ! گواہ رہنا، اے اللہ گواہ رہنا، اے اللہ گواہ رہنا۔ "

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

چراغِ راہ

استاد اسامہ محمود حفظہ اللہ

یہ تحریر صوتی دروس کا مجموعہ ہے جو بنیادی طور پر شیخ ابو قتادہ فلسطینی حفظہ اللہ کے کتابچے "درك الهدى في اتباع سبيل الفتى" (نوجوان کے نقش قدم پر حصول ہدایت کا سفر) سامنے رکھ کر دیے گئے ہیں، کتابچے میں شیخ نے اصحاب الاخدود والی حدیث کی شرح کی ہے اور اس میں موجود حکمت کے ان موتیوں کو سمیٹا ہے جو دعوت و جہاد کے راہیوں کے لیے انتہائی اہم اور قیمتی ہیں۔ اللہ یہ اسباق سمجھنے اور ان پر عمل کی توفیق دے، آمین۔

حاکم اور محکوم... فی الحقیقت کون حاکم اور کون محکوم؟!

آج اللہ کے اذن سے حدیث شروع کریں گے، شیخ نے یہاں چند نکات بیان کیے ہیں، ان کا بھی ذکر ہو گا اور ذیل میں چند اور موضوعات آئیں گے ان پر بھی ان شاء اللہ بات ہو گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"تم سے پہلے ایک بادشاہ تھا جس کے پاس ایک جادوگر تھا"۔

دو بادشاہتیں ہیں: ایک اللہ کی بادشاہت اور دوسری مخلوق کی بادشاہت! اللہ اپنی بادشاہت میں مکمل طور پر مستغنی اور بے نیاز ہے، کوئی اس کی بادشاہت مانے یا نہ مانے وہ بہر حال بادشاہ ہے۔ اس کے برعکس انسانوں میں سے جو حاکم بنا ہوتا ہے وہ اپنے جیسے دیگر انسانوں کا محتاج ہوتا ہے۔ وہ بڑے سے بڑا ڈکٹیٹر یا جمہوریت کا علم بردار ہی کیوں نہ ہو، بہر حال وہ اپنی فوج، پارٹی ورکرز اور رعایا کا محتاج ہوتا ہے، اس کی حکمرانی ان کی رضامندی و تعاون کے بغیر نہیں چل سکتی۔ دوسری طرف خود یہ ساتھ دینے والے بھی اس لیڈر کے محتاج ہوتے ہیں، ان کے مفادات بھی حکمران اور رائج نظام کے ساتھ منسلک ہوتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ حکمران اور اس کے ساتھ تعاون کرنے والوں کے بیچ تعلق اگر اللہ کی خاطر نہ ہو، دنیاداری اور خواہش نفس اس تعلق کی بنیاد ہو، تو یہ سب ایک دوسرے کے محتاج ہوتے ہیں اور بالاصل کوئی ایک بھی آزاد اور خود مختار نہیں ہوتا۔ حقیقی حکمران ایک بھی نہیں ہوتا۔ چونکہ دونوں فریق ایک دوسرے کی ناراضگی سے ڈرتے ہیں، اس لیے حقیقت میں دونوں ایک دوسرے کے تابع اور غلام رہتے ہیں۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے دنیا پرست لیڈر اور اس کے مفاد پرست حاشیہ برداروں کے بیچ اس تعلق کو بہت پیارے انداز میں بیان کیا ہے، فرماتے ہیں:

"جو آدمی زمین میں اپنی بڑائی چاہتا ہے اور اس کی خاطر ریاست و اقتدار کے پیچھے پڑا رہتا ہے، اس کا حال یہ ہے کہ جو بھی اس کی اس خواہش میں اس کا ساتھ دے، اس کا دل اسی کی طرف کھنچتا ہے، یہاں تک کہ وہ ظاہر میں تو لیڈر رہو تا ہے جو پیچھے چلنے والوں کو چلاتا نظر آتا ہے مگر حقیقت میں وہ خود ہی ان پیچھے چلنے والوں کے پیچھے چل رہا ہوتا ہے، ان سے خوف زدہ رہتا ہے اور انہیں خوش رکھنے کی بہر حال کوشش کرتا ہے۔ اس مقصد کے لیے وہ ان پر روپے پیسے بھی خرچ کرتا ہے، انہیں عہدوں سے بھی نوازتا ہے اور اس کے حق میں یہ پیچھے چلنے والے کبھی زیادتی بھی اگر کریں تو اکثر اوقات ان سے درگزر کرتا ہے، کیوں؟ اس لیے کہ بس کسی طرح یہ (تعاون کرنے والے) اس کا ساتھ نہ چھوڑیں اور اس کی چاہت میں اس کی اطاعت و معاونت جاری رکھیں۔ تو یہ آدمی ظاہر میں تو لیڈر اور سردار ہوتا ہے مگر حقیقت میں اپنے پیچھے چلنے والوں کا یہ فرماں بردار غلام ہوتا ہے۔ اور ذرا غور سے اگر دیکھا جائے تو نظر یہ آئے گا کہ حقیقت میں یہ دونوں (لیڈر اور پیروکار) ایک دوسرے کے غلام ہوتے ہیں، اور اس کا سبب یہ ہے کہ چونکہ دونوں نے اللہ کی بندگی کا حق جب چھوڑ دیا تو لا محالہ ایک دوسرے کے ہی غلام بن کر رہ گئے۔ چونکہ ان دونوں کا تعاون زمین میں ناحق بڑائی کی خاطر ہے لہٰذا ان کی مثال اُن دو بدکاروں یا دو ڈاکوؤں کی سی ہے جو بدکاری یا راہزنی میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہیں، اس کا سبب دراصل دونوں کی وہ نفسانی خواہش ہے کہ جس نے ایک کو دوسرے کا غلام بنایا ہے"۔[1]

بادشاہ اور اس کے حاشیہ برداروں میں مشترک چیز ان کا مفاد ہے، یہ مفاد ہی ہے کہ جس کے سبب دونوں ایک دوسرے کو بچاتے اور مدد کرتے ہیں۔

مفاد کا یہ ایک ہونا ہی سبب تھا کہ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت پر فرعون اور اس کے حاشیہ برداروں کا جواب ایک نظر آیا۔ قرآن یہ مکالمہ کچھ اس طرح بیان کرتا ہے:

فرعون نے کہا:

قَالَ لِلْمَلَإِ حَوْلَهُ إِنَّ هَٰذَا لَسَاحِرٌ عَلِيمٌ ○ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ○ (سورۃ الشعراء: ۳۴-۳۵)

"فرعون نے اپنے ارد گرد سرداروں سے کہا کہ یہ بہت بڑا جادوگر ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے ذریعے تمہیں تمہاری سرزمین سے نکال باہر کرے۔ اب بتاؤ کیا رائے ہے؟" وزراء اور افسروں کا جواب بھی بعینہ یہی ہوتا ہے:

[1] العبودية

قَالَ الْمَلَأُ مِن قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ هَٰذَا لَسَاحِرٌ عَلِيمٌ ○ يُرِيدُ أَن يُخْرِجَكُم مِّنْ أَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ○(سورۃ الاعراف:۱۰۹-۱۱۰)

”فرعون کی قوم کے سردار (ایک دوسرے سے) کہنے لگے کہ: یہ تو یقینی طور پر بڑا ماہر جادوگر ہے۔ یہ چاہتا یہ ہے کہ تمہیں تمہاری زمینوں سے نکالے۔ پس تم مجھے کیا حکم دیتے ہو؟“

پھر ملاحظہ کیجیے کہ فرعون اور رؤساء ایک دوسرے کو کہتے ہیں، پھر دونوں مل کر قوم کو کہتے ہیں کہ تمہیں خطرہ ہے، یہ تمہیں تمہارے ملک سے نکالیں گے۔ ان میں سے کوئی ایک یہ نہیں کہتا کہ خود اس کی اپنی ذات اور اس کا اپنا مفاد خطرے میں ہے۔ نہیں! اپنے مفادات کو محفوظ کرنے کے لیے دوسروں کو ڈراتے ہیں کہ اصل خطرہ تمہیں ہے۔ یہاں یہ نکتہ واضح ہوتا ہے کہ حکمران طبقہ کے خلاف جب کوئی تحریک اٹھتی ہے تو تحریک اگرچہ اس طبقہ کے خلاف ہوتی ہے مگر وہ قوم کو یہ نہیں بتاتا کہ یہ ہمارے خلاف ہے، اس سے ہماری حکمرانی ختم ہو گی، ہمارے عیش و عشرت میں فرق پڑے گا...... نہیں، وہ اپنی قوم سے کہتا ہے کہ یہ تو تمہارے خلاف ہے، ان کے آنے سے تمہاری زندگی برباد ہو گی۔ آج بھی حکمران طبقہ عوام کو یہی تو کہتا ہے کہ یہ مجاہدین، یہ داعیانِ دین تمہارے دشمن ہیں، اپنا دشمن نہیں کہتے ہیں، یہ نہیں کہتے ہیں کہ ہمارا مفاد خطرے میں ہے، قوم کو ڈراتے ہیں کہ تم خطرے میں ہو، گویا اسلوب وہی پرانا ہے۔

داعی / مجاہد کے لیے اہم نکتہ!

عزیز بھائیو!

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے بیچ جس مکالمے کا ذکر ہوا اس پر ذرا غور کرتے ہیں۔ یہاں ایک نکتہ ملاحظہ ہو کہ داعی جب دعوت دیتا ہے، تو مخالف اس پر طعن و تشنیع کرتا ہے، غصہ دلاتا ہے اور طرح طرح کے حربے استعمال کرتا ہے تاکہ اسے غیر ضروری مباحث میں الجھائے، اس کی توجہ اور وقت غلط جگہ پر لگائے یا اسے مقصد سے ہٹائے، مگر داعی ایسی لایعنی بحثوں میں نہیں الجھتا، اس کی توجہ اپنا مقصد اور اسلوب صحیح رکھنے پر ہوتی ہے۔ وہ مخالف کے ان ہتھکنڈوں میں نہیں پھنستا اور بردباری اور حکمت کے ساتھ اپنا مدعا بیان کرتا رہتا ہے۔

فرعون بار بار موسیٰ علیہ السلام کو طنز کا نشانہ بناتا ہے، دھمکیاں دیتا ہے اور مذاق بھی اڑاتا ہے کہ یہ مجنوں ہے، ساحر ہے۔ مگر موسیٰ علیہ السلام انتہائی حلم اور بردباری کے ساتھ نہ اپنی دعوت سے ہٹتے ہیں اور نہ ہی اپنے اسلوب میں تبدیلی لاتے ہیں۔ ذرا اس مکالمے پر غور کیجیے:

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے فرعون! میں ربّ العالمین کا رسول ہوں۔

فرعون نے تکبر سے کہا: کون رب العالمین؟

فرمایا: وہ جو آسمانوں، زمین اور جو کچھ اس کے مابین ہے اس کا رب ہے، اگر تم یقین رکھتے ہو۔

فرعون نے اپنے ارد گرد والوں سے طنزاً کہا: (ذرا اس کی سنو!) کیا تم سنتے نہیں ہو؟

موسیٰ علیہ السلام نے (اس کی بات کی طرف توجہ دیے بغیر) اپنا بیان جاری رکھا: تمہارا اور تمہارے آباء و اجداد، جو پہلے گزرے ہیں، ان سب کا رب۔

فرعون نے (موسیٰ علیہ السلام کی بات کا اثر ختم کرنے کے لیے مذاق اڑانا شروع کیا) کہا: (اے قوم) یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے یہ تو مجنوں ہے۔

مگر موسیٰ علیہ السلام غصے میں نہیں آتے، اس کے باوجود بھی اپنی دعوت جاری رکھتے ہیں، فرماتے ہیں: وہ جو مشرق و مغرب اور جو کچھ اس کے درمیان ہے اس سب کا رب ہے، اگر تم عقل سے کام لو۔

آگے سے فرعون نے کہا: اگر تو نے میرے سوا کسی کو الٰہ بنایا تو میں تجھے قید میں ڈال دوں گا۔ (گویا دھمکیوں پر اتر آیا)

مگر موسیٰ علیہ السلام بردباری سے کہتے ہیں: اگرچہ میں تمہارے پاس واضح دلائل لے آؤں؟!

کہا: لے آؤ (وہ دلائل) اگر تم سچوں میں سے ہو۔

غرض یہاں اس واقعے سے واضح ہے کہ وہ لوگ جن کو دعوت سے خطرہ ہوتا ہے ان کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ داعی کو دوسرے مسائل میں الجھائیں، غیر اہم بحثوں میں پھنسائیں اور اصل مقصد سے بھٹکائیں، تاکہ وہ حق کے اظہار اور دعوت سے ہٹ جائے، کیوں؟ اس لیے کہ اگر داعی اپنی اصل دعوت جاری رکھتا ہے تو دیگر سننے والوں پر اس کا اثر ہو سکتا ہے! آج بھی الزامات لگائے جاتے ہیں، طنز و تشنیع کے تیر برسائے جاتے ہیں، غصہ دلایا جاتا ہے، لایعنی قسم کی بحثیں اٹھائی جاتی ہیں، مقصد کیا ہے؟ کسی طرح داعی اُس میدان میں آجائے جو مخالفین کا تیار کردہ ہے۔ ایسے میں پھر اہم اور مفید تر موضوعات پیچھے چلے جاتے ہیں اور غیر اہم، غیر مفید اور دعوت کو نقصان دینے والی بحثوں میں داعی الجھ جاتا ہے۔

دشمن غلط کارروائی پر مجبور کرتا ہے!

پھر عزیز بھائیو! مجاہد بھی داعی ہوتا ہے۔ اس کی کارروائی، عمل و ردعمل، اس کے افعال و کردار یہ سب بھی دعوت ہوتے ہیں، یہاں بھی دشمن کی کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح مجاہد کو عدل راستے سے ہٹائے اور اس طرزِ جنگ پر اسے ڈالے جہاں اس کی کارروائیوں میں عدل و انصاف، رحمت و ہدایت اور دین و شریعت کا وہ پیغام نہ رہے جس پر اس کی کامیابی کا انحصار ہوتا ہے۔ پس داعی کو جس طرح دعوت باللسان (زبانی دعوت) میں اپنے مقصد و ہدف پر خاص توجہ رکھنا لازم ہے اور مخالف کی چالوں کے باوجود دائیں بائیں نہیں ہونا چاہیے، اسی طرح مجاہد کا قتال بھی دعوت بالبنان ہے، یعنی یہ بازو اور تلوار سے دعوت دین ہے، یہاں تو اس بیداری اور اہتمام کی بدرجۂ اتم ضرورت ہے، کیوں؟ اس لیے کہ اس کا لڑنا، محض جنگ نہیں، یہ جہاد ہے، عبادت ہے اور عبادت اپنی مرضی سے نہیں، معبود کی مرضی اور اس کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہوتی ہے۔ دوسرا نکتہ یہ کہ اقوال کی نسبت افعال زیادہ جلد اور دور رَس اثر رکھتے ہیں۔ اس لیے اپنے افعال میں حق سے نہ ہٹنے کا زیادہ اہتمام کرنا چاہیے اور کوئی ایسا قدم نہیں اٹھانا چاہیے جو ہماری گفتار (دعوت) کے ساتھ جچتا نہ ہو۔

حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ مشرکین مکہ کے ہاں قیدی بنے۔ آپؓ نے غزوۂ بدر میں حارث بن عمار کو قتل کیا تھا۔ اب اس کے بیٹوں نے آپ کو خریدا اور بے دردی سے شہید کیا۔ جب موت قریب آئی تو آپ نے شہادت کے لیے تیاری کرنا چاہی، بال وغیرہ صاف کرنے کے لیے استرا مانگا، حارث کی بہو نے اپنے بچے کے ہاتھ استرا بھیجا۔ بچہ جب استرا لے کر خبیب رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو ماں کو خطرہ محسوس ہوا اور دوڑی دوڑی بچے کے پیچھے گئی، اس کو خیال آیا کہ قیدی نے تو قتل ہونا ہے، وہ غصے میں بچے کو بھی قتل کر سکتا ہے، اس نے دیکھا کہ خبیب رضی اللہ کے ہاتھ میں استرا ہے اور بچے کو گود میں بٹھا کر اس سے پیار کر رہے ہیں ۔ آپؓ نے فرمایا: "کیا تم ڈرتی ہو کہ میں اسے قتل کر دوں گا" أَتَخْشَيْنَ أَنْ أَقْتُلَهُ؟ پھر خود ہی فرمایا: نہیں! مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ[2] میں انشاءاللہ کبھی یہ نہیں کروں گا،...... ہمارے جیسوں کے ساتھ یہ نہیں جچتا!

تو بھائیو! ہم مجاہدین ایک انتہائی عظیم دعوت و پیغام کے علم بردار ہیں، ہمیں کوئی ایسی حرکت نہیں کرنی چاہیے جو ہماری دعوت و پیغام کے ساتھ جچتی نہ ہو۔ مجاہدین کا مقصد شریعت الٰہی کا نفاذ اور اس کی اتباع، ظلم و طغیان کا خاتمہ، عدل و انصاف کا قیام اور لوگوں کی ہدایت و صلاح ہے، اور اسی کی خاطر یہ ظالموں اور کافروں کے خلاف لڑتے ہیں۔ لہٰذا دشمن ہر وہ ذریعہ اور ہتھکنڈہ استعمال کر سکتا ہے کہ جس سے وہ انہیں عدل و ہدایت کے اس راستے سے ہٹائے۔ وہ مجاہدین کو ایسا غصہ دلائیں گے کہ جذبۂ انتقام سے وہ اس حد تک مغلوب ہو جائیں کہ ظلم اور عدل کے بیچ تمیز ہی چھوڑ دیں بلکہ خود ظلم پر اتر کر گمراہ ہو جائیں۔ ایسے میں یہ کس کی کامیابی ہو گی؟ اہل اسلام کی یا اسلام کے دشمنوں کی؟ لہٰذا مقصد یہ ہے کہ تحریک جہاد کی باگ ڈور نرے غصے اور انتقامی جذبات کے ہاتھوں میں نہ ہو، ردعمل کی نفسیات ہمیں نہ چلائیں۔ بصورتِ دیگر اگر ہم پر ردِعمل کی نفسیات حاوی رہیں تو تحریک جہاد کا اسٹیرنگ پھر ہمارے ہاتھوں میں نہیں رہے گا، یہ عمل والوں کے ہاتھ میں ہو گا، عمل والے کون ہوں گے؟ دشمن! وہ غصہ دلائے گا اور ہم ردعمل میں وہ کچھ کریں گے جو وہ کرانا چاہیں گے۔ ظاہر ہے اس کا فائدہ بھی پھر ہمیں نہیں ، دشمن ہی کو ہو گا... دشمن کے مقابل غصہ، انتقام اور ردعمل... بالکل معیوب نہیں ہیں، بس شرط یہ ہے کہ یہ شریعت، عقل، اور علم کے ماتحت ہوں!

حکمران اور اس کے جتھے کا حکم ایک ہوتا ہے!

شیخ ابو قتادہ حفظہ اللہ کے کلام کی طرف لوٹتے ہیں، فرماتے ہیں بادشاہ آزاد نہیں ہوتا بلکہ اس کی بادشاہت اپنے سرداروں اور اپنے پیروکاروں کی محتاج ہوتی ہے۔ اور اسی طرح جو سردار ہوتے ہیں، وزراء ہوتے ہیں، افسر ہوتے ہیں ان کی سرداری و سیادت، ان کی افسری و وزارت، ان کی عیش و عشرت بادشاہ (نظام حکومت) کے ساتھ جڑی ہوتی ہے، یعنی یہ سب ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہوتے ہیں، ایک دوسرے پر ہی انحصار کرتے ہیں۔

ایک اور جگہ قرآن پاک اس قصے کو بیان کرتا ہے[3]، فرعون کہتا ہے اپنے سرداروں سے کہ:

"مجھے چھوڑو کہ میں موسیٰ کو قتل کروں اور اس کے رب کو چھوڑ دوں۔ میں ڈرتا ہوں کہ یہ تمہارے نظام زندگی کو بدل دے گا یا تمہاری اس زمین میں فساد مچائے گا"۔

تو شیخ فرماتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ فرعون اپنے آپ کو اپنی قوم کا الٰہ کہتا تھا اور اپنے احکامات ان پر نافذ کرتا تھا، اس کے باوجود وہ کہتا ہے 'ذروني' "مجھے چھوڑیے" یعنی وہ ان سے اجازت لیتا ہے کہ میں موسیٰ کو ختم کروں۔ یہاں اس طرف توجہ ہو کہ جو حاکم ہوتا ہے اس کے پاس کوئی مافوق الفطرت قسم کی قوت نہیں ہوتی ہے لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں کی طرح ایک عام آدمی ہوتا ہے۔ بلکہ جتنی قوت اس کی جنود کی ہوتی ہے اتنی ہی قوت اس کے پاس بھی ہوتی ہے کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کی قوت کو مکمل کرنے والے ہوتے ہیں۔

شیخ ابو قتادہ یہاں فرماتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ فقہ شرعی میں جہاد ائمہ کے خلاف بھی ہوتا ہے اور ان کے لشکروں اور سپاہیوں کے خلاف بھی ہوتا ہے۔ بلکہ ان کے (کافر) پیروکاروں کے خلاف بھی جہاد ہوتا ہے اگرچہ وہ محکوم ہی کیوں نہ ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ یہ محکومین ہی وہ طبقہ ہے جو امر و نہی میں ان حکمرانوں کی اتباع کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت قرآن مجید میں بتاتے ہیں کہ جو حکمران طبقہ ہے اور جو محکوم طبقہ ہے، بڑے متکبرین اور ان کے پیروکاروں کا حشر قیامت کے دن ایک جیسا ہو گا۔

سورۃ ابراہیم میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

> "اللہ تعالیٰ کے سامنے جب سب پیش ہوں گے تو جو (عوام ہوں گے، محکوم لوگ ہوں گے) کمزور ہوں گے وہ ان سے کہیں گے جنہوں نے اپنے آپ کو بڑا بنایا ہوا تھا، (حکمران بنے بیٹھے تھے) کہ ہم تو تمہاری اتباع کرتے تھے تو کیا تم اللہ کے عذاب میں سے کچھ ہٹا سکتے ہو ہم سے؟ تو یہ حکمران طبقہ والے کہیں گے کہ اگر ہمیں ہدایت ملی ہوتی تو ہم تمہیں بھی دیتے۔ برابر ہے کہ تم صبر کرو یا نہ کرو، اب بچنے کی جگہ کوئی نہیں ہے"۔

اسی طرح سورۃ الاعراف میں ہے:

> "جب اللہ رب العزت جن و انس میں سے گروہوں سے فرمائیں گے کہ داخل ہو جاؤ جہنم میں تو جب ایک گروہ جہنم میں جائے گا تو دوسرے گروہ پہ لعنت بھیجے گا۔ اور جب یہ سب لوگ جہنم میں اکٹھے ہو جائیں گے تو ایک گروہ کہے گا کہ اے اللہ! یہ وہ لوگ تھے جنہوں

---

[2] صحیح بخاری

[3] وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُونِي أَقْتُلْ مُوسَىٰ وَلْيَدْعُ رَبَّهُ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَنْ يُظْهِرَ فِي الْأَرْضِ الْفَسَادَ ○ (سورۃ غافر:۲۶)

نے ہمیں گمراہ کیا تھا(یہ ہمارے حکمران بنے بیٹھے تھے، یہ ہمارے قائدین و رہنما و لیڈر بنے بیٹھے تھے)، اے اللہ! انہیں دوچند عذاب دے۔ اللہ رب العزت فرمائیں گے: ہر ایک کے لیے دوچند ہے مگر تم نہیں جانتے۔ اور وہ حکمران کہیں گے کہ تم ہم پہ کچھ فضیلت نہیں رکھتے، اس عذاب میں ہم سب شریک ہیں اور سب ہی اس سے گزریں گے"۔

اسی طرح سورۃ البقرۃ میں اللہ جل وعلا فرماتے ہیں کہ:

"جب وہ لوگ جن کی اتباع کی جاتی تھی، ان سے برأت کا اظہار کریں گے جو ان کے پیروکار تھے (یہاں تو ایک وطن، ایک قوم، ایک فوج، ایک پارٹی، یہاں تو ایک ساتھ جینے مرنے کی باتیں ہوتی ہیں اور ایک دوسرے کے لیے غیرت اور تعصب ہوتا ہے لیکن وہاں حال یہ ہوگا کہ وہ ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے) جیسے ہی وہ عذاب کو دیکھیں گے اور اسباب سارے کٹ جائیں گے (یہ دنیا تو اسباب کی دنیا ہے سارے ایک دوسرے پر انحصار کرتے ہیں۔ وہاں جب اسباب سارے ختم ہو جائیں گے اور ایک اللہ اور اللہ کا عذاب سامنے ہوگا تو جب یہ اپنے لیڈروں کو دیکھیں گے کہ دنیا میں تو یہ صبح و شام یہ کہتے تھے کہ تم ہمارے ہو اور ہم تمہارے ہیں مگر اب یہ ہم سے برأت کر رہے ہیں) تو یہ پیچھے چلنے والے لوگ کہیں گے کہ اگر ہمیں پھر موقع ملا تو ہم بھی ان سے ویسے ہی برأت کریں گے جیسے انہوں نے ہم سے منہ پھیر لیا"۔

سورۃ الأحزاب میں فرماتے ہیں:

"جب ان کے سامنے آگ آئے گی اور آگ کا مزہ یہ چکھیں گے تو کہیں گے کہ کاش ہم اللہ کی اطاعت کرتے اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرتے۔ اے اللہ! ہم نے اطاعت کی اپنے سرداروں کی اپنے بڑوں کی (اپنے لیڈروں کی) تو انہوں نے ہمیں گمراہ کر دیا۔ پس اے رب! ان کو دوچند عذاب دیجیے اور ان پر لعنت بھیجیے"۔

سورۃ الغافر میں ایک جگہ آتا ہے:

"(کہیں گے) دنیا میں تو ہم تمہارے پیچھے چلتے تھے تو کیا یہاں پر کچھ عذاب تم ہٹا سکو گے؟ وہ کہیں گے کہ ہم سب یہاں عذاب میں شریک ہیں لہٰذا ہم تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے، اللہ نے ہمارا فیصلہ فرما دیا ہے"۔

پھر سورۃ سبا میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

"کاش تم وہ وقت دیکھ لیتے جب یہ ظالم اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے، ایک دوسرے کو باتیں سنائیں گے۔ یہ پیروکار (اپنے لیڈروں سے) کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو آج ہم مومن ہوتے۔ وہ لیڈر اپنے پیروکاروں سے کہیں گے: ہم نے تمہیں ہدایت سے تھوڑا ہی منع کیا تھا جب تمہارے پاس ہدایت آئی! مجرم تم خود ہو (یہاں تو بڑے شیر و شکر ہوتے ہیں، ایک دوسرے کا دفاع کرتے ہیں، وہاں ایک دوسرے کو ہی ملامت کریں گے)۔

پیروکار اپنے لیڈروں سے کہیں گے کہ صبح و شام تم منصوبے بناتے تھے (ایک دوسرے سے مشورہ کرتے تھے ہمارے بارے میں کہ کیسے ہم ان کو اپنے پیچھے لگائیں) اور تم ہی ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے ساتھ (نظام کو، حکومت کو، فوج کو) شریک ٹھہرائیں (اسی سب کے پیچھے تم نے ہمیں لگا رکھا تھا)۔ پھر ندامت ہی ندامت ہوگی جب عذاب کو دیکھ لیں گے اور ان کفر کرنے والوں کی گردنوں میں طوق ہوں گے۔ پس جو عمل وہ کرتے تھے انہی کا بدلہ ان کو ملے گا"۔

یہ وہ آیات ہیں جو ثابت کرتی ہیں کہ جو لیڈر ہوتے ہیں، وہ اور ان کے پیچھے چلنے والے، یعنی ملک کے کافر حکمران اور اس کے پیچھے چلنے والی جو (کافرِ اصلی) عوام ہوتی ہے، یہ سب کے سب عذاب کے معاملے میں برابر ہیں، الّا یہ کہ سورۃ النحل میں ایک جگہ آتا ہے کہ مفسدین کے لیے ان کے متبعین سے زیادہ عذاب ہے۔ اللہ پاک فرماتے ہیں کہ:

"وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کے رستے سے روکتے ہیں، ان کو عذاب پر عذاب دیا جائے گا کیونکہ وہ فساد پھیلانے والے ہیں"۔

گویا جو گمراہ گروہ ہوتا ہے اس کے لیڈر جتنے گمراہ ہوتے ہیں ان کے پیچھے چلنے والے بھی ویسے ہی ہوتے ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کہا جائے کہ فلاں لیڈر، فلاں حکمران تو بہت برا ہے مگر اس کے پیچھے چلنے، اس کی تائید کرنے والے بہت اچھے ہیں! یہی تو وہ لوگ ہیں جو ان کی تعداد میں اضافہ کرتے ہیں، ان کی طاقت کو بڑھاتے ہیں اور اسی وجہ سے دنیا و آخرت میں ان کا حکم برابر ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف ملکوں کے بادشاہوں کو دعوتی خطوط بھیجتے تھے تو ایسا نہیں ہوتا تھا کہ قوم کے ہر ہر فرد کے نام الگ مراسلہ بھیجا جاتا۔ نہیں! بادشاہ کو دعوت دی جاتی اور پھر اگر بادشاہ اس دعوت کو قبول نہ کرتا تو پھر اس پوری قوم کے خلاف جنگ کی جاتی تھی۔ یہ نہیں کہ چونکہ بادشاہ نے دعوت قبول نہیں کی ہے لہٰذا بادشاہ کے خلاف تو جنگ ہو جبکہ اس کی رعیت کے خلاف جنگ نہ ہو، دعوت قبول نہ کرنے کے نتائج میں وہ سب کے سب برابر کے شریک ہوتے تھے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جب کوئی بھی قوم کسی (لیڈر، پارٹی یا کسی طبقہ) کو حکمران بنا دیتی ہے تو پھر یہ قوم بھی اسی (حکمران، اسی لیڈر اور اسی پارٹی) کے ساتھ شمار ہوتی ہے (کیونکہ انہوں نے خود اسے قبول کیا)۔ یہ بادشاہ (یا حکمران) اپنی قوم کے لیے ڈھال ہوتا ہے (انہیں بچاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ 'السلطان جُنّة') اور یہ قوم اپنے حکمران کے لیے ڈھال ہوتی ہے۔ اس قوم کے ذریعے سے وہ دیگر لوگوں سے لڑتا بھی ہے اور اس قوم کے افراد کے ذریعے وہ حکمرانی بھی کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان (حکمرانوں) کے احکامات پھر اُنہی (یعنی قوم کے افراد) کے احکامات ہوتے ہیں اور اُس کے نظام اور پالیسیوں کو قوم بھی اسی طرح قبول کرتی ہے۔

امریکی عوام کا کیا قصور ہے؟

بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ دیکھیں امریکہ، روس، برطانیہ، یورپ کے حکمران برے ہیں مگر ان کی قوم نے کیا برا کیا ہے کہ آپ ان کو بھی مارتے ہیں؟ شیخ فرماتے ہیں کہ یہ جو اصطلاحات ہیں: مدنی(civilian) اور غیر مدنی (non-civilian) وغیرہ، یہ جہل پر مبنی اصطلاحات ہیں، شریعت میں ان کا کوئی وجود نہیں ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جمہوری نظام میں حکمران اور عوام کا حکم مختلف ہے اور کہتے ہیں کہ اگر ایک حکومتی پارٹی ہے تو دوسری اپوزیشن پارٹی بھی تو ہے جو حکومتی پارٹی سے اختلاف رکھتی ہے، وہ حکومتی پارٹی کے ساتھ ایک موقف پہ کھڑی نہیں ہوتی، یہ غلط بات ہے۔ حکومتی پارٹی ہو یا اپوزیشن، نظام چلانے کا کام یہ دونوں ہی کرتی ہیں۔ یہ دونوں اس نظام کا حصہ ہیں اور ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی اگر موجود نہ ہو تو یہ نظام چلتا نہیں ہے۔ ایک کے پاس سُلطَةُ الفِعل، یعنی کام کی قوت ہے۔ اسے اختیار دیا گیا ہے کہ تم کام کرو اور ملک چلاؤ۔ جبکہ اپوزیشن کا کام یہ ہے کہ وہ محاسبہ کرتی ہے کہ کام صحیح چل رہا ہے یا نہیں اور اس (حکومتی پارٹی) نے جو دعوے کیے ہیں وہ ان کو پورا کر بھی رہی ہے یا نہیں۔ اگر کام صحیح نہ چل رہا ہو تو اپوزیشن یہ نہیں کہتی کہ ہم اس پورے نظام کو ہی نہیں مانتے اور اس پورے انتظامی ڈھانچے کے ہی ہم خلاف ہیں۔

حکمران پارٹی جو قانون بناتی ہے اس کے بارے میں کوئی نہیں کہے گا کہ یہ صرف حکمران پارٹی کے لیے قانون ہے اور اپوزیشن یہ نہیں کہے گی کہ یہ تو ان کا قانون ہے لہٰذا ہمارا اس سے کوئی لینا دینا نہیں۔ نہیں! جتنے بھی قوانین بنتے ہیں، اپوزیشن پارٹی ان کے بننے کے بعد ان سے انکار نہیں کر سکتی۔ وہ انہی قوانین کا احترام کرے گی اور انہیں نافذ کرے گی۔ اور اگر اس قانون کے خلاف کوئی آواز اٹھائے گا، عملی قدم لے گا تو جس طرح حکمران پارٹی کے افراد اس شخص کے خلاف بولیں گے اسی طرح اپوزیشن والے بھی اس کے خلاف کمر کس لیں گے۔

شیخ کہتے ہیں کہ یہاں میں دراصل یہ نکتہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ جو کافر قوم آپ کے خلاف لڑ رہی ہے اس قوم کے حکمرانوں کا حکم اور ان کے پیچھے چلنے والی عوام کا حکم ایک ہے۔ شریعت کے اندر مدنی(سویلین) اور غیر مدنی کی کوئی اصطلاح نہیں، شریعت میں مقاتل اور غیر مقاتل کی اصطلاح ہے، جس کا معنی یہ ہے کہ ایک (کافر) قوم (جو آپ کے خلاف لڑ رہی ہے) کے اندر جتنے بالغ لڑکے ہیں وہ سب کے سب مقاتلین ہیں، چاہے ان کے پاس اسلحہ موجود ہو یا نہ ہو۔ ان کی وجہ سے ان کے حکمرانوں کی قوت ہے، ان کی فوج اور نظام کی قوت ہے۔ ہاں! بچے بوڑھے غیر مقاتلین ہیں۔ خواتین ضعیف اور کمزور ہیں اور وہ بھی غیر مقاتل ہیں الّا یہ کہ کوئی ایسی خاتون ہو جو لڑ رہی ہو یا اپنی فوج اور حکومت کو قوت مہیا کر رہی ہو۔

آج کے جمہوری نظام میں تو کہا یہ جاتا ہے کہ عوام یہاں قوت کا منبع ہوتی ہے، یہ خود اس نظام کی تعریف ہی یہ کرتے ہیں کہ (Government of the people, by the people, for the people)، یہاں عوام کے ووٹوں سے حکمران بنتے ہیں اور ملک کی پالیسیاں عوام بناتی ہے، ملک کی فوج اگر ہے تو وہ عوام کی وجہ سے، کہ یہ فوج عوام سے ہی قوت لیتی ہے اور اسی کے ٹیکسوں سے یہ جنگیں لڑتی ہے، ملک کی تمام صنعت، زراعت اور معیشت عوام ہی کے بل بوتے پر چلتی ہے، اسی لیے ان سب کا حکم ایک ہے۔ شیخ کہتے ہیں کہ "اس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں ملک میں اس کا حاکم ہی سب سے بڑا مسئلہ ہے اور اس میں یہ اور وہ خامیاں ہیں تو حقیقت یہ ہے کہ حاکم اپنی قوم کے بغیر کچھ نہیں۔ اسی قوم کو ساتھ لے کر وہ لڑتا ہے اور اسی قوم کے خلاف پھر جہاد کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ حاکم کو تو مارو مگر قوم کو چھوڑ دو تو ایسے اشخاص کا مقصد جہاد نہیں، بلکہ یہ اس حاکم کے جرائم کو تحفظ دینے والے ہیں اور قتال ان کا قصد نہیں ہے"۔ شیخ فرماتے ہیں کہ "یہ قرآنی قاعدہ ہے اور ہر دور میں سمجھ میں آنے والا زندہ قاعدہ ہے"۔ جو کوئی عام انسانی معاشرے میں دیکھے اس کو یہی قانون نظر آئے گا کہ "جہاد صرف ایک حاکم آدمی کے خلاف نہیں ہو سکتا، یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ صرف اس حاکم، اس کے وزراء یا اس کی فوج کے خلاف ہتھیار اٹھا کر لڑتے ہیں۔ جہاد اُن سب کے خلاف ہو گا جو اس کے مددگار ہیں اور ان کے خلاف بھی ہو گا جو اس نظام میں داخل ہیں، چاہے حکمران کے اقدامات پر علانیہ راضی ہوں یا خاموش ہوں، حکم سب کا ایک ہو گا"۔

عزیز بھائیو! فرانس کی مثال دیکھیے، چارلی ایبڈو میگزین کے لعین خاکہ نگاروں نے رسول اللہ ﷺ کے گستاخانہ خاکے بنائے، پوری امت نے احتجاج کیا، فرانس کی حکومت سے ان مجرمین کے خلاف کارروائی کا مطالبہ ہوا، فرانس کے صدر نے لگی لپٹی رکھے بغیر کہہ دیا کہ یہاں جمہوریت ہے، عوام قوانین بناتی ہے اور ان قوانین میں ہر شخص کو ہر قسم کے اظہار خیال کی آزادی ہے! گویا سرور کائنات ﷺ کی شان میں گستاخی کو ان دوپایہ حیوانوں نے جمہوری اور عوامی حق کہہ دیا۔ پھر جب مجاہدینِ اسلام نے ان خبیث خاکہ نگاروں کو پیرس میں ڈھیر کر دیا، تو اگلے ہی دن سینتیس لاکھ (3,700,000) فرانسیسی عوام نے مردار لعین کی تصویر ہاتھوں میں اٹھا کر احتجاج کیا، تصویر پر لکھا ہوا تھا اور یہ سب نعرے بھی لگا رہے تھے کہ "Je suis Charlie""ہم سب چارلی ہیں"۔ اس موقع پر فرانس کے صدر نے پھر اپنے بیان کا اعادہ کیا کہ یہاں جمہوریت ہے اور اظہار خیال (یعنی رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی!!) عوام ہی کا دیا ہوا جمہوری حق ہے!! مذکورہ میگزین عام طور پر ساٹھ ہزار کی تعداد میں چھپتا تھا، مگر واقعہ کے بعد عوام نے چونکہ اظہار یکجہتی دکھائی، اس لیے اگلے مہینے اس کی اسی لاکھ (8,000,000) کاپیاں چھاپی گئیں جو ہاتھوں ہاتھ بک گئیں۔ اب کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ فرانس کی عوام بے گناہ ہے، اسے کچھ مت کہیے! لڑنا ہو تو صرف حکومت کے خلاف لڑیے!

امریکہ، فرانس اور لندن میں اگر تھوڑی سی مہنگائی ہو جائے، یہاں کسی حکمران کی معاشی پالیسی اگر صحیح نہ ہو اور بے روزگاری میں اضافہ ہو جائے، تو عوام نکل کر اسے کرسیِ اقتدار سے ہٹا دیتی

ہے، مگر یہ مجرمین فلسطین کے مقابل اسرائیل کے ہر جرم کی حمایت کرتے ہیں، اسرائیل سمیت امت مسلمہ کے ہر دشمن کو ہتھیار دیتے ہیں، اس کے مظالم میں اس کا دفاع کرتے ہیں، مگر حرام ہے کہ یہ عوام اس کے متعلق زبان بھی کھولے! سچ یہ ہے کہ یہ امریکی و مغربی عوام ہی ہیں کہ جن کے دم قدم سے یہ جرائم جاری ہیں۔ اگر یہ عوام کھڑی ہو جائے اور اپنے حکمرانوں کو مجبور کرے تو بہت جلد یہ مسلمانوں کے خلاف جارحیت سے ہاتھ کھینچ لیں گے۔

شیخ اسامہ رحمہ اللہ، ایبٹ آباد والے خطوط میں سے ایک میں امریکہ کے خلاف جنگ میں امریکی عوام اور بالخصوص وہ عوام جو امریکی حکومت کے فیصلوں پر اثرانداز ہوتی ہے کے کردار اور ان پر ضرب لگانے کے حوالے سے لکھتے ہیں، کہ امریکی تاریخ اس پر شاہد ہے کہ جب بھی امریکی عوام کے سر پر خطرہ آیا ہے تو حکومت اپنے فیصلے تبدیل کرنے پر مجبور ہوئی ہے، مثلاً آپ فرماتے ہیں کہ ویتنام کی جنگ میں اٹھاون ہزار تین سو اٹھارہ (58,318) امریکی فوجی مرے، فوجیوں کے مرنے سے امریکی جنگ نہیں رکی، جنگ رکی تو تب جب کارٹر[4] نے عوام کو جبری بھرتی کرنا شروع کیا تا کہ جنگ کو جاری رکھ سکے، تب امریکی عوام کھڑی ہوئی، احتجاج شروع ہوئے اور امریکی حکومت ویتنام سے نکلنے پر مجبور ہوئی۔ تو ان کافر حکمرانوں کے کافر عوام ان کے جرائم میں برابر شریک ہیں۔

شیخ ابو قتادہ پھر کہتے ہیں کہ اس بحث کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ حکمران اور عوام دونوں تاثیر کے لحاظ سے بھی برابر ہیں۔ (ظاہر ہے، ایک عام امریکی کو مارنے اور ٹرمپ کو مارنے میں فرق ہے۔ وہ جو کفر کا امام بنا بیٹھا ہے اس کی کچھ خباثت کچھ فساد یقیناً زیادہ ہے) اسی لیے اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ:

"کفر کے اماموں کے خلاف قتال کرو"۔[5]

استثناء: شیخ کہتے ہیں کہ ایک قوم جو آپ کے خلاف لڑ رہی ہے، اس کا فرد آپ کے قابو میں آیا اور آپ کو معلوم ہوا کہ یہ شخص اپنی قوم کے خلاف ہے، اپنی قوم کی سیاست کے خلاف بھی ہے تو شریعت پھر یہ نہیں کہتی کہ لازماً اس کے خلاف آپ وہ رویہ رکھیں جو اس کے حاکم کے ساتھ آپ نے رکھنا ہے، نہیں! پھر اس کے خلاف آپ بہتر رویہ رکھ سکتے ہیں اور سیرت میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔

ضروری تنبیہ... مسلمان قوم کا معاملہ مختلف ہے!

یہاں ایک اور موضوع کو کھولنا بھی ان شاءاللہ فائدے سے خالی نہیں ہو گا جو بہت ضروری ہے، کہ یہ جو بات ہو رہی ہے کہ جو ملک آپ کے خلاف لڑ رہا ہے اس کا بادشاہ ہی صرف آپ کا دشمن نہیں ہے بلکہ اسے بادشاہ بنانے والی قوم بھی آپ کی دشمن ہے اور اس قوم کے خلاف بھی آپ لڑ سکتے ہیں، آپ نائن الیون کر سکتے ہیں، آپ سیون سیون کر سکتے ہیں، ان کے شہری (بالغ مرد) اگر کہیں آپ کو ملیں تو آپ ان کو مار سکتے ہیں...... یہ ساری بات جو ہو رہی ہے یہ کفار کے بارے میں ہے۔ وہ ملک اور وہ قوم جو اصلاً نسلاً کافر قوم ہے تو اس کافر قوم کا جو حاکم طبقہ ہے، اس کے خلاف جب جہاد ہو گا، تو اس ملک اور بادشاہ کی عوام کے خلاف بھی پھر جہاد ہو گا، ان کی عوام کو کوئی تحفظ حاصل نہیں ہے۔ جیسے امریکہ، یورپ اور روس وغیرہ مسلمانوں کو مار رہے ہیں ان پر بمباریاں کر رہے ہیں مسلمانوں پر مظالم ڈھا رہے ہیں، اب کوئی اگر اٹھ کر یہ کہے کہ آپ نے اگر لڑنا ہی ہے تو صرف امریکی حاکم کے خلاف لڑیں، ٹرمپ، پیوٹن کے خلاف لڑیں تو یہ بات بالکل مردود ہے غلط ہے۔ اس لیے کہ امریکہ مسلمانوں کے خلاف جب لڑتا ہے تو یہ اس قوت کی بناء پر جو وہ عوام کے ٹیکسوں سے حاصل کرتا ہے، وہی قوم ان کو ٹیکس دیتی ہے، وہی عوام ان حکمرانوں کو منتخب کرتی ہے لہٰذا یہ انہی کے ساتھ شمار ہو گی۔

مسلمان اقوام کا معاملہ البتہ مختلف ہے۔ اسلامی سرزمینوں میں جہاں ہمارے اوپر کفر کے آلۂ کار حکمران مسلط ہیں اور ان کے خلاف جہاد ہو رہا ہے تو یہاں مسلمان عوام کا حکم وہ نہیں ہو گا جو کافر اقوام کی عوام کا ہے۔ خونِ مسلم کی حرمت قطعی ہے اور یہ حرمت واضح قطعی دلائل سے ہی ختم ہو سکتی ہے۔ یہاں عوام کا حکم مسلمان کا ہے، ان کا خون، مال اور عزت سب حرمت رکھتے ہیں، یہ تب ہی مباح ہو سکتے ہیں جب دلائلِ قطعیہ کے ساتھ ان میں سے کسی کا کافر ہونا معلوم ہو جائے یا یقینی طور پر کسی کی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ میں براہِ راست شرکت ثابت ہو جائے۔ علماء نے اس میں صراحت کے ساتھ احکامات لکھے ہیں کہ یہاں محض ووٹ ڈالنے یا ٹیکس دینے سے اہلِ اسلام کے خلاف محاربت ثابت نہیں ہوتی... لہٰذا یہاں اصل حکم کا اعتبار ہے اور اصل حکم یہ ہے کہ عوام مسلمان ہیں اور مسلمان کی جان و مال اور عزت و آبرو دوسرے مسلمان پر حرام ہے!

شیخ عطیۃ اللہ رحمہ اللہ کا ایک خط ہے جہادی امراء کے نام، یہ خط اس دور میں امراء کے نام لکھا گیا تھا جب پاکستان کے بعض شہروں میں عوام کے بیچ دھماکے ہوئے تھے، اس میں شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "فدائیوں کو جب بھیجتے ہیں تو انہیں سمجھایا کریں کہ ہم آپ کو کافروں (اور ان کے آلۂ کاروں) کے خلاف بھیجتے ہیں۔ جبکہ یہ بازاروں، پارکوں اور عوامی مقامات پر جو عوام ہے یہ مسلمان ہے، ان کے خلاف نہیں لڑنا، ان کے درمیان دھماکہ نہیں کرنا"۔ شیخ کہتے ہیں کہ "بعض اوقات تو ایسا لگتا ہے کہ جیسے بعض لوگ ان فدائیوں کو یہ کہہ کر بھی بھیجتے ہیں کہ دیکھو! یہ جو عوام ہیں یہ منافق ہیں، انہوں نے حق کے لیے اپنی زبانیں بند کر رکھی ہیں اور یہ طواغیت اور مرتدین کا ساتھ دیتے ہیں لہٰذا ان کو جیسے چاہو مارو۔ کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے اگر ان میں سے کوئی تمہارے ہاتھ سے قتل ہو جائے اور تم ان کا خون بہاؤ"۔ (بقیہ صفحہ نمبر ۱۹ پر)

[4] Jimmy Carter

[5] سورۃ التوبۃ: ۱۲

معرکۂ حجاب

فضیلۃ الشیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ

بسم الله والحمدلله والصلاة والسلام على رسول الله وآله وصحبه ومن والاه

دنیا بھر میں بسنے والے میرے مسلمان بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میری خواہش ہے کہ اپنے اس بیان کو اپنی مسلمان بہنوں، بالخصوص اُن بہنوں کے لیے مختص کروں جو حجاب کی حامل ہیں۔

اے میری بہنو!

آپ سے مخفی نہیں ہے کہ آج ہماری امت پر ہر طرف سے دشمن حملہ آور ہے۔ عسکری، سیاسی، نظریاتی، ثقافتی، تعلیمی اور اقتصادی میدانوں سمیت ہر ہر میدان میں ایک خطرناک جنگ ہے جو ہمارے اوپر مسلط کی گئی ہے۔ اس جنگ کا سبب یہ ہے کہ امتِ مسلمہ عصرِ حاضر کے اُس نظامِ ظلم کے سامنے بڑا خطرہ ہے جس کے ذریعے دنیا کے بڑے مجرمین یہاں حاکم بنے بیٹھے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ امتِ مسلمہ کے رگ وپے میں آج انتہا درجے کا ضعف سرایت کر گیا ہے اور شریعتِ اسلامی کو بھی عملاً متروک کیا گیا ہے مگر اس کے باوجود بھی حقیقت یہ تھی، ہے اور رہے گی کہ یہ امت ہی مجرمین کے عالمی نظامِ ظلم کے لیے عظیم خطرہ ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ امتِ مسلمہ خالص توحید والی امت ہے جبکہ نظامِ عالم کی یہ سرغنہ اقوام مشرک ہیں، ان میں سے اکثر نے مٹی کے بتوں کی پوجا تو آج چھوڑ دی ہے، مگر حقیقت میں یہ آج بھی اہلِ شرک ہی ہیں۔ ماضی کے بت کدے آج بھی آباد ہیں بس ان میں بت پہلے سے مختلف رکھے گئے ہیں۔ جو آج غالب ہے اسی کی خواہشِ نفس کی پوجا کی جاتی ہے۔ لذات اور مادی منفعت آج کے بت ہیں اور ان بتوں کے خمیر میں لادینیت، قوم پرستی اور طاقتور (ممالک) کی پرستش بھی گُندھی ہوئی ہے۔

پس امتِ مسلمہ عفت، پاکیزگی اور شائستگی والی امت ہے، جبکہ یہ اقوام شہوت کے گرد گھومتی ہیں، یہی شہوات کو پیدا کرتی ہیں اور پھر انہی کی تجارت کرتی ہیں۔ امتِ مسلمہ جہاد فی سبیل اللہ کرنے والی امت ہے جبکہ یہ اقوام چوری، ڈاکے اور غاصبانہ قبضے کی خاطر لڑتی ہیں اور پھر ان رذائل کو قومی مفاد اور ملکی استحکام کا نام دیتی ہیں۔

اسلام اور اہلِ اسلام کے خلاف ان اقوام کی صدیوں سے مسلسل جاری اس جنگ سے ان مجرمین نے سیکھ لیا ہے کہ امتِ مسلمہ کے اندر موجود عظیم طاقت کے اسباب، اس کا عقیدہ اور اس کی شریعت ہیں۔ پس یہ ہر طرح کی کوشش کرتے ہیں کہ امتِ مسلمہ سے اس کا یہ عقیدہ چھین لیں یا شریعتِ مطہرہ سے اسے دور کر دیں اور یہی وجہ ہے کہ اس امت کے خلاف نظریات وافکار اور تعلیم واعلام (میڈیا) کے میدان میں بھی یہ مسلسل برسرِپیکار ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ ہم عقیدۂ توحید چھوڑ بیٹھیں۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿...وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا...﴾ (سورۃ البقرۃ: ۲۱۷)

”اور یہ (کافر) تم لوگوں سے برابر جنگ کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ اگر ان کا بس چلے تو یہ تم کو تمہارے دین سے پھیر دیں۔“

ان کی چاہت ہے کہ ہم سیکولر، لادین اور ملحد بنیں یا نصاریٰ، سوشلسٹ اور منافع خور سرمایہ پرست... ہم جو مرضی چاہیں بن جائیں لیکن بس ایک اللہ کی عبادت کرنے والے حقیقی مسلمان ہم نہ رہیں۔ ان کی کوشش ہے کہ ہم عفت وحیا اور طہارت وشائستگی کو دور پھینکیں اور شہوات ولذات کے پُرفتن اور گندے سمندر میں ایسے ڈوب جائیں کہ جہاں پھر بدترین جانور بن کر کسی قسم کے دین واخلاق اور اصول ومبادیات کا لحاظ نہ ہو، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاللَّهُ يُرِيدُ أَن يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَن تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا﴾ (سورۃ النساء: ۲۷)

”اور خدا تو چاہتا ہے کہ تم پر مہربانی کرے اور جو لوگ اپنی خواہشوں کے پیچھے چلتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھے راستے سے بھٹک کر دور جا پڑو۔“

اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ آدم علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿وَيَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ○فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِن سَوْآتِهِمَا...﴾ (سورۃ الاعراف: ۱۹-۲۰)

”اور اے آدم! تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں رہو، اور جہاں سے جو چیز چاہو، کھاؤ۔ البتہ اس (خاص) درخت کے قریب بھی مت پھٹکنا، ورنہ تم زیادتی کرنے والوں میں شامل ہو جاؤ گے۔ پھر ہوا یہ کہ شیطان نے ان دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا، تاکہ ان کی شرم کی جگہیں جو ان سے چھپائی گئی تھیں، ایک دوسرے کے سامنے کھول دے...“

﴿...يَا بَنِي آدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا أَخْرَجَ أَبَوَيْكُم مِّنَ الْجَنَّةِ يَنزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْآتِهِمَا إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ (سورۃ الاعراف: ۲۷)

”اے آدم کے بیٹو اور بیٹیو! شیطان کو ایسا موقع ہرگز ہرگز نہ دینا کہ وہ تمہیں اسی طرح فتنے میں ڈال دے جیسے اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکالا، جبکہ ان کا لباس ان کے جسم سے

اتروالیا تھا، تاکہ ان کو ایک دوسرے کی شرم کی جگہیں دکھادے۔ اور وہ اور اس کا جتھہ تمہیں وہاں سے دیکھتا ہے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ ان شیطانوں کو ہم نے انہی کا دوست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔"

وہ ہمیں یہ سب اس لیے بنانا چاہتے ہیں کہ ہم انہیں مشرک، فاسق، فاجر اور شہوات کی بندگی کرنے والے ذلیل چور لٹیرے ڈاکوؤں کے طور پر نہ دیکھیں، بلکہ ان کے ان تمام تر جرائم ورذائل کے باوجود بھی ان کے مطیع اور فرمانبردار غلام بن کر رہیں۔

یہ کس قدر تعجب اور حیرانگی کی بات ہے کہ جس نے جاپان پر ایٹم بم گرایا، جو ویتنام میں پچاس لاکھ انسانوں کا قاتل ہے، جس نے ہماری زمینوں پر ناجائز قبضہ کیا، جس نے خلافتِ عثمانیہ کا خاتمہ کیا، جو ہمارے قلب میں اسرائیل کا خنجر گھونپنے کا مرتکب ہے، جس نے ہماری امت کو پچاس ٹکڑوں میں بانٹ دیا، جو ہماری ثروت و دولت پر ڈاکہ ڈال رہا ہے، بلکہ جس نے پوری انسانیت کے وسائل پر قبضہ کیا ہے، جو اپنے ذاتی مفاد کی خاطر اس پورے کرۂ ارض تک کی ماحولیات کو تباہ کر رہا ہے اور جو ہمارے اوپر مسلط ہر جابر و فاسد شخص کی تائید و مدد کرتا ہے ...... کیا یہ عجیب نہیں ہے کہ یہی ظالم اور مجرم آج ہمیں انسانی حقوق، تہذیب اور عدل وانصاف کی باتیں بتارہے ہیں؟

کیا یہ عجیب نہیں ہے کہ جس نے پوری دنیا پر، تمام اقوامِ عالم پر صرف پانچ مجرمین (ویٹو پاورز) کی 'قانونی' آمریت قائم کی ہے، آج وہی جمہوریت و مساوات کی بات بھی کرتا ہے؟ کیا یہ عجیب نہیں کہ جو خاتون کو اس کے حجاب سے منع کرتے ہیں، وہی آج ہمیں آزادیٔ نسواں کی باتیں بھی کر رہے ہیں؟ یہ وہ پوری جنگ ہے جو ہمارے خلاف لڑی جارہی ہے اور اے میری مسلمان بہن آپ اس جنگ کے خط اول پر کھڑی ہیں! یہ ہم سے اور اے میری مسلمان بہن آپ سے یہ چاہتے ہیں کہ آپ اپنے دین پر عمل، اپنی عفت و حیا اور اپنا حجاب و حسن اخلاق سب کچھ چھوڑ پھینکیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ آپ اللہ کے شعائر کی تعظیم نہ کریں، آپ اللہ کے اوامر کی اطاعت اور اس کے ذریعے اس کی قربت حاصل نہ کریں، ان کا مطالبہ ہے کہ آپ اپنی عبادت، دین اور حجاب کے ذریعے اللہ کی رضامت ڈھونڈیں اور اللہ کی بندی بن کر اس کی محبت حاصل نہ کریں۔ یہ بس صرف یہ چاہتے ہیں کہ آپ دین دشمن ملحدہ اور ہر اخلاق واصول سے عاری بن کر رہ جائیں۔ یہ ظالم یہ سب کچھ اس لیے چاہتے ہیں کہ انہیں علم ہے میری بہن کہ آپ اسلامی معاشرے کی ایک مضبوط ستون ہیں، آپ ماں، بہن، خالہ، چچی، بیوی اور بیٹی ہیں۔ آپ ہی اسلامی معاشرے کو اس کے اندر سے مضبوط کرتی ہیں۔ آپ تربیت کرتی ہیں، نئی نسل کو پالتی ہیں، اس کی رہنمائی کرتی ہیں اور اس کے سامنے نمونۂ عمل بن کر مثالیں پیش کرتی ہیں۔ آپ صبر کرتی ہیں اور صبر دلاتی ہیں، دلاسہ دیتی ہیں اور دین و جہاد پر تحریض دلاتی ہیں۔

کتنی مائیں ایسی ہیں کہ جن کے جگر گوشے شہید ہوئے، قید کیے گئے یا غائب کروائے گئے اور انہوں نے صبر کیا اور دوسروں کو صبر دلایا۔ کتنی بیویاں ایسی ہیں کہ جن کے شوہر اللہ کی راہ میں غائب کیے گئے، شہید ہوئے، قیدی بنے یا جلاوطن کیے گئے اور یہ بیویاں، باپ اور ماں دونوں بن کر پورے خاندان کی تربیت کرتی رہیں اور دوسروں کے لیے مثال بنی رہیں۔ کتنی بیویاں ایسی بھی ہیں جو اپنے مہاجر اور جلاوطن شوہر کے ساتھ دارِ ہجرت میں ساتھ دے رہی ہیں۔ انہوں نے راحت وسہولت کی زندگی پر تنگی و اجنبیت، اہل وعیال اور پیاروں کے ساتھ معیت والی زندگی پر ترکِ وطن کو ترجیح دی ہے اور یوں اہل وعیال، مال و مکان اور امن وامان کے لحاظ سے مستقل خوف اور غیر یقینی کی زندگی آج گزار رہی ہیں۔ ان میں سے اکثر ایسی بھی ہیں کہ جنہوں نے عیش و عشرت کی زندگی چھوڑدی اور آج دشت و بیابان میں خانہ بدوشوں کی طرح غربت و بیگانگی کی حالت میں جی رہی ہیں۔ پھر ان مہاجرات میں سے کتنی ہیں جو بیوہ ہوئیں، یتیموں کا بوجھ بھی ان کے سر پر پڑا، علاقہ بدر بھی کی گئیں، قید میں ڈالی گئیں، زخمی کی گئیں اور شہید بھی کی گئیں۔

کتنی مائیں، بیویاں اور بیٹیاں ایسی ہیں جو اپنے فرزندوں، شریک حیات اور والد کو خوشی خوشی جہاد میں نکلنے کے لیے رخصت کر رہی ہیں حالانکہ وہ نہیں جانتیں کہ زندگی میں دوبارہ کبھی ان پیاروں کا چہرہ بھی دیکھ سکیں گی یا نہیں؟

کتنی بہنیں ایسی ہیں جو اپنے مردوں کو ظلم و طغیان سے عبارت نظام کے خلاف احتجاج پر نکلنے کے لیے تحریض دیتی ہیں، حالانکہ انہیں علم ہوتا ہے کہ ان کے مرد زخمی ہوسکتے ہیں، قیدی بن سکتے ہیں یا شہید ہوسکتے ہیں۔

ان بہنوں میں سے کتنی ایسی بھی ہیں کہ جن کے مرد جب قید ہوئے تو انہوں نے چٹان بن کر صبر کیا، فراق اور خاندان کی مسئولیت کا بوجھِ گراں بھی اپنے کمزور کندھوں پر اٹھار کھا اور جب اپنے مردوں کے پاس جیل میں ملنے گئیں تو ان مردوں کا غم تو ہلکا کیا، انہیں حوصلہ دے کر ان کی جرأت و بہادری میں تو اضافہ کیا مگر اپنے اُن دکھوں اور غموں کو اُن سے چھپالیا جن سے یہ خود گزر رہی ہیں۔ کتنی، کتنی اور کتنی ہی ایسی بہنیں ہیں اور بلاشبہ ہماری امت میں ایسی بہنوں کی مثالیں لاکھوں میں ہیں!

اے ہماری عزیز بہنو! ایمان ویقین، صبر ورضا، نفس ومال سے جہاد، دنیا کی راحت و امیدوں کا خون کرنے اور اپنا عیش و عشرت قربان کرنے کے میدان میں ہم نے آپ کو انتہائی اعلیٰ مثالیں قائم کرتے دیکھا ہے۔

اے میری عظیم بہنو! آپ امت کے خلاف اس جنگ میں دشمن کے اولین اہداف میں سے ہیں!

اے میری محترم بہنو!

ان کی کوشش ہے کہ جو وسائل ان کے پاس ہیں، ان سے کسی نہ کسی طرح آپ کے ایمان و یقین کو ختم کردیں۔ جسمانی، فکری، اعلامی اور نفسیاتی کون سا میدان ہے کہ جس میں یہ تم پر زیادتی کرنے کے لیے تمہارے خلاف بڑھ نہیں رہے ہیں۔

پس ثابت قدم رہیے، صبر کیجیے اور حق کی خاطر ڈٹی رہیے۔ اللہ ہی سے مدد مانگتی رہیے اور اس طویل و عظیم سفر میں آپ کا زادِ راہ اللہ پر یقین ہو، شکر، صبر و رضا، ذکر و دعا اور اللہ مالک السموات والارض کے سامنے تواضع ہو... وہ اللہ کہ جو جب 'کُن' کہے تو 'فیکون' سب کچھ ہو جاتا ہے۔ ہم سب کمزور اور گناہ گار ہیں لیکن رحمتِ الٰہی سے پر امید ہیں، وہ ذات کہ جب اس سے معافی مانگی جائے اور اس کی طرف پلٹا جائے تو وہ معاف کر دیتی ہے اور جب اس سے مدد مانگی جائے تو وہ مدد کرتی ہے۔ پس ہم میں سے کوئی تھوڑا سا بھی راہِ حق سے اگر پھسل گیا، کوئی تھوڑا سا بھی اس طوفان کے رخ میں چلنے لگا، یا تھوڑا سا بھی شبہات اور شہوات کے زیر اثر آگیا تو فوراً اسے توبہ کرنی چاہیے، جلدی اسے اللہ سے مدد مانگنی چاہیے اور اس سے ہی ہدایت طلب کرنی چاہیے۔

﴿وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (سورۃ یوسف:۲۱)

"اور خدا اپنے کام پر غالب ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا﴾ (سورۃ الاحزاب:۳۵)

"بیشک فرمانبردار مرد ہوں یا فرمانبردار عورتیں مومن مرد ہوں یا مومن عورتیں، عبادت گزار مرد ہوں یا عبادت گزار عورتیں، سچے مرد ہوں یا سچی عورتیں، صابر مرد ہوں یا صابر عورتیں، دل سے جھکنے والے مرد ہوں یا دل سے جھکنے والی عورتیں، صدقہ کرنے والے مرد ہوں یا صدقہ کرنے والی عورتیں، روزہ دار مرد ہوں یا روزہ دار عورتیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد ہوں یا حفاظت کرنے والی عورتیں، اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد ہوں یا ذکر کرنے والی عورتیں، ان سب کے لیے اللہ نے مغفرت اور شاندار اجر تیار کر رکھا ہے۔"

وآخر دعوانا أن الحمدُ لله رب العالمين و صلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم

بقیہ: چراغِ راہ

شیخ کہتے ہیں کہ "یہ بہت بڑی برائی اور خرابی ہے اور یہ وسیع فساد کا ایک بہت بڑا راستہ ہے۔ ایسے اسلامی ممالک جن کے حکمران مرتدین ہیں، ان کی عوام کا اصل حکم اسلام کا ہے۔ ان میں نیک لوگ بھی ہیں اور غیر صالح بھی اور ان میں ایسے بھی موجود ہو سکتے ہیں جو کافر اور مرتد ہیں۔ ہاں! اگر آپ کو بالکل یقینی علم حاصل ہو جائے کہ بازار سے گزرنے والا فلاں شخص یقیناً کافر اور مرتد ہے—سب کا اصل حکم مسلمان ہونے کا ہے الا یہ کہ کسی دلیل اور برہان سے کسی کا کافر اور مرتد ہونا ثابت ہو جائے—جب پتا چل گیا کہ یہ کافر ہے تو پھر اس کا خون حلال ہے ...... لہٰذا عوام مسلمان ہیں باوجود اس کے کہ ان میں فسق و فجور ہو، باوجود اس کے کہ ان کے نیک اعمال میں کمی ہو حتیٰ کہ یہ جہاد بھی نہ کر رہے ہوں، اس سب کے باوجود یہ سارے مسلمان ہیں۔ اگر کسی نے قصداً ان کو قتل کیا یہ سمجھ کر کہ یہ جہاد نہیں کرتے اور نیک اعمال نہیں کرتے تو وہ گمراہ ہے، علم اور فقہ کی حدود سے نکلا ہوا ہے، حرام کا مرتکب ہے اس پر اللہ کا غصہ نازل ہو سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے شکست لائے اور دشمن کو مسلط کر دے"۔ شیخ پھر آگے فرماتے ہیں کہ "اگر آپ کسی ایسے مجاہد کو سنیں جو مسلمان عوام کے بارے میں ایسی باتیں کر رہا ہو تو آپ پر لازم ہے کہ علم شرعی کے ذریعے سے اس کا علاج کریں۔ یہ واجب اور لازم ہے کہ اس کا ہاتھ ہم پکڑیں جتنا جلدی ہو سکے اور اگر ایسا نہیں ہوا تو میں آپ کو ڈراتا ہوں اس کے برے نتائج سے۔ فوراً اس کی اصلاح کریں اور اسے اپنی پہلی ترجیح بنائیں"۔[6]

اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور اللہ ہم سے وہ کام لے جو اس کو پسند ہو اور جس سے دین و امت کی نصرت ہو سکے، آمین یارب العالمین۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

بے شک مسلمان ایک امت ہیں!

اگر کوئی مجھ سے پاکستان اور افغانستان کے مابین سرحدی تفریق کی بابت سوال کرے تو میں یہی کہوں گا کہ بیشک اسلام مسلمانوں کو ایک ہی امت قرار دیتا ہے اور اسلام میں کوئی ریاستی حدود نہیں۔ ہم مسلمان ایک ہی ہاتھ کی مانند ہیں، پس ہم افغانستان میں لڑتے ہیں اور پاکستان میں بھی۔ بلکہ ہم اسی طرح انشاءاللہ فلسطین، بوسنیا اور عراق میں بھی لڑیں گے۔ کیونکہ یہی ہم پر عائد فریضہ ہے۔ پس اسلام میں پاکستان اور افغانستان کی تقسیم کی کوئی حیثیت نہیں اور اسلام میں کوئی ریاستی حدود نہیں۔

شہید بیت اللہ محسود امیر صاحب رحمہ اللہ

[6] رسالة إلى أمراء المجاهدين

نشریات

معروف جہادی قائد کمانڈر مولانا عبد الجبار رحمۃ اللہ علیہ کی پاکستانی خفیہ اداروں کے ہاتھوں شہادت

القاعدہ برّ صغیر

ألحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه ومن والاه، أما بعد

قال اللہ تعالیٰ: مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا○(سورۃ الاحزاب:۲۳)

''انہی ایمان والوں میں وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا اسے سچا کر دکھایا۔ پھر ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اپنی نذر کو پورا کر چکے، اور کچھ وہ ہیں جو ابھی انتظار میں ہیں۔ اور انہوں نے (اپنے ارادوں میں) ذرا سی بھی تبدیلی نہیں کی۔''

ہم انتہائی دکھ کے ساتھ امتِ مسلمہ، پاکستان میں بسنے والے اہلِ ایمان سے عموماً اور مجاہدینِ اسلام سے خصوصاً، 'تحریکِ غلبۂ اسلام' کے امیر حضرت مولانا عبد الجبار رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت پر تعزیت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا عبد الجبار پر رحم فرمائیں، ان کے درجات بلند فرمائیں، ان کی شہادت کو قبول فرمائیں اور ان کے اہلِ خانہ کو صبرِ جمیل عطا فرمائیں، آمین۔

کمانڈر مولانا عبد الجبار رحمہ اللہ پاکستان کے ایک نامور جہادی قائد تھے۔ آپ نے ساری زندگی اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کیا، ایک ایسا جہاد جو شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں فرض کیا گیا ہے اور وہ جہاد جس کی حکمتِ عملی کا ماخذ بھی خود شریعتِ مطہرہ ہے نہ کہ کسی ملک کی فارن پالیسی، کور کمانڈروں کی سوچ و فکر یا آئی ایس آئی کے دماغوں کا نتیجہ۔ آپ رحمہ اللہ اسی نہج پر جہاد کرتے رہے اور اپنے آپ کو، اپنے ساتھیوں کو اور اپنے تنظیمی وسائل کو امریکہ کے خلاف جاری جہاد میں، امارتِ اسلامیہ افغانستان کے دفاع میں صرف کرتے رہے۔ اسی اثناء میں کہ جب امریکہ اور اس کے اتحادی افغانستان میں جنگ بری طرح ہار چکے ہیں، امارتِ اسلامیہ افغانستان اور اسلام و اہلِ اسلام کے دشمن امریکہ کی فرنٹ لائن اتحادی پاکستانی فوج کے خفیہ ادارے 'آئی ایس آئی' نے مولانا عبد الجبار کو اغوا کر کے لاپتہ کیا اور اپنے خفیہ عقوبت خانوں میں محبوس رکھا۔

مولانا عبد الجبار رحمۃ اللہ علیہ سے یہی مطالبہ کیا جاتا رہا کہ وہ اپنے منہجِ جہاد اور تنظیم کو کلیتاً آئی ایس آئی کے ماتحت کر دیں اور پاکستانی فوج کے تابع رہتے ہوئے، 'پیغامِ پاکستان' نامی 'بیانیے' کے مطابق ڈھل جائیں اور افغانستان میں جہاد کو ترک کر دیں۔ مولانا عبد الجبار صاحب نے امریکی اشاروں پر چلنے والی خفیہ ایجنسی کے شریعتِ مطہرہ سے ٹکراتے مطالبات کو ماننے سے انکار کر دیا۔ بالآخر ایک لمبا عرصہ حبسِ بے جا میں رکھنے کے بعد مولانا عبد الجبار صاحب کو خفیہ ایجنسیوں کے اہلکاروں نے شہید کر دیا اور ان کی نعش کو ہزاروں دیگر شہدائے اسلام کی طرح کسی سڑک پر پھینک دیا۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعونَ۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ○ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ○ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ○ الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِن بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ○ الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ○(سورۃ آلِ عمران:۱۶۹-۱۷۳)

''اور جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل ہوئے ہیں، انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا، بلکہ وہ زندہ ہیں، انہیں اپنے رب کے پاس رزق ملتا ہے۔ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے جو کچھ دیا ہے وہ اس پر مگن ہیں، اور ان کے پیچھے جو لوگ ابھی ان کے ساتھ (شہادت میں) شامل نہیں ہوئے، ان کے بارے میں اس بات پر بھی خوشی مناتے ہیں کہ (جب وہ ان سے آکر ملیں گے تو) نہ ان پر کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ اللہ کی نعمت اور فضل پر بھی خوشی مناتے ہیں اور اس بات پر بھی کہ اللہ مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ وہ لوگ جنہوں نے زخم کھانے کے بعد بھی اللہ اور رسول کی پکار کا فرمانبرداری سے جواب دیا، ایسے نیک اور متقی لوگوں کے لیے زبردست اجر ہے۔ اور وہ جن سے لوگوں نے کہا کہ ''تمہارے خلاف بڑی فوجیں جمع ہوئی ہیں، ان سے ڈرو''، تو یہ سن کر ان کا ایمان اور بڑھ گیا اور انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔''

مولانا عبد الجبار صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت پاکستان کی خائن فوج اور خفیہ ایجنسیوں کے چہرے کو مزید بے نقاب کرتی ہے اور ثابت کرتی ہے کہ یہ فوج اور خفیہ ایجنسیاں اسلام اور اہلِ اسلام کے دفاع کو جرم سمجھتی ہیں۔ دفاعِ اسلام کی غرض سے افغانستان میں جہاد فی سبیل اللہ کرنے کا 'جرم'، ان ایجنسیوں کے نزدیک قابلِ معافی نہیں اور اس کی سزا اغوا، لاپتہ کرنا، عقوبت خانوں میں تعذیب دینا اور قتل کر کے سڑکوں پر پھینک دینا ہے۔

اللہ تعالیٰ اہلِ اسلام کو سربلندی عطا فرمائیں اور مولانا عبد الجبار صاحب سمیت ہزاروں دیگر شہداء اور لاکھوں قیدیوں اور لاپتہ افراد کا انتقام اپنے مجاہد بندوں کے ہاتھوں لیں، آمین یاربّ العالمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله ربّ العالمين۔ وصلى الله على نبينا محمد۔

پریس ریلیز: PR_101_AQS

تاریخ: 29 ذوالقعدة 1440ھ بمطابق یکم اگست 2019ء

حضراتِ 'مولانا صوفی محمد' اور 'مولانا نور الہدیٰ' رحمۃ اللہ علیہما کا سانحۂ رحلت

القاعدہ برِّ صغیر

ألحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه ومن والاه، أما بعد

قال اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ: إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ...(سورۃ الفاطر:۲۸)

"اللہ سے اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو علم رکھنے والے ہیں۔"

حضرت مولانا صوفی محمد نوّر اللہ مرقدہٗ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا نور الہدیٰ نوّر اللہ مرقدہٗ کی وفات پر ہم پوری امتِ مسلمہ اور بالخصوص پاکستان میں بسنے والے اہلِ ایمان اور آپ دونوں حضرات کے اہلِ خانہ سے تعزیت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں حضرات پر رحم فرمائیں، ان کے درجات میں اضافہ فرمائیں، ان کی قبروں کو بقعۂ نور بنائیں اور ان کا معاملہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ فرمائیں، آمین یا ربّ العالمین۔

مولانا صوفی محمد صاحب رحمہ اللہ ایک نامور جہادی شخصیت تھے۔ مولانا صوفی محمد صاحب نے اپنی کہولت کے زمانے میں روسی جارحیت کا مقابلے کرنے کے لیے جہاد کے لیے افغانستان تشریف لے گئے۔ افغانستان میں جہادی ضربوں کے نتیجے میں روس کی پسپائی کے بعد مولانا صوفی محمد صاحب پاکستان دوبارہ تشریف لے آئے اور پاکستان میں نفاذِ شریعت کی مبارک محنت میں سرگرمِ عمل ہو گئے، آپ نے اس محنت میں جمہوری طرزِ سیاست کی شرعی نکتۂ نگاہ سے مخالفت کی اور زور دیا کہ اس طرزِ جدوجہد سے نظامِ باطل کو تقویت تو مل رہی ہے، لیکن اس طرز سے اسے تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ بعد ازاں امارتِ اسلامیہ افغانستان پر امریکی حملے کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک بار پھر آپ اپنی صلاحیتوں، وسائل اور جان کے ساتھ، امارتِ اسلامیہ کا دفاع کرنے کے لیے افغانستان پہنچے اور بر سرِ جہاد ہو گئے۔

مولانا صوفی محمد رحمہ اللہ نے طویل زمانے تک نفاذِ شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوشش جاری رکھی اور اسی اثناء میں جب سوات کے مجاہدین نے نفاذِ شریعت کا مطالبہ کیا تو آپ رحمہ اللہ نے اپنی کوششیں سوات کے مجاہدین کے ساتھ مجتمع فرما دیں۔ پیرانہ سالی کے باوجود آپ نفاذِ شریعت کی جدوجہد میں مگن رہے اور نفاذِ شریعت کے مطالبے اور جہاد فی سبیل اللہ ہی کے 'جرم' کی پاداش میں مولانا صوفی محمد کو پاکستان کے خفیہ اداروں اور فوج نے قید کر دیا۔

کئی سال جیل میں کاٹنے کے سبب آپ کی صحت بگڑتی گئی اور آپ کی جان کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے سو اس نقصان کے اندیشے کے سبب عوامی مزاحمت کے خوف سے حکومت و فوج نے آپ کو رہا کیا۔ لیکن جیل کی صعوبتوں کے سبب آپ کی صحت رُو بہ زوال رہی اور طویل علالت کے بعد آپ خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

شیخ الحدیث مولانا نور الہدیٰ صاحب اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے، اسی کے احکام پر جھکنے والے، حق کو ہزار مشکلوں اور آزمائشوں کے باوجود ببانگِ دہل بیان کرنے والے عالمِ دین تھے۔ آپ رحمہ اللہ نے امتِ مسلمہ کے مابین نزاعی معاملات کو ختم کرنے کے لیے کوششیں فرمائیں، جہاد اور نصرتِ جہاد کے لیے اپنے جان و مال، اپنے بیان اور اپنے قلم کو وقف فرمایا۔ مولانا نور الہدیٰ صاحب رحمہ اللہ نے ایسے زمانے میں جہاد و قتال کی تائید فرمائی اور 'استشہادی رفدائی حملوں' کا حکم شرعی بیان فرمایا جب اس عزیم و عظیم جہادی کارروائی کرنے والوں کو سرکاری و درباری 'بیانیوں' کے ذریعے مطعون اور اس عمل کو امریکی اشاروں پر 'غیر قانونی رحرام' قرار دیا جا رہا تھا۔

مولانا نور الہدیٰ رحمہ اللہ مجاہدین سے بے پناہ محبت رکھنے والے تھے اور آپ نے کئی بار امرائے جہاد کے سامنے اپنے آپ کو سمع و طاعت کے لیے پیش کیا اور صعوبتوں بھری ہجرت کے لیے مُصر رہے۔ کئی بار میادینِ جہاد میں اپنی پیرانہ سالی کے باوجود کٹھن سفر طے کر کے تشریف لائے۔ مولانا نور الہدیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اور وفات خود اس امر پر دلیل ہیں کہ موت و حیات کا مالک، تکلیف اور راحت دینے والا صرف ایک اللہ ربّ العالمین ہے۔ جعلی بیانیوں پر دستخط نہ کر کے آپ نے یہ ثابت کیا کہ اللہ ہی ہے کہ جس کی حاکمیت ہے اور موت کا وقت بھی معیّن ہے۔ مولانا نور الہدیٰ صاحب کا معاملہ حضرت خالد ابن الولید رضی اللہ عنہ کے فرمان (کے مفہوم) کے مصداق رہا، "میں دنیا بھر کے بزدلوں سے کہتا ہوں کہ جنگ (جہاد) کا مطلب موت نہیں ہے۔ اگر جنگ (جہاد) کا مطلب موت ہوتا تو میں خالدؓ بستر پر جان نہ دے رہا ہوتا!"۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

ان دونوں حضرات کی زندگی اس بات کی گواہی ہے کہ اگر اعلائے کلمۃ اللہ کی جدوجہد اور جس ریاست میں اسلام نافذ نہ ہو وہاں شریعت کے نفاذ کی پکار پر لبیک کہنے سے موت آتی تو مولانا صوفی محمد صاحب مولانا نور الہدیٰ صاحب اپنی طبعی موت کے سبب انتقال نہ فرماتے۔ حضراتِ مولانا صوفی محمد صاحب اور مولانا نور الہدیٰ صاحب کی جہادی کوششوں اور نفاذِ شریعت کی محنتوں میں علمائے کرام کے لیے جرأتِ اظہار و بیانِ حق کا سبق ہے۔ ان دونوں پیرانہ سال مجاہد حضرات کی زندگی بوڑھوں کے لیے تحریض اور جوانوں کے لیے غیرت کا پیغام لیے ہوئے ہے۔ اللہ پاک ان حضرات سے راضی ہو جائے اور اہلِ ایمان کو شریعت کی بہاریں دکھلانے کے لیے علماء، داعیانِ دین اور مجاہدین کو خصوصاً اور مسلمان عوام کو عموماً اپنی صلاحیتیں کھپانے والا بنائے، آمین یا ربّ العالمین۔ وآخر دعوانا أن الحمد للہ ربّ العالمین۔ وصلی اللہ علی نبینا محمد۔

پریس ریلیز: PR_102_AQS

تاریخ: یکم ذوالحجۃ 1440ھ بمطابق 02 اگست 2019ء

مع الأستاذ فاروق

معین الدین شامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں، بلاشبہ اللہ ہی کے لیے ہیں۔ وہ اللہ جو ہمارا ربّ ہے، ہمارا ہے، ہمارا اللہ ہے۔ اسی نے ہمیں پیدا کیا اور وہی ہمیں موت دیتا ہے اور بلاشبہ اس نے موت و حیات کو اس لیے پیدا کیا کہ وہ دیکھے کہ ہم میں سے کون ہے جو بہترین عمل کرتا ہے؟

مع الاستاذ فاروق، استاذ احمد فاروق کے ساتھ چند ملاقاتیں، ان کی چند یادیں، ان کی قیمتی باتیں، ان کی بعض ایسی باتیں جو مجھے خاص طور پر اچھی لگیں۔ میں استاذ کا محبوب ترین ان کی حیات میں تو شاید نہ تھا لیکن اللہ سے امید ہے کہ ان کی شہادت کے بعد ان شاء اللہ ان کے محبوب ترین لوگوں میں ضرور شامل ہو گیا ہوں گا۔ ہاں ان کی حیات میں ان کے محبوب تر لوگوں میں بہر حال شامل رہا۔ استاذ کی محبت کا حوالہ اس لیے اہم ہے کہ وہ ان شاء اللہ، ہمارے اللہ کے محبوب لوگوں میں سے ایک تھے۔ وہ میرے محبوب تھے اور میں ان کا، اور یہ محبت کی سنہری زنجیر ہے جو ہمارا اللہ کے دربار میں ذکر کا ان شاء اللہ ایک سبب ہے کہ ان شاء اللہ استاذ ہمیں بھولے نہیں ہیں۔

حضرتِ استاذ سے آج تک جتنی ملاقاتیں رہیں، سب کا احوال اور سب کی سب تو یاد نہیں، لیکن جتنی ذہن میں تازہ ہیں سب ہی لکھنے کا ارادہ ہے کہ یہ ان شاء اللہ توشۂ آخرت ہوں گی، مجھ سمیت حضرتِ استاذ کے محبّین کے لیے دنیا و آخرت میں فائدہ مند ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ صحیح بات، صحیح نیت اور صحیح طریقے سے کہنے والوں میں شامل فرمالے۔

نوٹ: ان سلسلہ ہائے مضامین میں جہاں بھی 'استاذ' کا لفظ آئے گا تو اس سے مراد شہید عالمِ ربّانی استاد احمد فاروق رحمہ اللہ ہوں گے۔

ہم وانا سے رخصت ہوتے ہیں

اس سے پہلے کہ اس نشست کے لیے کچھ لکھوں، اس بات کا اعتراف لازمی ہے کہ راقم استاذ کے محبّین میں سے ایک ہے، ان کے شاگردوں میں صفِ آخر کا تلمیذ۔ یہ سارا بیان دراصل میرے مشاہدات ہیں اور مشاہدات اپنے زاویۂ نظر و فکر کے عکاس ہوتے ہیں۔ اس لیے بہت سے ایسے پہلو اس سلسلہ ہائے تحاریر میں پائے جاسکتے ہیں جو شایانِ استاذ نہ ہوں۔ سو ان کو میری خطا سمجھنا چاہیے اور ان سے درگزر بھی لازمی ہے۔ راقم نے یہ سلسلہ ایک ساکت تالاب میں کنکر کے طور پر شروع کیا تھا اور اپنی کم مائیگی اور بے بضاعتی کے احساس کے ساتھ قلم بند کرنا شروع کیا تھا ورنہ حقِ قارئین، حقِ تاریخ اور حقِ استاذ یہی ہے کہ اس کام کے اہل حضرات ہی اس پر قلم اٹھاتے۔ یہ سلسلہ دراصل ان لوگوں کے لیے ہے جن لوگوں کا مزاج زیرِ نظر قسم کی تحریر پڑھنے کا ہوتا ہے۔ اللہ پاک شر کو میری باتوں سے دور فرمادے اور ذہن و قلم صائب راہ پر لگادے، آمین۔

پچھلی نشست میں ناموسِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بات ہوئی تھی۔ یہ دروس دینے کے بعد استاذ کو واپس اپنی جگہ پر جانا تھا۔ استاذ کے جاتے جاتے میں نے ان سے کہا کہ حضرت! اعلامیوں کو بھی محاذوں کی جانب جانا چاہیے... اس پر استاذ نے فرمایا کہ بالکل جانا چاہیے اور یہ قلب کے زنگ کو اتارنے کے لیے لازمی ہے۔ سچی بات ہے کہ محاذ پر جانے کا خیال اور محاذ پر گزرتے لمحے دراصل انسان کا بہترین تزکیہ کرتے ہیں۔ چونکہ محاذوں پر توپوں کی گھن گرج ہر وقت اس اندیشے کو پروان چڑھاتی ہے کہ نجانے کس دھماکے کی آواز کے ساتھ کس میزائیل یا کس گولے یا گولی کا پارچہ قلب و جگر کو چیر جائے اور کب موت آجائے، سو دھیان بفضل اللہ دنیا کی مادّی و حقیر چیزوں، صلاحیتوں، مال و جاہ وغیرہ کی طرف جاتے ہوئے ڈگمگاتا ہے۔ استاذ نے جواب دینے کے بعد فرمایا کہ آپ کی تشکیل ہم جلد انگور اڈہ کی طرف کریں گے، بس آپ جاری اعلامی کاموں سے فارغ ہو لیں۔

یہ فرمانے کے بعد استاذ روانہ ہو گئے اور غالباً تین ماہ کے بعد پھر شرفِ ملاقات اور ساتھ رہنے کا موقع ملا۔ اسی کے ذیل میں مجھے استاذ کا ایک قول یاد آگیا، آپ نے فرمایا:

''شیخ ابو ولید الانصاری (فلسطینی) مسجد الحرام میں کعبۃ اللہ کے سائے تلے تعلیم و تعلم دین کرتے رہے لیکن کہتے ہیں کہ جو فیضانِ علم میدانِ جہاد میں برسا اس کا مقابلہ ہی نہیں۔ شیخ ابو دجانہ پاشا، ایک ٹانگ اسی میدان میں شہید ہو جانے کے بعد اسی میدان میں ڈٹے ہیں کہ جو فیوض و برکات یہاں (میدان میں) ہیں وہ کہیں اور نہیں۔ پس یہاں کے فیوض و معارف کا کسی اور جگہ سے مقابلہ ہی نہیں۔''

پچھلی نشست میں ذکر ہوا تھا کہ ہم ابو سیف بھائی کے پڑوسی بن کر رہ رہے تھے سو ان پر بات بھی قرض ہے لیکن اس سے پہلے اپنے ایک محبوب انصار کا ذکر لازمی ہے۔

ہم سارے یہاں جن انصار کے ساتھ رہ رہے تھے انہی کے ایک بھائی نے مجھ سے ایک دن کہا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ گے اور پھر کبھی ہمارا حال بھی نہ پوچھو گے، پھر کہنے لگے 'مہاجر بے وفا ہوتے ہیں!'۔

میں جہاد میں نوزائیدہ تھا اس لیے اس وقت اس کا جواب میں خود بھی نہ جانتا تھا، بلکہ شاید مجھے اس انصار کی بات ہی سمجھ میں نہ آئی۔ لیکن جواب یہ ہے کہ مہاجر بے وفا نہیں ہوتے، مجبور ہوتے ہیں۔ مہاجر بے چارے کا نہ اپنا وطن ہوتا ہے اور نہ ہی اپنا ساز و سامان۔ نہ اس کے پاس رابطے کا ذریعہ ہوتا ہے اور نہ ملنے کی سبیل۔ بعض دفعہ مہاجر ایسی صورتِ حال میں انصار کی طرف سے نکلتا ہے جس کا بیان ممکن نہیں۔ مہاجر انصار کو یاد کرتا رہتا ہے اس کے حق میں دعا کرتا رہتا ہے۔ سبحان اللہ... پچھلی نشستوں میں ایک واقعے کا ذکر تو میں بالکل ہی بھول گیا جو ابھی انصار کے ذکر سے یاد آیا ہے۔ ہم جب مصعب بھائی رحمہ اللہ کے پڑوس میں رہ رہے تھے تو انہی دنوں کا ذکر ہے کہ ایک انصارِ جہاد جنہیں سب 'داد ک' کہتے تھے کی شہادت کی خبر ملی۔

داد ک رحمہ اللہ سے شیخ احسن عزیز رحمہ اللہ کے زمانے میں نصرت و ہجرت کا تعلق بنا تھا۔ شیخ احسن عزیزؒ کے بعد بھی اس تعلق کو استاذ رحمہ اللہ نے خوب نبھایا اور جاری رکھا۔ داد ک وزیر قوم کے وانا میں بڑے ملکان یا مشران (بزرگوں) میں سے تھے اور دوست و دشمن ہر ایک کے یہاں ان کا ایک مقام و مرتبہ تھا۔ استاذ داد ک سے کتنی محبت رکھتے تھے اور تعلق کی نوعیت کیسی تھی؟ اس سے میں زیادہ واقف نہیں کہ میں نے تو داد ک کو کبھی دیکھا بھی نہیں۔ لیکن داد ک کے واقعۂ شہادت سے ہی پورے تعلق پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔

استاذ کو جب داد ک کی شہادت کی خبر ملی تو نم اور بے چین و سرخی مائل آنکھوں کے ساتھ استاذ ہمارے مرکز میں آئے۔ پھر اسی کیفیت میں استاذ نے داد ک کی شہادت کی خبر سنائی۔ کچھ دیر کے بعد استاذ داد ک کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے اور غالباً ایک روز بعد واپس آئے۔ استاذ بہت زیادہ غمگین تھے اور بار بار داد ک کا نام لیتے اور اپنے مخصوص انداز سے سر کو ہلاتے اور زمین پر نظریں مرکوز کر لیتے اور آہ سی بھرتے۔

داد ک کو پاکستانی فوج نے کسی بات چیت کے لیے (دھوکے سے) کوہاٹ شہر کی چھاؤنی میں بلایا تھا اور ان کے ساتھ امارتِ اسلامیہ افغانستان کے ایک مجاہد کمانڈر 'سمیع اللہ قندھاری' صاحب بھی تھے، سمیع اللہ بھائی بھی شیخ احسن عزیز رحمہ اللہ کے تعلق داروں میں سے تھے۔ سمیع اللہ بھائی کا ایک انٹرویو مجلّہ حطین کے دوسرے شمارے میں ''سرزمینِ خراسان کی تازہ داستان'' کے عنوان کے تحت چھپا ہے۔ ان دونوں حضرات کو اس بہانے بلا کر ایجنسیوں نے لاپتہ کر دیا یوں ایک عرصہ تک خفیہ ایجنسی نے انہیں قید رکھا پھر آٹھ نو ماہ کا عرصہ گزرا تو جہاد و دین دشمنی میں فوج نے ان دونوں حضرات کو شہید کیا اور نعشیں لکی مروت چھاؤنی کے باہر پھینک دیں۔ بعد ازاں ان کے اجساد کو وانا لایا گیا، جس کے بعد استاذ بھی وہاں گئے۔

داد ک کی شہادت پر ہمارے ابو سیف بھائی بھی بہت غم ناک تھے۔ ابو سیف بھائی کا تعلق صوبۂ سرحد کے علاقے دِیر سے تھا۔ ابو سیف بھائی ایک فاضل عالمِ دین تھے۔ آپ کا اصل نام 'بہلول' تھا۔ خلیفہ ہارون الرشید کے قصوں میں جن بہلول کا ذکر ملتا ہے تو ان بہلول کی ایک نمایاں صفت حق بات بیان کرنے میں بے باکی بھی ہے۔ ہمارے ابو سیف بھائی میں بھی یہ صفت بہت زیادہ تھی۔ ان کو جو چیز غلط لگتی تو اس کو بغیر ملامت کی پروا اور بغیر کسی خوف کے بیان کرتے۔ اگر کسی بات میں بعد ازاں معلوم ہوتا کہ وہ خود غلطی پر تھے تو نہایت تواضع کے ساتھ چھوٹے کے سامنے بھی اظہارِ ندامت کرتے۔ ابو سیف بھائی، مولانا سعید اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کے رشتے دار تھے۔

راقم ابو سیف بھائی کو چاچا ابو سیف کہتا کہ راقم کی عمر کے تو ان کے بچے تھے۔ چاچا ابو سیف جوانی میں ہی راہِ جہاد کے راہی بنے اور پہلے افغان جہاد، ضد الروس کا حصہ رہے۔ وہاں کے معسکرات کے بھی بعض دفعہ قصے سنایا کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ وہاں ایک استاد تھے جن کو ان کے مجاہد شاگرد ابو ظالم کہتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ استاد جسمانی چستی، ورزشوں، کثرتوں اور دیگر عسکری مشقوں اور تربیت میں بہت سختی کیا کرتے تھے۔ وہیں کے معسکرات اور مراکز میں ... چاچا نے بتایا... کہ ہر روز کھانے میں سرخ لوبیا ہوتا تھا، جس کی اصل وجہ قلتِ اموال تھی۔ ایک دن کسی مجاہد نے کسی ذمہ دار ساتھی سے پوچھا کہ ہمیں ہر وقت لوبیا کیوں ملتا ہے؟ اس پر ذمہ دار نے جواب دیا، اس لیے کہ لوبیے سے خون بنتا ہے! جواباً یہ بذلہ سنج ساتھی بولا 'اور جو روزانہ لوبیا دیکھ کر خون جلتا ہے، اس کا کوئی شمار ہی نہیں!'، اور محفل کشتِ زعفران بن گئی۔

امریکہ اور اس کے حلفاء کے خلاف جہاد کی دعوت ابو سیف چاچا کو خود استاذ نے دی تھی۔ چاچا کی اسلام آباد میں ایک دکان تھی، اس دکان پر استاذ اپنے رفیق مولانا سعید اللہ کے ساتھ جایا کرتے تھے اور یہی آنا جانا دعوتِ جہاد کا سبب بھی بنا۔

ابو سیف چاچا کی ایک نمایاں صفت حد درجے کی بے تکلفی تھی۔ ایک دن وانا میں راقم سہیل بھائی رحمہ اللہ کے گھر بھائی فیضان کے ساتھ گیا، تو ان کی بیٹھک میں ابو سیف چاچا پہلے سے موجود تھے اور کھانا کھا رہے تھے۔ ابو سیف چاچا نے مجھے بھی شریک ہونے کی دعوت دی۔ کھانا کم تھا سو میں شامل نہ ہوا اور کوئی بہانہ کر دیا، جس سے ابو سیف چاچا سمجھے کہ میں نے کھانا کھایا ہوا ہے یا بھوک نہیں ہے، حالانکہ بھوک لگی تھی۔ فیضان بھائی نے سہیل بھائی کے آنے پر ان سے کہا کہ اس کے لیے بھی کھانا لے آیئے، اگر ہو تو۔ یہ سننا تھا کہ ابو سیف چاچا غصے میں آ گئے۔ بولے 'جب بھوک لگی ہے تو کھاتا کیوں نہیں؟ تکلف کرتا ہے؟'، بس میں ڈر کے مارے ان کے ساتھ بیٹھ گیا اور چپ چاپ کھانے لگا۔ ابو سیف چاچا چند لمحوں بعد مسکرائے اور کہا کہ 'بھوک لگی ہے تو کھاؤ، یہ تکلف اچھی چیز نہیں!'۔

چاچا ابو سیف کی مہمان نوازی ایسی تھی کہ کم ہی لوگ ایسے مہمان نواز ہوں گے۔ ان کے دستر خوان پر، مہمان کے لیے ہر نعمت سجائی جاتی جو انہیں میسر ہوتی۔ ان کے یہاں جب راقم بھی چند روز مہمان رہا تو ناشتے میں یوں ہوتا کہ پراٹھے، کوئی سا سالن، انڈے، بالائی، مربہ، شہد اور چائے۔ ناشتہ سورج نکلنے کے آدھے گھنٹے کے اندر اندر ہوتا تھا۔ تقریباً دس بجے کے قریب سبز چائے یعنی قہوہ آ جاتا اور اس کے ساتھ خشک میوہ جات، نمکو وغیرہ لازمی ہوتے۔ پھر قبل از

نمازِ ظہر دوپہر کا کھانا، جو خود پر تکلف ہوتا۔ بعد از نمازِ ظہر پھر سے چائے ہوتی۔ عصر کے بعد پھر چائے اور میوہ جات وغیرہ کا دور چلتا۔ مغرب کے معاً بعد رات کا کھانا جو صبح کے ناشتے اور دوپہر کے کھانے سے زیادہ پر تکلف ہوتا۔ مہمان جتنے دن رہتا وہ اسی طرح کی بنا تعطل کے مہمان نوازی سے متمتع ہوتا رہتا۔ پھر یہی نہیں، بلکہ مہمان... بلکہ ساتھ موجود مجاہد ساتھیوں کے کپڑے دھونا دھلوانا اور عمدگی سے انہیں تہہ کر کے رکھوانا یہ بھی مستقل معمولِ چاچا ابو سیف تھا۔

چاچا ابو سیف آزمائشوں پر صبر کرنے والے تھے اور راضی برضائے الٰہی رہتے۔ چاچا کا ایک بیٹا (جو ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچا تھا) اپنی ہی غلطی سے، حادثاتی طور پر گرنیڈ پھٹنے سے شہید ہو گیا تھا۔ بیٹے کی غلطی کا قلق چاچا کو اس قدر تھا کہ ان کے ساتھ رہنے والے کہتے ہیں کہ شاید چاچا اس کو قتلِ خطا سمجھتے تھے۔ اپنے بیٹے کی محبت میں، بیٹے کی طرف سے کفارے کی غرض سے چاچا نے مستقل بلا تعطل دو ماہ تک روزے رکھے، حتیٰ کہ چاچا کہ طبیعت اس کے سبب ناساز رہنے لگی، لیکن چاچا کے صبر میں کمی واقع نہ ہوئی، اللہ پاک آپ کے بیٹے کو جوارِ رحمت میں جگہ دے اور جنتوں میں اس سارے خانوادے کو جمع فرمائے۔ اللہ پاک یہ دعا سب اہلِ ایمان کے حق میں قبول فرمالیں، آمین۔

چاچا کے ایک ذمہ دار نے بتایا کہ چاچا کی استاذ کے مجموعے میں اداریات (مینجمنٹ و سودا سلف و خریداری وغیرہ) کی ذمہ داری تھی۔ اس ذمہ داری میں پیسوں کے آنے جانے کا بہت دخل تھا۔ یوں کئی بار ہوتا کہ چاچا سے امورِ جہاد میں پیسے خرچ ہو جاتے لیکن حساب پاس نہ ہوتا۔ چاچا مستقل اس کا مداوا ذاتی جیب سے کرتے۔

ایک بار چاچا اپنے انہیں ذمہ دار کے پاس گئے اور کہا کہ میرے پاس (اپنی اہلیہ کا) کچھ زیور ہے، آپ یہ بیت المال میں داخل کر کے اس کی قیمت مجھے ادا کر دیجیے... مجھے کچھ نقدی کی ضرورت ہے، اگر میرے پاس بعد میں رقم ہوئی تو میں نقد آپ کو ادا کر دوں گا اور زیور واپس لے لوں گا۔ ان ذمہ دار نے استاذ سے بات کی تو استاذ نے اجازت دے دی۔

یہ ذمہ دار بھائی تقریباً اسّی ہزار روپے لے کر چاچا کے پاس گئے، چاچا نے زیور دے دیا اور رقم لے لی اور گننے لگے۔ چاچا نے دس ہزار روپے اس میں سے نکال لیے اور ستّر ہزار واپس ذمہ دار ساتھی کو دے دیے اور کہا کہ اس کو بیت المال میں جمع کر دو۔ ذمہ دار ساتھی نے حیرت سے پوچھا کیوں؟ تو کہنے لگے کہ مجھ سے پیسے خرچ ہوتے رہتے ہیں، نامعلوم کیا حساب کتاب ہو تو بس یہ بیت المال میں داخل کر لیں...... سبحان اللہ...... یہ ہے بیت المال کے متعلق ان اللہ والوں کا تقویٰ۔ اللہ کا ایسا خوف کہ یہ قصے کہانیاں سُن اور جان کر وقتِ سلف کے واقعات یاد آجائیں۔

ہر طرح کی خدمت میں چاچا اپنے آپ کو پیش پیش رکھتے۔ خاص کر مجاہدین کے لیے مراکز اور گھروں کے تعمیراتی کام میں۔ تعمیراتی کام میں بھی ان کی صفتِ تواضع نمایاں رہتی کہ ایسے کام جنہیں بعض شرفا کو کرتے ہوئے طبعاً (نہ کہ بوجہِ تکبر) ناگواری محسوس ہوتی ہے جیسے بیت الخلاء کی تعمیر، اس میں بھی بیت الخلاء کی 'سیٹ' نصب کرنا، نالی بنانا اور کھڈا کھودنا... تو اس سب میں بھی چاچا سب سے آگے ہوتے بلکہ کسی اور کو یہ کام کرنے ہی نہ دیتے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

ان کی تواضع کے ایک دو واقعات لکھ کر موضوعِ اصلی کی طرف لوٹتا ہوں۔ چاچا کو چائے[7] بہت مرغوب تھی اور چائے بھی خوب میٹھی۔ ایک روز مصعب بھائی ان کے لیے چائے لائے اور چینی کم ڈلی ہوئی تھی اور ساتھ میں اضافی بھی موجود نہ تھی، چاچا نے بغیر کسی مشکل کا تاثر دیتے ہوئے ساری چائے پی لی، بعد ازاں مصعب بھائی کو خیال آیا تو وہ بہت نادم ہوئے اور چاچا سے معذرت کی، چاچا نے کہا کہ کوئی بات نہیں۔

اسی چائے کا ایک قصہ یہ ہے کہ کسی نے ایک بار ان کو چائے پلائی۔ شاید چائے بنانے والا باریک چینی استعمال کرتا تھا اور اس کے سامنے باریک چینی کے ڈبے کے بجائے موٹا دانے دار نمک تھا۔ چائے بنانے والے نے چینی کے بقدر نمک ڈالا، چائے کاڑھی اور ابو سیف چاچا کے سامنے لا کر رکھ دی۔ چاچا نے اپنے فنجان میں چائے ڈالی اور ساری پی لی۔ ماتھے پر ایک سِلوٹ بھی نمو دار نہ ہوئی، حالانکہ اتنے نمک والی چائے نمکین چائے پینے والے بھی نہیں پیتے، یہ تو زہر ہوتی ہے۔ بعد ازاں وہ چائے بنانے والا ساتھی آیا اور اپنے لیے چائے ڈالی اور پہلے ہی گھونٹ پر اس پیالۂ زہر کی حقیقت سے واقف ہو گیا۔ فوراً چاچا سے معافی مانگی، لیکن چاچا نے محسوس ہی نہ ہونے دیا کہ ان کو کوئی تکلیف پہنچی ہے۔

ایک روز چاچا نے خود بتایا کہ شیخ احسن عزیز نے چاچا کے پاس کسی کو بھیجا اور پچھوایا 'ابو سیف بھائی! آپ نے کبھی زیکویک[8] چلائی ہے؟'۔ ابو سیف بھائی نے کہا ہاں۔ جواب حاصل کرنے والے نے تاثر لیا کہ ان کو چلانی نہیں آتی اور شیخ احسن عزیز کو بتا دیا۔ شیخ کو کچھ تامل ہوا اور انہوں نے چاچا کو خود بلایا اور پوچھا۔ چاچا نے کہا کہ چلائی ہے۔ شیخ نے پوچھا کب اور کہاں چلائی ہے؟ اس پر چاچا نے بتایا کہ: ''افغانستان جہاد ضد الروس میں ایک بار ہم ایک مورچے میں تھے جہاں زیکویک نصب[9] تھی۔ اس مورچے کے قریب ایک روسی بمبار ہیلی کاپٹر آگیا۔ ایک مجاہد

---

[7] جب پاکستانی اعتبار سے چائے کہا جاتا ہے تو مراد ہوتی ہے دودھ والی چائے، جس میں کالی پتی ڈلتی ہے۔ ورنہ افغان قوم کے یہاں عموماً چائے سبز قہوہ یا کالا قہوہ ہی ہوتی ہے، بعض جگہوں پر دودھ والی بھی ہوتی ہے۔

[8] یہ ایک دیو ہیکل اینٹی ائیر کرافٹ گَن (Anti-Aircraft Gun) ہوتی ہے جس کا اصل نام Zenitnaya Ustanovka-23 ہوتا ہے، اس کا قطر ۲۳ ملی میٹر ہوتا ہے، اور اسے Anti-Aircraft twin barreled autocannon کہتے ہیں۔

[9] اس کا وزن ایک ٹن کے قریب ہوتا ہے۔

ساتھی گیا اور اس نے زیکویک سے اس ہیلی کاپٹر پر فائر کھولا۔ ہیلی کاپٹر نے بھی شیلنگ کی جس کے نتیجے میں ساتھی شہید ہو گیا۔ اب دوسرے نے اس شہید کی جگہ لی اور وہ بھی شہید ہو گیا۔ چاچا کہتے ہیں پھر میں اس دوسرے شہید کی جگہ پر گیا اور میں نے اس ہیلی کاپٹر پر فائر کیا اور دشمن بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔ بس یوں چلائی ہے میں نے زیکویک۔‘‘

شیخ یہ سن کر حیران رہ گئے اور اپنے مجموعے کی زیکویک کی دیکھ بھال و انتظام پر چاچا کو مامور کر دیا۔

ہمارے چاچا ابو سیف نے اپنی جوانی، کہولت اور بڑھاپے کے قریب کا زمانہ سارا ہی جہاد میں کھپا دیا۔ داڑھی اور سر کے بال سفید ہو گئے تھے اور ہاتھوں اور ماتھے پر جھریاں پڑ گئی تھیں۔ لیکن اسی عالَم میں آپ کی تشکیل امارتِ اسلامیہ افغانستان کے صوبے کنڑ میں ہوئی اور آپ امریکی ڈرون سے فائر کردہ ایک میزائیل کا نشانہ بنے اور جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی اور رتبۂ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کی تھکاوٹ کو شہادت سے بڑھ کر کوئی ایسی چیز نہ تھی جو ختم کرتی۔ اللہ پاک آپ کے ورثاء اور اولاد کی کفالت کرے۔ جو خطا آپ سے ہو گئی ہو تو اس پر مغفرت سے نوازے، آمین یا ربّ العالمین۔

پچھلی مجلسِ استاذ میں ذکر تھا کہ استاذ نے ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر، صلیبی گستاخ ڈنمارک پر ہونے والے فدائی حملے کے لیے اپنی جہد لگائی۔ ایک بات معلوم نہ تھی جو آپ کے ایک معتمدِ خاص نے بعد ازاں بتائی۔ معلوم ہوا کہ استاذ نے جب اپنے مجموعے کے فدائی ساتھیوں میں سے دو، شفیق بھائی اور عثمان بھائی کو بھیجنے کا فیصلہ فرمایا تو استاذ کے قریبی ایک ساتھی نے اس پر تحفظات کا اظہار کیا اور کہا کہ ایک تو یہ دونوں ساتھی بہت قیمتی ہیں اور کئی دیگر کاموں میں لگائے جا سکتے ہیں، دوسرا یہ کہ ان کی شہادت کی صورت میں پیچھے شہر میں ساتھیوں کا بڑا نقصان ہو سکتا ہے، ان کو کیوں بھیجتے ہیں؟

اس پر استاذ نے فرمایا کہ ’ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا مسئلہ ایسا معاملہ ہے کہ اس میں جس قدر بہترین سے بہترین ساتھی کو پیش کیا جائے اچھا ہے!‘، یوں ان دونوں کو روانہ کیا (تفصیل دسویں نشست میں گزر چکی ہے)۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کارروائی میں بڑھ چڑھ کر استاذ کی شرکت کی دو وجوہات تھیں، ایک تو پچھلی نشست میں گزری ہے... استاذ کا جذبۂ عشقِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسری وجہ شیخ اسامہ بن لادن کی وہ قسم تھی کہ ’فلتثكلن امهاتنا ان لم ننصر رسول الله صلى الله عليه وسلم‘، یعنی ’ہم پر ہماری مائیں روئیں، اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کا انتقام لے کر) آپ کی نصرت نہ کریں!‘۔ یوں استاذ نے عشقِ رسالت کے دعوے کو عمل کی تعبیر دی اور شیخ اسامہ کی قسم کو پورا فرمایا۔

وانا میں استاذ سے ملنے کے لیے میرے مرشد قاری اسامہ ابراہیم غوری رحمہ اللہ تشریف لائے۔ آپ کے وانا آنے کے کئی مقاصد تھے اور انہی میں سے ایک کمپیوٹر سکیورٹی کا دورہ[10] کروانا تھا۔ ہماری استاذ سے وانا میں آخری ملاقات یہی دورہ تھا۔ اس دورے میں استاذ، ان کے نائب اور برادرم داؤد غوری کے ساتھ راقم کو بھی شریک ہونے کا موقع ملا۔

استاذ کے مجموعے میں کمپیوٹر سکیورٹی کا تعارف سب سے پہلے مرشد نے ہی کروایا۔ مرشد کے ایک مالدیپی استاد تھے جن کو مرشد ’استاد عبد القادر‘ کے نام سے یاد کرتے تھے۔ مرشد نے یہ فن اولاً انہیں سے سیکھا اور پھر اس میں خود آگے بڑھے اور درجن کے قریب افراد کو اس کا دورہ کروایا اور ان کا فیض آج تک جاری ہے۔ مرشد رحمہ اللہ کی ایک نمایاں صفت یہ تھی کہ جو خیر کی چیز سیکھتے تو اولاً اس پر عامل ہو جاتے اور ثانیاً اس کو آگے سکھاتے اور مستقل تحریض دلاتے رہتے۔ یہاں بھی مرشد نے یہی کیا۔

وانا آئے، ہمارے مرکز میں آئے تو انہوں نے ہمیں بتایا کہ ایک دورہ منعقد ہونا ہے۔ پھر چند دن میں استاذ اور ان کے نائب تشریف لے آئے۔ استاذ اس دورے میں بڑے ادب سے مرشد کے سامنے رہتے حالانکہ، عمر، مقام و مرتبے اور علم میں استاذ بڑے تھے، لیکن یہاں استاد کی حیثیت مرشد کی تھی سو استاذ کا لائقِ پیروی اسوہ ہمیں یہاں بھی دیکھنے کو ملا۔ اس دورے میں استاذ نے کئی بار مرشد سے اس خاص فن میں رہنمائی اور مشورے طلب کیے اور ان کی روشنی میں آئندہ کی منصوبہ سازی کا ارادہ بھی کیا۔

یہ دورہ تقریباً تین دن تک جاری رہا۔ مرشد نے کمپیوٹر سکیورٹی اور انٹرنیٹ سکیورٹی کے جو فنون سیکھے تھے، سبھی آگے منتقل کر دیے۔ یوں ہمارے مجموعے میں کمپیوٹری امنیات کی فضا بھی بننا شروع ہو گئی جو بفضل اللہ اس وقت دیگر مجموعات میں بھی پھیلی اور پاکستان و برِّ صغیر کے دعوتی، اعلامی، استخباراتی، عسکری شعبوں میں بھی نافذ العمل رہی۔ دورے کے مندرجات، یہاں کا محل نہیں کہ انہیں بیان کیا جائے، پھر بھی صرف چند شعبہ جات کا ذکر لازمی ہے۔ اس دورے میں کمپیوٹر میں موجود مواد (Data) کو محفوظ بنانے، پیغام رسانی کو محفوظ ذرائع سے سرانجام دینے اور اپنے نظام بنانے پر پڑھایا پڑھایا گیا۔ اس کی شرعی اہمیت پر بھی بات ہوئی اور اس سب کو نافذ کرنے کی بھی۔

چونکہ میری یادداشت کے مطابق میری وانا میں استاذ سے یہ آخری ملاقات تھی، اس لیے کمپیوٹری سکیورٹی امور پر عمل درآمد کرتے میں نے استاذ کو اس وقت نہیں دیکھا۔ لیکن چند ماہ بعد جب دوبارہ ملنے کا موقع ملا اور ایک طویل عرصہ مستقل ساتھ رہنے کی سعادت حاصل ہوئی تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ کئی ہفتے کی محنتِ شاقہ کے بعد استاذ نے اپنے ڈیٹا کو کئی اعتبار سے محفوظ بنایا۔ (بقیہ: صفحہ نمبر ۵۴ پر)

[10] Course

گیارہ ستمبر کے مبارک حملوں کی داستان

شیخ ابو بصیر ناصر الوحیشی شہید رحمۃ اللہ علیہ
اردو ترجمہ: فیضان چودھری

شیخ ابو بصیر رحمہ اللہ شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ کے رازدان اور قریبی ساتھی تھے، اس مضمون میں آپؒ نے گیارہ ستمبر کی کارروائیوں کے حملہ آوروں، اس کارروائی کی تنفیذ کرنے والوں، القاعدہ سے منسلک مجاہدین کی عمومی سوچ وفکر اور امارت اسلامیہ افغانستان کے مجاہدین خاص کر امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کا ذکر کیا ہے۔ چونکہ یہ گفتگو مجاہد ساتھیوں کی محفل میں گپ شپ کے انداز میں کی گئی ہے اس لیے اس مضمون میں شاید باہمی ربط جوڑنا مشکل ہو لیکن اس میں بہت سے قیمتی تجربات اور نادر واقعات شیخ ابو بصیرؒ نے بیان کیے ہیں۔ (ادارہ)

ہمارے مذہبی دینی معاشروں میں برپا جہادی تحریکیں جاہلیت کا اور اس جاہلیت کے حاملین کا سامنا کر رہی تھیں، ان کا یہ ٹکراؤ اور معرکہ نہایت شدت اختیار کرتا جا رہا تھا کیونکہ جہادی تحریکیں مسلمان عوام کو یہ سمجھانے میں کامیاب نہ ہو پا رہی تھیں کہ دراصل اُن کے اہداف کیا ہیں اور اُن کے جہادی تحریک کو کھڑا کرنے کے پیچھے کیا مقاصد ہیں؟ جس کی وجہ سے ان کا منشور اور قضیہ عام عوام کی سمجھ سے بالاتر بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ جہادی تحریکوں کے مقاصد اُن کے لیے ناقابلِ فہم تھے۔

اس مرحلہ پر اسلامی دنیا میں بہت سی جہادی تحریکیں موجود تھیں جو کہ امتِ مسلمہ کے مختلف علاقوں میں جہاد فی سبیل اللہ کی عبادت سرانجام دے رہی تھیں، وہ نہایت ہی اخلاص، شدت اور جذبے کے ساتھ مقامی طواغیت کے خلاف برسرِپیکار تھیں، جس کا نتیجہ یہ تھا کہ کبھی مجاہدین کا پلڑا بھاری ہو جاتا اور کبھی نظام وطواغیت ان پر حاوی ہو جاتے۔ مجاہدین نہایت ہی شدید حالات میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ طواغیت اور نظام اکثر وبیشتر جہادی تحریک کو مختلف وسائل وطریقہ کار کے ذریعے سے گھیرنے میں کامیاب ہو جاتے جو ہماری اس گفتگو کا موضوع نہیں ہے، کہ کیسے انہوں نے اسلحہ حاصل کیا؟ انہوں نے امت مسلمہ کے دفاع میں لڑنے والوں کے گرد اپنا گھیرا کیسے تنگ کیا؟ کس طرح وہ عامۃ الناس کے اذہان کو اپنے قابو میں کر پائے؟ انہوں نے ذرائع ابلاغ کے ذریعے سے معصوم لوگوں کے ذہنوں کو کیسے اپنے حق میں موڑ لیا؟ لیکن مختصر عرض یہ ہے کہ مجاہدین اور جہادی تحریکوں کے گرد گھیرا تنگ ہو چکا تھا، چنانچہ اسے افغانستان کی صورت میں ایک بہترین ٹھکانہ میسر آیا جہاں اکٹھے ہونے کے بعد بھی دشمن کی جانب سے اس کا پیچھا نہ چھوڑا گیا بلکہ تمام عالمی ومقامی طواغیت اس کے درپے ہو گئے۔

ہماری جہادی قیادت نے اس صورتحال کا نہایت ہی درست انداز میں تجزیہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ کیا اسباب ہیں جن کی بابت جہادی تحریک کو اس مشکل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور اس مشکل سے نکلنے کا کیا حل ہے؟ اس موضوع پر گفت وشنید کے لیے کابل وقندھار میں مشائخ کی آپس میں بہت سی مجالس منعقد ہوئیں۔

شیخ اسامہؒ کی سوچ یہ تھی کہ جہادی تحریک کو ایک ایسے دشمن کا سامنا کرنا چاہیے جس کا کفر واضح ہو بجائے اس کے کہ اس دشمن کا کفر شدید ہو۔ لہٰذا اگر مرتدین اور مقامی طواغیت شدید اور گندے کافر ہیں تو عالمی صلیبی صہیونی اتحاد کا کفر نہایت واضح اور روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ یعنی آپ کے ساتھ دو افراد بھی یہود ونصاریٰ کے خلاف قتال کرنے پر اختلاف نہیں کریں گے لیکن اگر آپ مقامی طواغیت اور مرتد حکمرانوں کے خلاف اپنے ملک میں قتال شروع کر دیں گے تو آپ کے اپنے لوگ ہی آپ کے خلاف کھڑے ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ دینی اور جہادی جماعتیں بھی اس ہدف پر آپ کے ساتھ متفق نہیں ہو پاتیں، جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان جہادی ودینی جماعتوں کی اپنی ترجیحات ہوتی ہیں مثلاً وہ آپ سے کہیں گے کہ ہم مقامی حکمرانوں کے خلاف فی الحال قتال شروع نہیں کر سکتے، وغیرہ وغیرہ......

ایسے افکار کے حاملین کا یہ بھی کہنا تھا کہ......

حق کو واضح کرنے کے بعد ہی آپ کو مقامی طواغیت کے خلاف قتال شروع کرنا چاہیے کیونکہ بعد میں قتال کے زور وشور میں حق کو واضح کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ مثال کے طور پر آپ نے سعودی شاہی خاندان کے خلاف جہاد کا علم بلند کیا تو سب سے پہلے آپ کے خلاف کون کھڑا ہو گا؟ بہت سی دینی تحریکیں! کیوں؟ کیونکہ وہ اس معاملہ میں آپ کے ساتھ ہم آہنگ نہیں، وہ کہیں گی کہ ہمارے پاس استطاعت نہیں ہے، ہمارے لیے فی الحال ممکن نہیں ہے، تمہاری وجہ سے ہم بھی مشاکل ومسائل کا شکار ہو جائیں گے، تم ہمیں بھی جیل کی سلاخوں کے پیچھے بند کرواؤ گے۔ ان کے ساتھ مقابلہ اور لڑائی میں جلدی نہ کرو، وقت کا انتظار کرو، یہ وقت نہیں ہے، یعنی اس قسم کی گفتگو کرتے ہیں اور اس قسم کی توجیہات پیش کرتے ہیں۔

اسی لیے شیخ رحمہ اللہ کا کہنا تھا کہ ''ہم اپنے دشمنوں میں سے واضح دشمن کی جانب رخ کریں گے جو کہ امریکہ ہے۔ اس پر تمام لوگ متفق بھی ہیں کہ یہ ہمارا دشمن ہے، اسلام کا دشمن ہے۔ لہٰذا ہم لوگوں کو فتنے میں مبتلا نہیں کرنا چاہتے اور نہ ہی ہم انہیں کسی شش وپنج میں رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ اس لیے کیونکہ آپ کے ساتھ ہر مسلمان امریکہ کے کفر اور اس کے خلاف قتال کے

لیے موافق ہے۔ لہٰذا یہ تو فائدہ ہمیں ضرور مل جائے گا کہ اسلامی تحریکیں خود بخود اس واضح کفر کے خلاف آپ کی ہم نوا ہو جائیں گی"۔

چنانچہ ایسے افکار و خیالات کے گرد افغانستان میں موجود جہادی تحریک کے مابین بہت سے مذاکرے اور بحث مباحثے ہوئے۔ لہٰذا وہاں موجود اکثر و بیشتر جماعتیں اس منہج کے حوالے سے مکمل طور پر متفق اور قائل تھیں۔ وہ اس امر پر شیخ اسامہ کے ساتھ متفق تھے کہ ہم یہودیوں اور صلیبیوں کے خلاف ایک اسلامی جہادی محاذ قائم کریں گے۔ بعض جماعتوں نے اس سے اختلاف بھی کیا مثلاً لیبیا کی ایک جہادی جماعت نے یا مصر کی جماعت الاسلامیہ نے پہلے موافقت ظاہر کی لیکن بعد میں اس نے اپنے موقف بلکہ نفس جہاد ہی سے رجوع کر لیا، اسی طرح مراکش کی ایک جہادی تنظیم نے بھی اس موضوع سے اختلاف کیا لیکن اکثر جہادی جماعتیں اور افراد شیخ اسامہ کے ہم نوا تھے کہ یہودیوں اور امریکیوں کے خلاف قتال ہونا چاہیے۔

یہ اتفاق اور موافقت ۱۹۹۸ء میں ہوئی چنانچہ شیخ نے ۱۹۹۸ء ہی میں خوست کے مقام پر ایک پریس کانفرنس بلوا کر "عالمی محاذ برائے قتالِ یہود و امریکان" کا اعلان فرمایا۔

یہ وہ وقت تھا جب افریقہ میں بالعموم امریکہ کو ضرب لگانے کی تیاری اپنے آخری مراحل میں داخل ہو چکی تھی۔ اس لیے شیخ کی یہ بھرپور کوشش تھی کہ زیادہ سے زیادہ اجتماعات اور مجالس کا انعقاد کیا جائے تا کہ زیادہ سے زیادہ افراد کو اس منہج اور سوچ و فکر پر اکٹھا کیا جا سکے، ان سے بحث مباحثے کا باب کھولا جائے اور ایک نتیجے و موقف پر اکٹھا ہوا جائے، اس سے قبل کہ حالات تنگ ہو جائیں اور امریکہ کی جانب سے مزید دباؤ میں اضافہ ہو۔ یوں ایک ماہ کے عرصہ ہی میں کینیا اور تنزانیہ کے امریکی سفارت خانوں پر کارروائیاں ہو گئیں۔ ان کارروائیوں کے بعد بعض جہادی جماعتوں نے شیخ سے اختلاف کیا کہ ہم امریکہ کو مارنے کی استطاعت نہیں رکھتے اور اس طرح تو آپ تمام افغانستان اور جہادی نظام کے لیے مشکلات کھڑی کر دیں گے۔ لیکن شیخ نے نہایت نرمی سے ان کے ساتھ بحث کی اور انہیں سمجھایا کہ 'کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم پہلے ایک ایجنٹ کے پیچھے پڑیں، پھر اسے ختم کر کے دوسرے کے پیچھے جائیں، پھر تیسرے اور پھر آخر میں ایجنٹوں کے باپ امریکہ کو ہدف بنائیں؟ کیا یہ بہتر نہیں کہ ہم ایک ہی بار ایجنٹوں کے باپ اور سرغنہ کے خلاف محاذ کھولیں اور اسے آن واحد میں متحد ہو کر نشانہ بنائیں تا کہ اس کا زبردست طریقے سے اختتام ہو سکے'۔

ان کارروائیوں کے بعد صلیبیوں کے خلاف کارروئیوں کی منصوبہ بندی میں تیزی آ گئی، اور بہت بڑی تعداد میں لوگ اس منہج اور سوچ کے ساتھ موافق ہوتے ہوئے مختلف جماعتوں سے شیخ اسامہ کے پاس آ کر اکٹھے ہونا شروع ہو گئے۔ اس عرصہ میں امریکہ کو زمین سے نشانہ بنایا جا چکا تھا، سمندر میں اس پر حملے کی کوششیں بھی زیر غور تھیں مگر فضا سے حملہ کرنا کسی کے ذہن میں نہ تھا اور نہ ہی جہازوں کو استعمال کرنے کی سوچ و فکر موجود تھی۔

ایک صاحب تھے جن کا نام محمد البطوطی تھا، یہ صاحب مصر سے تعلق رکھتے تھے اور البطوطی پائلٹ کے نام سے معروف تھے۔ اللہ ہی بہتر جانتے ہیں کہ یہ پائلٹ کون تھے مگر انہوں نے ایک جہاز جس میں مصری و اسرائیلی افسران سوار تھے ان سمیت اپنے جہاز کو سمندر میں ڈبو ڈالا اور سب کے سب افسران جہنم واصل ہو گئے۔ جب یہ واقعہ پیش آیا تو شیخ اسامہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جہاز کو کسی عمارت میں لے جا کر کیوں نہیں مارا۔ چنانچہ اس کے بعد سے یہ سوچ و فکر پنپنا شروع ہوئی اور اس سوچ کو دوام ملنا شروع ہوا کہ جہاز اُن عمارتوں کے ساتھ ٹکرائے جائیں جو ہمارا ہدف ہیں۔ غرض یہ بنیادی سوچ و فکر تھی۔

تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ جب روس افغانستان میں لڑ رہا تھا اور اسے مجاہدین کے ہاتھوں ہزیمت اٹھانی پڑی یہاں تک کہ وہ خوار اور تباہ و برباد ہو کر افغانستان سے نکلا... وہ زوال پذیر ہوا۔ اس عرصہ میں بھی مجاہدین کے مابین یہ سوچ و فکر عام موجود تھی کہ امریکیوں کو بھی نشانہ بنایا جائے۔ شیخ عبد اللہ عزام رحمہ اللہ مجاہدین کے مابین اس جدید فکر کو عام کرتے، اور آپ کے آخری خطبوں میں سے کسی ایک خطبہ میں یہ بات ہے کہ آپ نے فرمایا: "اگر اللہ مجھے زندہ رکھیں تو میں آپ لوگوں کو بم بنا کر امریکیوں پر برساؤں گا[11]"۔ غرض شیخ عبد اللہ عزام مغرب اور اس کی افواج کے خلاف شدید رائے رکھتے تھے۔

خالد شیخ محمد فک اللہ اسرہ، مجاہدین کے بڑے بزرگوں اور رہنماؤں میں سے تھے اور اس دور میں اللہ تعالیٰ کے اولیاء میں سے تھے، جن کے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ نے امریکیوں کو کاری ضرب پہنچانے کا عظیم کام لیا۔ اسی طرح رمزی فک اللہ اسرہ، یعنی رمزی یوسف جو کہ خالد شیخ محمد کے بھانجے تھے۔ یہ عظیم بطل اور اللہ کے اولیاء میں سے ایک ولی جنہیں جیل کی آزمائش سے گزرنا پڑا اور وہ اس عظیم فتح اور کامیابی یعنی گیارہ ستمبر کے حملوں کی خوشی کا ذائقہ نہ چکھ سکے... اللہ انہیں رہائی دیں، آمین۔

اسی طرح 'ازمرے' جن کے بارے میں شیخ اسامہ رحمہ اللہ کا کہنا تھا کہ: "میں اس سے بڑھ کر کسی کو شجاع نہیں پاتا، اس شخص کے تو دل میں خوف نام کی کوئی شے موجود ہی نہیں ہے"۔

یہ حضرات اپنی ایک کارروائی کی کوشش میں مگن تھے جس میں ان کا ہدف امریکی صدر بل کلنٹن کی متوقع طور پر عیسائی پوپ کی فلپائن کے دورے کے موقع پر ملاقات کے دوران حملہ تھا... اس مقصد کے لیے بارود کی تیاری اور بارودی سرنگیں بنانے میں مشغول تھے۔ 'ازمرے' مائن بنا رہے تھے کہ اچانک کچھ خرابی پیش آئی اور بہت کثیف دھواں نکلنا شروع ہو گیا اور دھواں اس اپارٹمنٹ سے باہر آنے لگا جہاں وہ رہائش پزیر تھے۔ ساتھیوں نے

[11] یعنی فدائی حملے کرواؤں گا۔

صورتحال پر قابو پانے کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ملی تو وہ فرار ہو گئے۔ جب فائر بریگیڈ وہاں پہنچا تو اس کا گمان تھا کہ اندر کوئی جلا ہوا شخص ہو گا لیکن اندر جب کسی کو نہ پایا تو انہیں اصل منصوبہ کی خبر ہو گئی۔ لیکن تمام ساتھی فرار ہو چکے تھے۔ ازمرے ایک قبرستان میں جا کر بیٹھ گئے جبکہ رمزی و خالد شیخ بھی فرار ہو گئے۔

اس کے بعد ازمرے فلپائن سے نکلنے کی کوشش میں تھے تو ایئرپورٹ کے باہر شک کی بنیاد پر حکام نے انہیں گرفتار کر لیا اور انہیں جیل میں بند کر دیا۔ اس بھائی کو اللہ نے بہت ذہانت سے نوازا تھا، وہ بہت ذہین اور شجاع تھے۔ انہوں نے ہر چیز کی تربیت حاصل کر رکھی تھی یہاں تک کہ مجاہدین کے پاس آنے سے قبل وہ ایک جزیرہ پر گئے تاکہ حیوانات اور مگرمچھوں کے ساتھ جنگ کرنے کا فن سیکھ سکیں۔ انہیں جہاز سے پھینکا جاتا تھا عین جنگل کے مابین جہاں وہ ان وحشی جانوروں سے لڑائی کرتے تھے۔ انہیں جسمانی تربیت بہت مرغوب تھی اور اس کا جنون تھا، اسی طرح وہ نہایت مہم پسند (Adventurous) اور چیلنج قبول کرنے والے تھے۔ ازمرے جیل میں اس قابل ہوئے کہ وہ جیلر پر قابو پا لیں چنانچہ انہوں نے اس پر قابو پایا اور اسلحہ لے کر جیل سے فرار ہو گئے۔ پھر پشاور میں اپنے ساتھیوں سے رابطہ کیا کہ میں فلاں جگہ پھنسا ہوا ہوں مجھے پاسپورٹ ایک مقام پر بھیجو اور جب تم پہنچو گے تو میں تم سے دوبارہ رابطہ کروں گا اور اپنی خاص جگہ تمہیں بتاؤں گا۔ ہمارے ساتھی ان کے پیچھے پاسپورٹ کے ہمراہ فلپائن پہنچے اور اللہ کے حکم سے وہ ازمرے سے ملے اور دوسری مرتبہ وہ ایئرپورٹ سے نکلنے میں کامیاب ہوئے اور سفر کر کے ساتھیوں کے پاس آ پہنچے، الحمدللہ۔

رمزی یوسف نے ایک مرتبہ فلپائن میں ایک غیر ملکی جہاز میں مائن رکھی، وہ مائن پھٹی مگر جہاز تباہ نہ ہو سکا کیونکہ جس سیٹ کے نیچے انہوں نے مائن رکھی تھی وہاں ایک بجلی کا پوائنٹ تھا، جب مائن پھٹی تو وہ مقام تو تباہ ہوا مگر اس نے پورے جہاز کو نقصان نہ پہنچایا۔ یہ مائن رمزی نے خود رکھی تھی اور وہ یہ مائن رکھ کر خود اس قابل ہو سکے کہ راستے میں ایک ایئرپورٹ پر جب جہاز رکا تو وہ خود اتر گئے اور پیچھے مائن پھٹی، جس میں ٹائمر نصب تھا۔

خالد شیخ محمد فک اللہ اسرہ کویت میں رہتے تھے اور وہ اخوان المسلمین کے ساتھ تھے۔ انہوں نے نوجوانی میں ایک مرتبہ ایک تھیٹر ڈرامہ کیا جس میں انہوں نے ایک ایسے نوجوان کا کردار ادا کیا جو اکثر یہ پوچھتا تھا کہ امریکی جہاز کیسے گرایا جاتا ہے۔ وہ اس وقت ایک کم عمر نوجوان تھے۔ یہ ڈرامہ موجود ہے میں نے اسے نیٹ پر تلاش کروانے کی کوشش کی مگر مجھے نہیں مل سکا، ایک بھائی کے ذمہ میں نے لگایا ہے کہ اگر وہ ڈرامہ مل سکے، شاید اس کا نام معلوم نہیں اگر نام معلوم ہو جائے تو شاید مل سکے، واللہ اعلم۔ الغرض خالد شیخ ہی تھے جنہوں نے اس ڈرامہ کو تحریر کیا تھا، یعنی وہ چھوٹی عمر ہی سے اس بارے میں سوچ بچار کرتے تھے، اللہ انہیں رہائی دیں۔ بعد میں انہوں نے ایک مرتبہ ۱۲ امریکی جہازوں کو ایک ساتھ ہی فضاء میں تباہ کرنے کے منصوبہ کے بارے میں منصوبہ بندی شروع کی۔ آپ کا مجموعہ مغربی ممالک میں کام کرنے والا ابتدائی مجموعہ تھا۔

شیخ اسامہ کی خالد شیخ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے خالد کے سامنے اپنی عمارتوں کو نشانہ بنانے کا منصوبہ پیش کیا جبکہ خالد نے اپنا منصوبہ یعنی ہوا میں تباہ کرنے کا پیش کیا، چنانچہ یہ دونوں افکار اور منصوبہ اکٹھے ہوئے اور منصوبہ اور بہتر ہوا۔ چنانچہ اب ایسے ساتھیوں پر غور شروع ہوا جن کے پاس بیرونی پاسپورٹ تھے یا جو امریکہ کا سفر کر سکتے تھے۔ ان میں ایک ساتھی شیخ عبد الرحمان تھے۔ ابتدائی افراد میں ایک بھائی ربیعہ جن کا نام نواف حازمی رحمہ اللہ تھا اور خالد المحضار بھی شامل تھے جنہیں امریکہ بھجوایا گیا تاکہ وہ جہاز اڑانے کی تربیت حاصل کریں۔ انہیں اس مقصد کے لیے شیخ اسامہ نے بھجوایا تھا جبکہ وہ اپنے اصل اہداف سے بالکل بے خبر تھے۔ یہ جب اپنی تربیت مکمل کر کے آئے تو ان کے ہمراہ بھائی مروان الشحی بھی تھے جو کہ متحدہ عرب امارات سے تعلق رکھتے تھے اور پائلٹ تھے۔ یہ قندھار آئے اور جرمنی میں موجود اپنے ساتھیوں کے بارے میں بتایا اور اجازت طلب کی کہ میں جرمنی جاؤں۔ لیکن شیخ نے انہیں کہا کہ وہ ان کے ہمراہ دو ہفتے رہیں۔ اسی دوران محمد عطاء، زیاد الجراح اور رمزی بن الشیبہ تین ساتھی بھی آ گئے۔ غرض یہ چار ساتھی تھے بشمول مروان الشحی کے۔ اب شیخ اسامہ نے مروان الشحی سے کہا کہ وہ جائیں اور جرمنی میں اپنے ساتھیوں سے رابطہ بحال کریں۔

شیخ اسامہؒ ان نوجوانوں سے بہت زیادہ محبت رکھتے تھے۔ اور انہوں نے ان بھائیوں کا بہت عرق ریزی سے چناؤ کیا تھا۔ شیخ ان پر بہت قریبی نظر رکھتے اور ہر ساتھی کی ذاتی طور پر سرپرستی و رہنمائی فرماتے اور اگر وہ دور ہوتے تو اکثر ان ساتھیوں کے بارے میں پوچھتے رہتے تھے۔ بالخصوص وہ مجموعہ جس کے خالد امیر تھے اور جس میں معتز، عکرمہ، جہاد، جلیبیب اور مہند الشہری شامل تھے جبکہ دوسرا مجموعہ جو ہمارے ساتھ موجود تھا یعنی وائل، ولید، ابوہاشم اور احنف۔ ان دونوں مجموعوں کے بارے میں شیخ بہت زیادہ فکرمند رہتے اور ان کے لیے زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔

جہاں تک بھائی محمد عطاء، طارق اور رمزی کا تعلق ہے تو انہیں شیخ نے امر کیا کہ وہ امریکہ چلے جائیں۔ یہ بات محمد عطاء کے نفس پر بہت بھاری گزری کیونکہ وہ امریکہ اور مغرب کی طرزِ زندگی سے بیزار تھے اور انہیں دوبارہ جانا قطعاً ناپسند تھا۔

رمزی اور طارق امریکہ چلے گئے مگر جب محمد عطاء کی باری آئی اور انہیں کہا گیا کہ اللہ پر توکل کریں اور نکلیں۔ ہم نے انہیں رخصت کیا تو وہ رونا شروع ہو گئے، بہت شدید روئے اور کہنے لگے کہ میں جانا نہیں چاہتا، میں اسی مبارک سرزمین پر رہنا چاہتا ہوں۔ لیکن شیخ نے انہیں تسلی دی کہ "اے محمد! آپ کا وہاں کام زیادہ افضل ہے"۔

محمد عطاء ایک صالح نوجوان تھے جو مغرب سے شدید نفرت رکھتے تھے اس کے طرز حیات سے نفرت کرتے تھے۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ مغرب کے لوگ خنزیر کھاتے ہیں اور دیگر ایسے حرام کاموں کے مرتکب ہوتے ہیں، نعوذ باللہ۔

انہوں نے ہمیں سلام کیا اور پاکستان چلے گئے۔ پاکستان میں ایک ٹیکسی کے ذریعے سے منتقلی کے دوران ان کا پاسپورٹ گم ہو گیا کیونکہ انہیں لے جانے والے خالد شیخ گاڑی میں ایک لفافہ بھول گئے جس میں ان کا پاسپورٹ تھا۔ جب وہ اترے تو محمد عطاء سے خالد شیخ نے کہا کہ: میرا لفافہ گاڑی میں رہ گیا ہے اور اسی میں تمہارا پاسپورٹ تھا تو محمد نے خوشی سے کہا اللہ اکبر! خالد شیخ نے دیکھا تو حیران ہو کر کہا کیا تم دیوانے ہو؟ محمد نے کہا اب تو میں واپس افغانستان جاؤں گا۔ خالد شیخ نے مختلف اخباروں میں گمشدہ پاسپورٹ کا اشتہار دیا اور انعام کا اعلان بھی کیا۔ الحمدللہ پاسپورٹ مل گیا اور محمد عطاء امریکہ روانہ ہو گئے۔

حملہ آوروں میں سے بعض بھائی بلادِ حرمین جاتے، جہاں سے امریکی ویزہ حاصل کر کے وہ امریکہ روانہ ہوتے اور اسی رستہ سے واپسی بھی کرتے۔ اسی عرصہ میں میڈیا پر طالبان کے بارے میں گفتگو بڑھ گئی اور ان پر آہستہ آہستہ شیخ اسامہ سے متعلق دباؤ بڑھایا جانے لگا اور کہا گیا کہ طالبان عالمی نظام حکومت سے خارج ہو کر کام کر رہے ہیں۔ اسی عرصہ میں شیخ اسامہ ذرائع ابلاغ کے ساتھ بھی رابطہ میں رہا کرتے تھے۔

انہی دنوں ساتھیوں کے مابین یہ گفتگو جاری رہتی تھی کہ کیا طالبان امریکہ کے خلاف کارروائی کرنے کے بعد دباؤ برداشت کر پائیں گے یا نہیں۔ اور کیا امریکہ کے جوابی حملہ کو سہہ سکیں گے۔ مجھے یاد ہے میں نے شیخ اسامہ سے سوال کیا تھا کہ افغانستان میں جنگ کتنے سال جاری رہے گی، دو سال، تین یا کتنا عرصہ؟ تو شیخ کا جواب تھا کہ نہیں! شاید یہ جنگ دہائی یا دو دہائیوں تک جاری رہے کیونکہ استعماری ریاستوں کی زندگی یا مدت سالوں میں شمار نہیں کی جا سکتی، یہ تو دہائیوں پر مبنی سلسلہ ہے۔ لیکن کم سے کم ہمارے لیے یہ امر اہم ہے کہ ہم ۱۵ سال تک امریکہ کے خلاف جنگ جاری رکھنے کی کوشش کریں اور اگر اس میں ہم کامیاب رہے تو یہ ریاست اور استعمار اپنے ہی بوجھ تلے سکڑتے سکڑتے ختم ہونا شروع ہو جائے گی۔ شیخ جانتے تھے کہ امریکہ کارروائی کی صورت میں ضرور بالضرور جواب دے گا اور ہمارے خلاف اعلانِ جنگ کرے گا۔ لیکن اسی کے بعد ہی یہ استبدادی ریاست اقتصادی و عسکری طور پر سکڑنا شروع ہو گی۔

ہمارا ذرائع ابلاغ کا شعبہ اسی عرصہ میں فلم "واقع الامۃ" یعنی "امت کے حالات" نامی فلم پر کام کر رہا تھا، اس فلم کی تیاری کے لیے شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے اور اس فلم کے چھوٹے چھوٹے معاملات پر بھی شیخ کی نظر تھی۔

طالبان کے حوالے سے بات کرتے ہیں، ہم نے طالبان کے ساتھ امریکہ کے خلاف کارروائی کرنے کے حوالے سے کیسے بات کی، مجھے یاد ہے کہ طالبان کا وفد جس میں محمد حسن، معتصم آغا، عبدالحلیم، سعید آغا اور دیگر افراد شیخ اسامہ اور ان کے ساتھیوں سے ملنے قندھار ائیرپورٹ کے قریب ایک مقام پر ملنے آئے تو شیخ اسامہ نے ان کا استقبال کیا اور ان کا اکرام کیا۔ مجھے اس مجلس کے شرکاء میں سے جو افراد یاد ہیں ان میں شیخ ابو الخیر رحمہ اللہ، شیخ ابو حفص رحمہ اللہ، شیخ ایمن الظواہری، شیخ مصطفیٰ ابو الیزید، شیخ عبدالرحمان مہیمن وغیرہ شامل تھے۔ شیخ اسامہ نے ان سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا "اے افغانی قوم کے حضرات! تاریخ یقیناً آپ لوگوں کے بارے میں لکھے گی۔ پہلی بات یہ کہ آپ نے عربوں کی امریکیوں سے حفاظت کی، یہ تو آپ کے ہی شایانِ شان ہے، جبکہ دوسری بات یہ کہ کیا آپ عربوں سے امریکیوں کو بچائیں گے؟ یہ بات آپ پر قرض ہو گی"۔ شیخ اسامہ کی یہ بات سن کر ملا حسن جو کہ حکومتی وزیر تھے نے فوراً جواب میں کہا کہ "نہیں نہیں اے شیخ! ایسا بالکل نہیں، ہم بالکل آپ لوگوں کے ساتھ ہیں"۔

اس گفتگو کے بعد شیخ اسامہ نے ہمیں امر کیا کہ ایک فائل تیار کریں جس میں فلسطین کی تصاویر ہوں، یہود کی جانب سے مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کی تصاویر ہوں، خواتین پر تشدد کی تصاویر ہوں۔ یہ فائل تیار ہوئی تو شیخ نے یہ فائل محمد آغا کے ذریعے سے بھجوائی کہ یہ فائل امیر المومنین کو دکھائیں اس میں چند تصاویر ہیں۔ محمد آغا نے کہا کہ "یہ تو بالکل ناممکن ہے کہ امیر المومنین تصاویر دیکھیں وہ تصویریں نہیں دیکھتے"۔ شیخ اسامہ نے ان سے کہا کہ "نہیں! یہ نہایت ضروری ہے اور لازمی ہے کہ وہ یہ تصاویر دیکھیں، بسا اوقات ڈاکٹر بھی پوشیدہ مقامات کے علاج کی خاطر انہیں دیکھ سکتا ہے، امیر المومنین ہمارے اور پوری امت کے طبیب ہیں آپ انہیں یہ فائل ضرور دکھائیں"۔

مجھے یاد ہے میں نے شیخ اسامہ سے سوال کیا تھا کہ افغانستان میں جنگ کتنے سال جاری رہے گی، دو سال، تین یا کتنا عرصہ؟ تو شیخ کا جواب تھا کہ نہیں! شاید یہ جنگ دہائی یا دو دہائیوں تک جاری رہے کیونکہ استعماری ریاستوں کی زندگی یا مدت سالوں میں شمار نہیں کی جا سکتی، یہ تو دہائیوں پر مبنی سلسلہ ہے۔

محمد آغا امیر المؤمنین ملا عمر کے پاس گئے اور انہیں کہا کہ میرے پاس ایک فائل ہے جو عرب مجاہدین نے دی ہے اور وہ آپ کو دکھانا چاہتے ہیں اور وہ فائل انہیں دی، امیر المومنین نے جب وہ تصاویر دیکھیں تو نہایت شدید غضب ناک ہوئے اور فوراً فائل بند کی اور محمد آغا سے کہا کہ شیخ اسامہ کو فوراً بلواؤ، مجھے ان سے ضروری کام ہے۔

شیخ اسامہ یہ پیغام ملتے ہی فوراً امیر المومنین کے پاس حاضر ہوئے۔ ہمارے ہمراہ زبیر الحائلی فک اللہ اسرہ بھی تھے۔ ہم دو یا تین گاڑیوں میں سوار ہو کر امیر المومنین کے گھر پہنچے۔ ان کے گھر پر شیخ محمد مجید محمدی رحمہ اللہ موجود تھے جو کہ طالبان کے بڑے عالم تھے اور روس کے خلاف قتال میں شریک رہے تھے۔ وہ امیر المومنین کے گھر کے باہر کھڑے تھے۔ شیخ اسامہ نے امیر

المومنین کے گھر پہنچتے ہی جب انہیں دیکھا تو فوراً گاڑی سے اترے اور انہیں سلام کیا اور کہا "شیخ محمد! کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟" انہوں نے جواب دیا "میں آپ کو کیسے بھول سکتا ہوں ہمارے اور آپ کے مابین تو ایک ایسی تاریخ ہے جسے بھلایا نہیں جا سکتا"۔ شیخ اسامہ نے ان کی صحت کے بارے میں حال احوال دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ "الحمدللہ... اب بڑی عمر ہو چکی ہے اور ضعیف ہو گیا ہوں"۔

یہ گفتگو جاری تھی کہ اچانک امیر المومنین گھر سے باہر ننگے پاؤں ہی تشریف لے آئے، میرے ساتھ زبیر تھے جو انہیں نہیں جانتے تھے۔ میں نے جب اسے بتایا کہ یہ امیر المومنین ہیں تو زبیر اس سادگی پر اتنا متعجب ہوا کہ شاید اس نے میری بات پر یقین ہی نہ کیا ہو۔

امیر المومنین شیخ اسامہ کے پاس آئے، انہیں سلام کیا اور فوراً انہیں لے کر مسجد چلے گئے جہاں ان کی نشست ہوئی۔ ان کے ہمراہ جو افراد مجھے یاد ہیں شیخ ابو الخیر، شیخ ایمن الظواہری اور شیخ ابو حفص بھی اس مجلس میں شریک تھے۔ ملا عمر نے ان سے کہا کہ "اے شیخ اسامہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کسی بھی علاقے میں کسی بھی مقام پر یہودیوں کے خلاف کارروائی کریں اور انہیں سبق سکھائیں۔ شیخ اسامہ نے یہ بات سنتے ہی کہا کہ "اے امیر المومنین ہم سنتے ہیں اور اطاعت کرتے ہیں، ان شاء اللہ سورج غروب نہیں ہو گا اور ہم یہودیوں کے خلاف کارروائی کی منصوبہ بندی شروع کر چکے ہوں گے"۔

جب اس گفتگو کے بعد شیخ اسامہ نکلے تو نہایت ہی پر سکون اور مطمئن تھے اور ان کے چہرے پر ایک دھیمی سی مسکراہٹ تھی۔ میں یہ دیکھ کر بہت متعجب ہوا کیونکہ مجھے ان کی ملا عمر کے ساتھ ہونے والی گفتگو کا اندازہ نہیں تھا۔

پھر شیخ اسامہ بن لادن نے ہمیں بتایا کہ: امیر المومنین نے کارروائی کی اجازت دے دی ہے۔ چنانچہ اگلے ہی دن سے اس کام پر پیش رفت شروع ہو گئی اور کارروائیوں کی منصوبہ بندی شروع ہوئی، ان میں سے بعض کارروائیاں کامیاب ہو سکیں جبکہ بعض مکمل نہ ہو سکیں۔

انہی دنوں سعودی عرب سے ترکی بن فیصل اور عبد المحسن الترکی افغانستان آئے، ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ طالبان سے گفت و شنید کر کے شیخ اسامہ کو افغانستان سے نکال کر واپس اپنے ملک لے جا سکیں۔ انہوں نے طالبان کو قائل کرنے کی کوشش کی، اس مقصد کے لیے انہوں نے ملا وکیل احمد متوکل کو خطوط لکھے اور انہیں یہ پیغام بھیجے کہ اسامہ ہمارے حوالے کر دیں ورنہ وہ آپ لوگوں کے لیے مشکلات کھڑی کر دے گا، وہ اس بارے میں کبھی نرمی سے اور کبھی سختی سے دباؤ مختلف اطراف سے بڑھانے کی کوشش کرتے۔

گیارہ ستمبر کی کارروائیوں کے حملہ آور بھائیوں کی بعض خصوصی صفات تھی، وہ دیگر نوجوانوں سے بہت ممتاز تھے، وہ ساتھیوں کو ہمیشہ خوش رکھتے تھے اور خود بھی خوش رہتے تھے (جو کہ مومنین کی صفات میں سے ہے)۔ ان بھائیوں کے ساتھ بات کرنے میں آپ کو کسی قسم کی مشکل یا رکاوٹ کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ آپ اگر ان بھائیوں میں سے کسی کے بھی ساتھ بیٹھتے تو ایسا محسوس کرتے جیسا کہ آپ انہیں سالوں سے جانتے ہیں، ان کا ایثار ان کی نمایاں صفت تھی۔ وہ مستقل پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھتے اور ان کے لیے معتز بھائی رحمہ اللہ اپنے ذاتی اموال سے مختلف اشیاء خرید کر لاتے تھے، یہ ان کا معمول تھا۔

المختصر بات یہ ہے کہ وہ بھائی فطرت پر تھے، ان کے دل اللہ کی قسم صفائی اور پاکیزگی میں ایسے تھے جیسے بچوں کے دل ہوتے ہیں، اللہ ان تمام پر رحمتیں نازل فرمائیں اور انہیں اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائیں اور ان کے درجات بلند فرمائیں بے شک اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ایک عظیم کام کے لیے چنا تھا۔

ان بھائیوں میں ایک بھائی ہانی حنجور تھے، وہ عسکری پائلٹ تھے اور سعودی عرب سے ۱۹۹۶ء میں فارغ التحصیل ہوئے تھے۔

حملہ آور ساتھیوں کا ایک مجموعہ امریکہ پہنچ گیا اور اس نے وہاں اپنی تیاریاں مکمل کرنا شروع کر دیں، یہ حملوں سے کم و بیش ایک سال قبل کی بات ہے، امریکہ اس دوران افغانستان پر پر حملہ کرنے کی منصوبہ بندی کر رہا تھا، وہ شیخ اسامہ کو پناہ دینے کے جرم میں طالبان کے پیچھے پڑا ہوا تھا۔ وہ اپنی تیاری مکمل کر چکا تھا، اس مقصد کے لیے تاجکستان کے دارالحکومت دوشنبے میں امریکہ کے وزیر خزانہ، وزیر انصاف اور وزیر دفاع نے روس کے وفد کے ساتھ ملاقات کی اور روس کے ساتھ یہ طے کیا کہ روس زمینی طور پر افغانستان میں افواج داخل کرے گا اور امریکہ فضا سے بمباری کرے گا۔ طالبان کے ایک رکن عبد الحی مطمئن کو یہ امریکہ کی جانب سے واضح پیغام ملا بلکہ یک نکاتی پیغام ملا کہ "اسامہ بن لادن کو ہمارے حوالے کر دو ورنہ ہم افغانستان پر حملہ کر دیں گے!"۔

ایسی خبروں اور امریکی تیاریوں کی وجہ سے شیخ اسامہ کی خواہش تھی کہ نیویارک اور واشنگٹن کے حملے تھوڑے مؤخر کر دیے جائیں اور افغانستان پر حملہ کی صورت میں یہ کارروائیاں ایک جوابی کارروائی کے طور پر سرانجام دی جائیں، یعنی پہلے امریکہ حملہ کرے تو ہم اس کے حملے کا جواب دیں جس سے ہمارے پاس حملے کا جواز بھی پیدا ہو جائے گا۔ لیکن اس کا موقع نہیں تھا امریکہ میں موجود ساتھیوں کے پیغامات وصول ہونا شروع ہو گئے کہ ہم انتظار نہیں کر سکتے۔

ابھی دوسرا مجموعہ افغانستان سے امریکہ کے لیے روانہ نہیں ہوا تھا کہ پہلے مجموعے نے پیغامات بھیجنے شروع کر دیے کہ جلد از جلد باقی مجموعات بھجوا دیں کیوں اندرون امریکہ میں ان کے سکیورٹی حالات اس کی اجازت نہیں دیتے کہ وہ مزید انتظار کریں اور معمولی سے شبہہ پر انہیں دھر لیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ تمام مجموعات ایک کے بعد ایک کر کے مختلف وقفوں سے نکلتے گئے لیکن ان میں ایک آخری مجموعہ رہ گیا جس میں بھائی عبد العزیز العمری الزہرانی (ابو العباس) رحمہ اللہ بھی تھے جو کہ ایک فاضل عالم دین ساتھی تھے۔ ان کے ہمراہ بھائی ابو احمد الاماراتی، زیاد الجراح، سالم الحازمی اور محمد القحطانی جن کی کنیت فاروق تھی، بھی تھے۔ اللہ ان سب کو قبول فرمائیں، آمین۔

غرض بعد میں یہ تمام مجموعے بھجوا دیے گئے اور کسی کو بھی نہ روکا گیا، یہ تمام ساتھی امریکہ داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے جن کی کل تعداد ۱۹ تھی اور ایک بھائی امریکی سرزمین میں داخل نہ ہو سکے۔

حالات بہت ہی کشیدہ اور تناؤ کا شکار ہو چکے تھے، ان تمام بھائیوں کو کسی بھی لمحے دشمن پکڑ سکتا تھا۔ افغانستان میں بھی حالات بہت کشیدہ ہو چکے تھے، شیخ اسامہ نے اسی دوران نہایت صراحت سے کہہ دیا تھا کہ ہمارے کچھ بھائی عصرِ حاضر کے طاغوت کے خلاف ایک بڑی کارروائی کے لیے روانہ ہو چکے ہیں، وہ سب سے دعا کا مطالبہ کرتے اور بار بار یہ بات ساتھیوں کے ذہنوں میں ڈالتے کہ آپ کے بھائی موت کی خاطر جانیں ہتھیلی پر لیے نکل کھڑے ہوئے ہیں اور اللہ سے دعا ہے کہ وہ ان کے کاموں کو آسان کر دیں۔

یہاں ایک اور واقعہ مجھے یاد ہے کہ قندھار میں ایک مسجد میں ساتھی مجتمع تھے اور شیخ ان کے ساتھ گفتگو فرما رہے تھے۔ وہ انہیں کہہ رہے تھے کہ ہم امریکہ کو ایسی قوی ضرب لگانے والے ہیں کہ وہ اس بارے میں سوچ بھی نہ سکے گا۔ شیخ مصطفیٰ ابو الیزید رحمہ اللہ نے اس بات سے اختلاف کیا اور کہا کہ یہ کارروائی ایک اجتہادی مسئلہ ہے جسے کرنے کے لیے امیر المومنین کی اجازت نہایت ضروری ہے اور اس کے نہایت خطرناک نتائج ہوں گے اس لیے خیال کے ساتھ اور مشورے کے ساتھ کام کیا جانا چاہیے۔ یہ بات سن کر شیخ اسامہ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے خطاب کو بنیاد بناتے ہوئے ایک مؤثر خطاب فرمایا اور کہا کہ ''میں زندہ ہوں اور ہمارے دین کی بے حرمتی کی جا رہی ہے، دین کو کمزور کیا جا رہا ہے''۔ یہ بات کہتے ہوئے آپ رو پڑے اور آپ نے کہا کہ ''ہمارے پیچھے ایک امت ہے جو ہماری منتظر ہے کہ ہم اس کے دفاع میں کیا کرتے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ ہم کچھ نہ کچھ کریں (یعنی اس امت کا بدلہ لیں)۔ جہاں تک امیر المومنین کی اجازت کا سوال ہے تو انہوں نے ہمیں یہودیوں کو مارنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ جبکہ فقہ یہ کہتی ہے کہ اگر بعض مسلمانوں کے پاس حملہ آور دشمن یعنی عدوِ صائل کو مارنے کا موقع میسر ہو اس سے پہلے کہ وہ مسلمانوں کے علاقوں پر چڑھ دوڑے اور مسلمانوں پر حملہ آور ہو تو ایسے موقع پر امیر کی اجازت کے بغیر بھی دشمن کو مارا جا سکتا ہے۔ یعنی اگر امیر سے اجازت لینے میں تاخیر کا امکان ہو اور دشمن کو موقع مل جائے۔ جبکہ ہمیں امیر کی اجازت نہیں بلکہ حکم ملا ہے''۔

مجھے یاد ہے کہ طالبان اور شیخ اسامہ کے مابین جو مراسلت چلتی تھی ان میں سے ایک بار شیخ ابو حفص رحمہ اللہ کو شیخ اسامہ نے ملا عمر کے پاس بھجوایا۔ شیخ ابو حفص رحمہ اللہ نے ملا عمر رحمہ اللہ سے کہا ''آپ ہمیں کیا امر دیتے ہیں؟ عرب مجاہدین سے آپ کیا خواہش رکھتے ہیں؟ ہم چاہتے ہیں کہ اللہ کے دین اور جہاد کی کچھ خدمت کریں اور ہم آپ ہی کے سپاہی ہیں''۔

ملا عمر نے شیخ ابو حفص رحمہ اللہ سے فرمایا ''احمد شاہ مسعود کے خلاف اگر آپ کچھ کر سکیں''۔ شیخ ابو حفص رحمہ اللہ نے انہیں جواب دیا کہ ''میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مسعود قتل ہو گیا بس آپ لوگ اسے مقتول سمجھتے ہوئے اپنی افواج کو شمال پر حملہ آور ہونے کا حکم دیں تاکہ انہیں حیران کیا جا سکے''، یعنی جیسے ہی اس کے مرنے کی خبر آئے آپ اپنی افواج کو اکٹھا کر کے وہاں حملہ کر دیں تاکہ شمالی اتحاد والوں کو اپنی صفیں ترتیب دینے کا موقع بھی نہ مل سکے۔ چنانچہ طالبان ملا داد اللہ رحمہ اللہ کی قیادت میں شمال کی وادی پر حملہ آور ہوئے اور کچھ ہی عرصہ میں مبارک کارروائیوں سے قبل احمد شاہ مسعود بالفعل کیمروں (میں نصب بموں) کے ذریعے سے مارا گیا جو کہ ایک معروف واقعہ ہے ذرائع ابلاغ میں جس کا ذکر ہوتا رہا ہے۔

انہی دنوں بی بی سی سے تعلق رکھنے والا ایک صحافی آیا اور شیخ اسامہ سے ملاقات کی، دوپہر کے کھانے پر شیخ اسامہ بن لادن نے اسے کہا کہ ''اللہ کی قسم ہم وزارت دفاع کو شیطان کے وسوسے بھلا دیں گے، اللہ کی قسم میں امریکیوں کو مجبور کر دوں گا کہ وہ اپنی شہریت بھی لوگوں سے چھپاتے پھریں''۔

اس صحافی کے جانے کے بعد یہ عام بات بن گئی کہ شیخ اسامہ بن لادن امریکہ کے خلاف ایک بڑی کارروائی کرنے جا رہے ہیں اور یہ کارروائی چند ہی ہفتوں کے اندر ہونے والی ہے۔

اور عملاً تین ہفتوں کے اندر اندر گیارہ ستمبر کے حملے ہو گئے۔ حملوں سے کچھ عرصہ قبل ہم قندھار سے کابل روانہ ہوئے، جہاں راستے میں تورغر کے پہاڑی سلسلے میں اس خبر کے انتظار میں ہم دو ہفتوں کے لیے ٹھہرے جہاں الحمد للہ یہ خبر ہم نے ریڈیو کے ذریعے سے سنی۔ اللہ اکبر!

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

معروف جہادی کمانڈر مولانا عبد الجبار صاحب شہید کی جائے شہادت

جہاں گرے ہیں ہمارے لاشے

قیامتیں واں اٹھائے رکھنا!

ملتان، رکنی کے علاقے رڑکن کا منظر جہاں معروف جہادی کمانڈر مولانا عبد الجبار صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پاکستانی خفیہ ایجنسیوں نے جرم جہاد کے سبب شہید کر دیا۔

یومِ شوکتِ اسلام

حافظ طیب نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ

زیر نظر مضمون مجلّہ 'نوائے افغان جہاد' کے بانی مدیر حافظ طیب نواز شہید رحمہ اللہ کا لکھا ہوا ہے جو بطورِ اداریہ ستمبر ۲۰۰۸ء کے مجلّے میں نشر ہوا تھا۔ افادۂ عام کے لیے ایک بار پھر معمولی تصرف کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کے ان مبارک حملوں کو سات سال مکمل ہو رہے ہیں جنہوں نے ایک مرتبہ پھر قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ کرتے ہوئے عالمِ کفر کے سرخیل امریکہ، اس کی تہذیب اور اس کی ٹیکنالوجی کے ضعف کا حال دنیا پر عیاں کر دیا۔ وہی امریکہ کہ جس کا دعویٰ تھا کہ چیونٹی کی آواز اور زیرِ زمین ہونے والی حرکات بھی اس کی سیٹلائٹ سے پوشیدہ نہیں۔ اور وہی امریکہ کہ جو اپنی نام نہاد ٹیکنالوجی اور معاشی و عسکری طاقت کے بل پر دنیا کی واحد سپر پاور ہونے کا دعوے دار تھا، اس کو محض ۱۹ مخلص نوجوانوں نے استطاعت بھر تیاری، میسر اسباب اور اللہ پر توکل کے ذریعے ایسی کاری ضرب لگائی، جس نے بقول شیخ اسامہ حفظہ اللہ 'تاریخ کا دھارا بدل دیا'۔

گیارہ ستمبر کے اس واقعہ نے امریکی قوم کو بری طرح خوفزدہ کر دیا یہاں تک کہ امریکی دانشوروں کو اپنی قوم کو مکمل نفسیاتی موت سے بچانے کے لیے فلسفۂ سازش (Conspiracy Theory) کا سہارا لینا پڑا اور یہ مفروضہ گھڑ کے امریکی قوم اور دنیا کے سامنے پیش کیا گیا کہ یہ حملے دراصل سی آئی اے یا کسی صہیونی تنظیم کی گہری سازش کا شاخسانہ ہیں۔

اس پر طرفہ تماشہ یہ کہ "جمہوری اسلامی تحریکات"، افراد اور ان کے ذرائع ابلاغ—جو کہ اسلام کا "معذرت خواہانہ" تصور رکھتے ہیں—نے ان تبصروں اور تجزیوں کو شائع کیا جن سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ 9/11 کے حملے مجاہدین کے بس کا روگ نہیں اور یہ مسلمانوں اور امتِ مسلمہ کے خلاف گہری سازش ہے۔ لیکن ان تبصروں اور تجزیوں کی بنیاد امریکہ اور مغرب کے مراکزِ دانش (Think Tanks) اور دانشور ہی ہیں، یہ کسی مسلمان کی آزادانہ تحقیق نہیں بلکہ کفار کے دیے ہوئے نکات و خطوط پر ہی مکھی پر مکھی مارنے کا کام "جمہوری مسلمانوں" نے کیا۔

اڑھائی صدی سے غلامی کی خو میں رچ بس جانے والے نام نہاد مسلم سکالرز، جو اس قدر احساس کمتری کے مارے ہوئے ہیں کہ دنیا کا ہر اہم کام یا واقعہ اُنہیں یہودیوں یا اُن کے آلۂ کاروں کی سازش لگتا ہے اور وہ مسلمانوں کو ذہنی، فکری اور عملی کسی طور پر بھی کوئی بڑا کام کرنے کے قابل نہیں پاتے۔ یہ طبقۂ فکر زبانی تو اللہ رب العزت کو قادرِ مطلق مانتا ہے مگر عملاً دنیا کے تمام تر اسباب و اختیارات کا مالک یہودیوں، صہیونیوں اور ان کے آلۂ کاروں کو ہی سمجھتا ہے۔

سیکولر مسلمان جو صلیبی کفر کو نقصان پہنچنا تو در کنار، پریشان ہوتا بھی نہیں دیکھ سکتے، ان کے قلب و نظر کو جلا دینے والے تمام تر سوتے کفری مغرب کے سمندر سے ہی پھوٹتے ہیں اور انہی سے غذا حاصل کر کے وہ تقویت قلب پاتے ہیں گویا کہ جسمانی طور پر وہ دنیا کے کسی بھی حصے میں ہوں ذہنی و قلبی طور پر وہ اُنہی نجاستوں اور غلاظتوں کے مکین ہوتے ہیں جو مغرب اور اہل مغرب کا ہی خاصہ اور امتیاز ہیں۔ اس طبقے نے بھی 9/11 کو مسلمانوں کی بجائے کسی اور سے منسوب کیا کہ صاحب مسلمان کہاں شہنشاہِ عالم کا سر کچل کر امنِ عالم کو خراب کر سکتے ہیں۔

انٹرنیٹ کی پیداوار یہ جعلی دانشور اگر کھلی آنکھوں اور ذہن کے ساتھ حقائق کا مشاہدہ کرتے تو یقیناً نائن الیون کمیشن کی رپورٹ اور انٹرنیٹ پر ہی موجود فلسفۂ سازش (Conspiracy Theory) کے رد میں شائع کیے گئے سینکڑوں صفحات، جو چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ یہ حملے القاعدہ نے کیے ہیں، کا مطالعہ بھی کرتے اور اگر حق کو سننے اور سمجھنے کی صلاحیت سلب نہ ہو گئی ہوتی تو یہ لوگ یقیناً قائدینِ جہاد کے ان بیانات پر بھی توجہ دیتے جن میں نہ صرف ان حملوں میں شریک شہداء کو خراجِ عقیدت پیش کیا گیا بلکہ ان کی وصیتیں بھی شائع کی گئیں اور ان حملوں کی ذمہ داری بھی قبول کی گئی۔

اللہ کی زمین پر فساد اور بدی کے منبع و محور امریکہ نے جو جرائم انسانیت کے خلاف کیے ان کا احاطہ یہاں ممکن نہیں لیکن گیارہ ستمبر کے حملوں کے اسباب و محرکات کو سمجھنے کے لیے امت مسلمہ اور مسلمانوں کے خلاف امریکہ کے جرائم کی طویل فہرست میں سے چند ایک پیش خدمت ہیں:

- یہ امریکہ ہی تھا جس نے اپنی ناجائز اولاد اسرائیل کی گزشتہ چھ دہائیوں سے سیاسی، معاشی اور عسکری سرپرستی کی اور معصوم مسلمانوں کے قتلِ عام میں براہ راست شریک رہا۔ ہزاروں فلسطینی مسلمانوں کا خون براہ راست امریکہ کی گردن پر ہے۔
- امریکہ کا ناقابلِ معافی جرم امتِ توحید کے قلب، مسلمانوں کے مرکز، سرزمینِ نجد و حجاز میں اپنے ناپاک اڈوں کا قیام اور فوجوں کی تعیناتی ہے۔ جزیرۃ العرب کی فضاؤں اور شاہراہوں پر آج بھی غلیظ امریکی دندناتے پھر رہے ہیں۔
- ۱۹۹۰ء کے بعد مسلسل تیرہ سال تک یہ امریکہ ہی تھا جس نے عراق میں وہ ظلم و ستم ڈھائے جس کی مثال تاریخ میں کم ہی ملتی ہو گی۔ امریکہ کے اس جبر مسلسل کے نتیجے میں پندرہ (۱۵) لاکھ مسلمان شہید ہوئے جن میں سے ۱۰ لاکھ صرف وہ بچے ہیں جو اقتصادی ناکہ بندی، دودھ اور ادویہ پر پابندی کے باعث تڑپ تڑپ کر مر گئے۔
- جنوبی لبنان میں اسرائیل نے امریکی سرپرستی میں ہی سترہ (۱۷) ہزار مسلمانوں کو ۱۹۸۲ء میں بمباری کر کے شہید کیا۔

- ۱۹۹۰ء کی دہائی میں امریکی فوج نے ہزاروں صومالی باشندوں کو اپنی سرزمین کی حفاظت کے جرم میں مار ڈالا۔
- ۱۹۹۸ء میں امریکہ نے افغانستان اور سوڈان میں کروز میزائیل مار کر یہ ثابت کر دیا کہ وہ خود کو دنیا کا بدمعاش سمجھتا ہے اور جہاں جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کو امت کے ۱۹ باسعادت نوجوانوں کی قربانی نہ صرف امریکہ کے جرائم کی سزا تھی بلکہ دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں اور مسلمانانِ عالم کے لیے بہت سی خوش خبریوں کا پیش خیمہ بھی۔ ان حملوں کے بعد شروع ہونے والی "ہلال و صلیب" کی جنگ بہت سے حوالوں سے امتِ مسلمہ کے لیے فائدہ مند اور مبارک ثابت ہوئی، مثلاً:

- امریکہ، مغربی تہذیب اور اس کی نام نہاد ٹیکنالوجی کے بت ریزہ ریزہ ہو گئے۔ عالم کفر کے ضعف کا حال آج ہر ایک پر عیاں ہے کہ وہ نہ تو اپنی سرزمین پر حملوں کو روک سکا اور نہ ہی سات سالوں کی ذلت و خواری کے باوجود قائدینِ جہاد امیر المؤمنین ملا عمر مجاہد اور شیخ اسامہ بن لادن حفظہما اللہ تک رسائی پا سکا۔
- مجاہدین، امریکہ اور اس کے حواری صلیبی لشکروں کو ان کے بلوں سے نکال کر اپنے منتخب کردہ میدانِ جنگ میں لے آئے جہاں وہ اپنے تکبر اور جدید ترین اسلحہ سمیت خاک نشین اہلِ عزیمت کے ہاتھوں شکست سے دوچار ہیں۔
- امریکی اور یورپی اقوام مسلمانوں سے مرعوب ہو گئیں اور دلی طور پر خائف بھی۔
- 9/11 کے حملوں کے فوراً بعد بھی اور عراق و افغانستان کی جنگوں کے نتیجے میں بھی، امریکی معیشت کا جنازہ نکل گیا اور آج امریکہ کی ڈوبتی معیشت اپنے ساتھ عالمی سرمایہ دارانہ نظام کی قبر بھی اپنے ہاتھوں خود ہی کھود رہی ہے۔
- امریکہ اور یورپ میں لاکھوں لوگ مسلمان ہوئے، قرآن مجید کے نسخے ریکارڈ تعداد میں شائع ہوئے اور اسلام سب سے زیادہ پھیلنے والا دین بن گیا۔
- امت کے نوجوان جہاد کی جانب متوجہ ہوئے اور بلادِ اسلامیہ جہادی مراکز بن گئے۔ جتنی بڑی تعداد میں امت کے افراد اور جتنی بڑی مقدار میں وسائل جہاد کے لیے پیش کیے گئے اس کی مثال گزشتہ کئی صدیوں میں نہیں ملتی۔
- مسلمانوں میں طویل غلامی کے بعد ایک روشنی اور امید کی کرن نظر آئی کہ ہم بھی اللہ کی مدد کے سہارے بڑے سے بڑا کام کر سکتے ہیں اور امت نے "خلافت علی منہاج النبوۃ" کا خواب پھر سے دیکھنا شروع کر دیا۔
- ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ گیارہ ستمبر "یوم تفریق" ثابت ہوا یعنی "اسلام کے ساتھ" یا "صلیبیوں کے ساتھ" کی ایک واضح تقسیم پیدا ہوئی جس نے مسلم معاشروں کے حکمران طبقوں اور افواج کا نفاق وارتداد واضح کر دیا۔

الغرض گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کو "ہلال و صلیب" کے جس معرکہ کی بنیاد رکھی گئی تھی وہ اپنے فیصلہ کن مرحلے کی طرف تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ ہم سب کو اس مرحلے پر اپنی حیثیت کا تعین کرنا ہو گا کہ آیا ہم اللہ کے بندے اور اس کے دین کے انصار و مددگار ہیں یا اپنی خواہشاتِ نفس کے غلام اور صلیبی لشکر کا ہراول دستہ (Front Line)! یاد رکھیے! اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے اور "غیر جانب داری" عملاً باطل کا ساتھ دینا ہے۔ لہٰذا آج ہی اپنا فیصلہ خود کیجیے اور آگے بڑھ کر اس جنگ کے اندر اپنے کردار کا تعین کیجیے...... اس سے پیشتر کہ مہلت ختم ہو جائے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہماری درست سمت رہنمائی فرمائے اور اپنا وزن طاغوت کے خلاف حق کے پلڑے میں ڈالنے کی سعادت سے نوازے، آمین۔

بقیہ: ۲۰۰۱ء میں گیارہ ستمبر کا دن

اس کی انتہائی باریک شکل ہے۔ کیا یہ مادہ ٹریڈ سنٹر کی بنیادیں کھوکھلی کر کے اس کو گرانے کا سبب بن سکتا تھا؟ تو اس کا جواب سائنسدان نہیں میں دیتے ہیں...باوجود دھماکہ خیز مواد ہونے کے، یہ مادہ اتنی زیادہ صلاحیت بھی نہیں رکھتا... تو پھر یہ وہاں موجود کیوں تھا؟ دراصل یہ مادہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی تعمیر کے دوران فولادی ستونوں کو افقی طور پر کاٹنے کے لیے استعمال ہوا تھا... جب کہ ٹریڈ سنٹر کو گرانے کے لیے فولادی ستونوں کو عمودی طور پر پگھلانا ضروری تھا... بالفرض محال اگر یہ مادہ ستونوں کو عموی طور پر پگھلا کر ورلڈ ٹریڈ سنٹر کو تباہ کرنے کا سبب بنتا تو خود بھی تو جل کر خاکستر ہو جاتا...اس کے یہ ذرے باقی نہ بچتے...

مزید یہ کہ اس سائنسی بحث میں پڑنے کی بجائے امریکی حکومت اور اس کے عوام کے ردعمل پہ نظر دوڑاتے ہیں...واقعے کے چند روز بعد ہی حکومتی سطح پر چرچ سروسز کی تقاریب ہوئیں...ایک ایسی تقریب میں حکومت کے موجودہ اور سابقہ اعلیٰ عہدے داروں کے علاوہ وہاں کی حکومت کے سب سابقہ صدور بھی اس میں موجود تھے... صدر بش نے اس سے خطاب کیا تھا... یہ ایک انتہائی جذباتی تقریب تھی... دبی ہوئی سسکیاں نمایاں تھیں...پوچھتا ہوں کہ کیا یہ سب ڈرامہ تھا؟ کیا امریکہ کے سب ہی حیات سابقہ صدور بھی جانتے بوجھتے اس ڈرامے کا حصہ تھے؟ کسی جنگ میں اپنے فوجیوں اور عوام کا کام آجانا ایک الگ بات ہے، لیکن بغیر کسی جنگ کے اپنے چھ ہزار نہیں تو تین ہزار ہی سہی، لوگوں کی قربانی دینا کیسے سمجھ میں آنے والی بات ہو سکتی ہے؟ پھر جانی نقصان کے علاوہ معاشی نقصان نے امریکہ کی کمر توڑ کے رکھ دی... اس کی تفصیل پہ روشنی ڈالنے کے لیے کالم کی طوالت اجازت نہیں دیتی... یہاں پر یہ بتانا مقصود ہے کہ بجائے اس بحث میں پڑنے کے کہ کیا یہ امریکہ کی اپنی ہی کارروائی تھی یا نہیں، یہ غور کیا جاتا اور امریکہ کو باور کرایا جاتا کہ آخر ایسا کیوں ہوا؟ جس کسی نے بھی کیا آخر اسے کیا تکلیف پہنچائی گئی تھی...

پھر امریکہ کو بتایا جائے کہ کیا کبھی اس نے یا کسی اور نے سوچا تھا کہ اس کی یکطرفہ کارروائیوں کا یہ جواب بھی آسکتا ہے؟ انگریزی کی ایک ضرب المثل ہے Never Corner The Rat [چوہے کو کبھی گوشے میں مت دھکیلو وہ پلٹ کر یوں بھی کر سکتا ہے]...اس سارے پروپیگنڈے کی وجہ سے امریکہ تو خوش ہو گیا کہ اس کی اُن زیادتیوں پہ پردہ پڑا رہ گیا، جن کے جواب میں نائن الیون ہوا...اور دنیا اس بحث میں الجھ گئی کہ یہ امریکہ نے خود کروایا تھا یا نہیں؟

۲۰۰۱ء میں گیارہ ستمبر کا دن

محمد رضوان رضی

آج سے ٹھیک سولہ برس پہلے نیویارک میں منگل کا دن ایک عام سا دن تھا۔ یہ ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کا دن تھا۔ زیادہ تر لوگ دفتروں اور کاروباری مراکز میں پہنچ چکے تھے۔ کچھ ابھی راستے میں تھے۔ پھر پونے نو بجے کے لگ بھگ یا اگر ٹھیک ٹھیک وقت کا تعین کیا جائے تو ۸ بج کر ۴۶ منٹ پر ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ دھماکے کی گونج اتنی تھی کہ جس کسی نے وہ گونج سنی اس کا کہنا تھا کہ اتنی گونج زندگی میں پہلے کبھی نہیں سنی۔ یہ گونج تھی بوئنگ ۷۶۷ ایئر کرافٹ کے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے جڑواں ٹاورز میں سے شمالی ٹاور کے ساتھ ٹکرانے کی۔

لوگ ابھی حیرانی اور پریشانی کی اتھاہ گہرائیوں سے نکل نہ پائے تھے کہ ٹھیک ۱۷ منٹ بعد ۹ بج کر ۰۳ منٹ پر ایک اور طیارہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے جنوبی ٹاور سے ٹکرایا۔ یہ بھی بوئنگ ۷۶۷ تھا۔ پوری دنیا کے نیوز چینلز نے اپنی معمول کی نشریات کو روک کر America Under Attack کے تحت لائیو کوریج شروع کر دی۔

کچھ ہی دیر میں خبر آئی کہ ایک تیسرا طیارہ پینٹا گون سے جا ٹکرایا ہے۔ یہ ۹ بج کر ۳۷ منٹ کا وقت تھا۔ یہ بوئنگ ۷۵۷ ایئر کرافٹ تھا۔

پھر خبر آئی کہ ایک اور بوئنگ ۷۵۷ اغوا ہو چکا ہے۔ اور وہ بجائے اپنی منزل کے واشنگٹن ڈی سی کی طرف محوِ پرواز ہے۔ تاہم یہ اس سے پہلے پنسلوینیا میں ۱۰ بج کر ۰ منٹ پر گر کر تباہ ہو گیا۔ بعد کی خبروں سے معلوم ہوا کہ مسافر کی ہائی جیکروں سے ہاتھا پائی کی بنا پر یہ واشنگٹن ڈی سی میں وہائٹ ہاؤس تک نہ پہنچ پایا۔

ادھر ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی جگہ گرد و غبار اور دھوئیں کے بادل اتنے گہرے تھے کہ کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ جب یہ بادل چھٹے تو لوگوں نے دیکھا کہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے دونوں ٹاوروں کا نام و نشان تک مٹ چکا تھا۔ انہیں منہدم ہونے میں 42 منٹ لگے۔

ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے شمالی ٹاور سے ٹکرانے والے امریکن ایئر لائن فلائٹ کے بوئنگ ۷۶۷ طیارے میں ۷۶ مسافر اور ایئر کریو کے گیارہ ممبر سوار تھے۔ پانچ ہائی جیکر اس کے علاوہ تھے۔ جنوبی ٹاور سے ٹکرانے والے یونائیٹڈ ایئر لائن فلائٹ ۱۷۵ کے بوئنگ ۷۶۷ میں ۵۷ مسافر اور کریو کے گیارہ ممبر سوار تھے جبکہ پانچ ہائی جیکر اس کے علاوہ تھے۔ پینٹا گون سے ٹکرانے والے امریکن ایئر لائن فلائٹ ۷۷ کے بوئنگ ۷۵۷ میں ۵۳ مسافر اور کریو کے چھ ممبر سوار تھے۔ پانچ ہائی جیکر اس کے علاوہ تھے۔ پنسلوینیا میں گر کر تباہ ہونے والے یونائیٹڈ ایئر لائن فلائٹ ۹۳ کے بوئنگ ۷۵۷ میں ۳۳ مسافر اور کریو کے سات ممبر سوار تھے۔ چار ہائی جیکر اس کے علاوہ تھے۔

اس دوران ۹ بج کر ۴۲ منٹ پر فیڈرل ایوی ایشن ایڈمنسٹریشن (FAA) نے فوری احکامات جاری کیے کہ پورے براعظم امریکہ کی فضاؤں میں کوئی ہوائی جہاز موجود نہیں ہونا چاہیے۔ یو ایس اے میں جو جہاز پہلے سے محوِ پرواز ہو چکے تھے، ان کا رخ کینیڈا اور میکسیکو کی جانب موڑ دیا گیا۔ بین الاقوامی آنے والی پروازوں کو یا تو واپس بھیج دیا گیا یا پھر کینیڈا اور میکسیکو اترنے کا کہا گیا۔ پھر تین دن تک بین الاقوامی پروازوں پر یو ایس اے میں اترنے کی پابندی لگا دی گئی۔ حادثے کے گزر جانے کے بعد معلوم ہوا کہ صرف طیاروں میں سوار جو لوگ لقمہ اجل بنے ان کی تعداد ۲۴۶ تھی۔ جبکہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گون میں ہلاک شدگان کی تعداد ۲۹۹۰ تھی۔ پھر چند ہفتوں بعد آنے والے اعداد و شمار سے ظاہر ہوا کہ اصل میں لقمہ اجل بن جانے والوں کی تعداد چھ ہزار سے زائد تھی۔

دنیا کی جانب اس وقت کے امریکن صدر جارج ڈبلیو بش کا جو ردِ عمل سامنے آیا اس میں اُس نے امریکہ کے حالتِ جنگ میں ہونے کا اعلان کیا، اور پوری دنیا کو للکارتے ہوئے کہا، کوئی بھی اس جنگ میں غیر جانب دار نہیں ہو سکتا۔ آپ کو ہمارے دشمن اور ہم میں سے کسی ایک کا ساتھ دینا ہے۔ آپ کے چناؤ کو میں آپ پہ چھوڑ تا ہوں۔

قارئین! اس بحث میں پڑنے سے پہلے کہ یہ کس کی کارروائی تھی اور اس کے محرکات کیا تھے، اس سوال کا جواب تلاش کرنا ضروری ہے کہ آیا یہ امریکہ کی اپنی ہی کارروائی تھی؟ نائن الیون کے سلسلے میں سب سوالوں سے زیادہ یہ سوال اس لیے قابلِ توجہ ہے کہ حملے کے چند روز بعد ہی خبریں گردش کرنے لگیں کہ یہ امریکہ کی اپنی ہی کارروائی ہے۔ یہ دعویٰ کرنے والوں سے جب یہ پوچھا جاتا کہ امریکہ نے ایسا کیونکر کیا؟ تو جواب ملتا کہ مظلوم بن کر وہ عراق اور افغانستان پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ اس سلسلے میں سائنسی توجیہات پیش کی جاتی ہیں۔

واقعات کا تسلسل اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ سوئی امریکہ پر جا کر رکتی ہے۔ لیکن ایک موٹا سا سوال یہ ہے کہ آیا افغانستان اور عراق پہ حملہ کرنے کے لیے اتنا سب کچھ کرنے کی بجائے اپنا صرف ایک طیارہ خود سے تباہ کروالینا کافی نہ ہوتا؟

پھر سائنسی طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر سے طیاروں کے ٹکرانے کے ساتھ ساتھ ان کی بنیادوں میں تباہ کن دھماکہ خیز کیمیکلز استعمال کیے گئے۔ یہ کہ لیبارٹری کے تجزیوں سے انکشاف ہوا ہے کہ وہاں انتہائی اونچے درجے کی حرارت پیدا کرنے والا کیمیائی مادہ Nano Thermite موجود تھا۔ کیمیا کے اصول کے مطابق حرارت پیدا کرنے والا یا دھماکہ کرنے والا مادہ جتنا زیادہ باریک ہو گا، وہ مجموعی طور پر اتنی زیادہ حرارت یا دھماکہ کرنے کی صلاحیت کا حامل ہو گا۔ Thermite ایسا ہی ایک مادہ ہے اور Nano Thermite (بقیہ صفحہ نمبر ۳۳ پر)

9/11
عسکری مرکز پینٹاگون اور معاشی مرکز ورلڈ ٹریڈ سینٹر [مناظر بعد از تباہی]
نوائے افغان جہاد

انسانوں کا بنایا جمہوری نظام... خسارہ ہی خسارہ!

حضرت مولانا عاصم عمر حفظہ اللہ

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزر گاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا

قرآن کریم کی اس چھوٹی سی سورت کی چھوٹی سی آیت ﴿إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ﴾ دانشورانِ مغرب، ہند کے برہمنوں اور جدید جاہلی نظام (جمہوریت) کی قیادتوں کے لیے آج بھی چیلنج ہے کہ اے انسانیت کی قیادت کے دعویدارو! جیسے اللہ کی کتاب کو چھوڑ کر پہلی اقوام باوجود ترقی کے خسارے میں رہیں، تمہارا حال بھی ایسا ہی ہے...... تم بھی گھاٹے میں جا رہے ہو...... کامیابی کے سارے دعوے جھوٹے ہیں...... تم نے دنیا سے اللہ کی شریعت کا خاتمہ کر کے اپنا گھڑا ہوا نظام مسلط کیا...... تم نے محمد ﷺ کے لائے طرزِ زندگی کے مقابلے اپنا جاہلی طرزِ زندگی دنیا پر تھوپا...... انجام کیا ہوا؟

آج تم خود دیکھ رہے ہو...... ترقی یافتہ یورپ و امریکہ غربت و بے روزگاری، فساد و بدامنی اور معاشرتی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے...... زندگی میں چین و سکون نام کی کوئی چیز نہیں...... اخلاص و وفا، ایثار و قربانی اور محبت و ہمدردی مغربی طرزِ زندگی میں کوئی چیز ہی نہیں...... صرف ایسا معاشرہ ہے جو مفادات کی بنیاد پر کھڑا ہے...... کوئی کسی کا نہیں، صرف مفادات کی دنیا ہے۔ بیوی اس وقت تک بیوی ہے جب تک شوہر کے ساتھ مفاد ہے، اور شوہر اس وقت تک شوہر ہے جب تک بیوی کے لیے قابلِ فائدہ ہے...... حالت یہ ہے کہ بیوی اپنے شوہر پر بھروسہ نہیں کر سکتی، ماں اپنے بیٹے پر اعتماد نہیں کر سکتی، بہن کو اپنے بھائی پر بھروسہ نہیں۔

حالانکہ مغربی فلسفۂ حیات کا دعویٰ ہی صرف اور صرف دنیا سنوارنا تھا...... دانشورانِ مغرب نے مذہب سے بغاوت کراتے وقت اپنی اقوام کے سامنے نعرہ ہی یہ لگایا تھا کہ ان کے پاس جو فلسفۂ حیات ہے، جو طرزِ زندگی وہ لے کر آئے ہیں، اس پر چل کر قومیں ترقی و خوشحالی کی ایسی شاہراہ پر گامزن ہوں گی کہ بدحالی کبھی قریب بھی نہیں آئے گی...... ان کے نظامِ حیات کو قبول کر لینے کے بعد قوموں کا معیارِ زندگی ایسا بلند ہو گا کہ ہر طرف رزق کی فراوانی...... آسودگی و فارغ البالی ہو گی...... ایک ایسا معاشرہ جہاں امن و سکون، عزت و احترام اور رشتوں کا تقدس ہو گا...... غرض دنیا ہی جنت بن جائے گی۔

لیکن بغیر خالق کی مانے اس کی مخلوق کیوں کر چین و سکون حاصل کر سکتی ہے۔ اس کے دین کو بطورِ طرزِ زندگی اختیار کیے بغیر دنیا کا امن و سکون، آسودگی و خوشحالی کیونکر نصیب ہو سکتی ہے...... جس شریعت کو رحمۃ للعالمین ﷺ کو دے کر بھیجا گیا، اسے نافذ کیے بغیر رحمتیں کہاں قریب آسکتی ہیں۔

دانشورانِ ہند اور برہمن مفکرین کیا اس حقیقت کا انکار کر پائیں گے کہ ہند میں اسلام کا نور پھیلنے سے پہلے ہندوستانی معاشرہ کیسی بدتر اخلاقی حالت میں مبتلا تھا؟ ہندو معاشرہ طبقاتی تفریق، چھوت چھات اور عورت کو منحوس سمجھنے کے عقیدے پر قائم تھا۔ انتہا یہ تھی کہ شوہر کے مرنے کے ساتھ ہی اس کی بیوی کو شوہر کے ساتھ ہی 'چتا' میں جلا کر 'ستی' کر دیا جاتا تھا۔

عام آدمی کو جاگیرداروں، مہاراجوں اور برہمن پنڈتوں نے اپنا غلام بنایا ہوا تھا، چنانچہ نسل در نسل غلامی ان کا مقدر تھی۔ انہیں اتنے حقوق بھی حاصل نہ تھے جتنے آج کتے بلی کو دیے جاتے ہیں۔

یہ تو رحمۃ للعالمین ﷺ کا رحمت والا دین ہی تھا جس نے ہندو معاشرے کو انسانیت سکھائی، انسانی احترام اور ذات پات کی قباحت سمجھائی، برہمنِ ہند کو یہ سمجھایا کہ انسان کا خون جانور کے خون سے کہیں زیادہ مقدس ہے...... اسے یہ راز بتایا کہ عورت ذات بھی مرد ہی کی طرح اللہ ہی کی پیدا کردہ ہے، اور اس کے شوہر کی موت میں اس کا کوئی قصور نہیں کہ اسے زندہ ہی 'ستی' کر دیا جائے۔

ہندوستان سے شریعت کے خاتمے کے بعد یعنی انگریزوں کے دہلی پر قبضہ کرنے کے بعد سے اب تک یہ معاشرہ کس ناگفتہ بہ حالت کا شکار ہے۔ زناکاری، رشوت، سود، کمزوروں پر ظلم اور طبقاتی تفریق (اس بار اگرچہ اس کا رنگ مختلف ہے) جیسی اخلاقی بیماریاں ناسور کی طرح اس معاشرے کو کھوکھلا کر رہی ہیں۔

عقل حیران ہے کہ اس جدید دور میں بھی جبکہ ہندو خود کو دنیا کی بڑی طاقت کے طور پر پیش کر رہے ہیں، اسی دنیا میں ایسی قوم بھی بستی ہے جو اس دور میں بھی اپنے ہاتھوں سے تراشے پتھروں کو اپنا معبود بنالیتی ہے...... خود ہی اپنے پرانے معبودوں کے اختیارات کبھی کم کبھی زیادہ کرتی رہتی ہے، کبھی ایک کے اختیارات دوسرے کو، کبھی تین کے اختیارات ایک میں ضم کر دیتی ہے...... سائنس و ٹیکنالوجی، علم و ادب میں ترقی کے دعویدار مفکرینِ ہند کیا کبھی یہ غور کرنے کی جرأت نہیں کرتے کہ آخر اس جدید دور میں بھی جہالت کی وہی پرانی تاریکیاں...... ٹی وی پر بڑے بڑے نعرے لگانے والے دانشور کیا کبھی اپنے اندر جھانکنے کی ہمت نہیں کر پاتے یا آج بھی ان کی سوچوں پر برہمن کی علمی اجارہ داری کے وہی پرانے پہرے ہیں جو اسلام کے آنے سے پہلے تھے۔ کیا ہندو عقیدے کے بارے میں بات کرنا آج بھی اتنا ہی جرم ہے جتنا کہ تاریک دور میں ہوا کرتا تھا؟

یہ سوال کسی سطح پر تو اٹھایا جانا چاہیے۔

ان تمام خرابیوں اور برائیوں کی ایک ہی وجہ ہے۔ اپنے خالقِ حقیقی کو نہ پہچاننا...... اس کے نازل کردہ نظام کو چھوڑ بیٹھنا۔

سو مشرق و مغرب اللہ سے بغاوت کا انجام آج اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں...... تاریخِ انسانیت میں کیا انسان کبھی اتنا ذلیل ہوا تھا جتنا تمہارے اس جدید نظام کے ذریعہ ہوا...... تم نے انسانوں سے ان کا امن و سکون چھین لیا...... تم نے ان کو معبودِ حقیقی سے کاٹ کر اپنے ہاتھوں سے تراشے معبودوں کا بندہ بنادیا...... کہیں جمہوریت کے نام پر...... کہیں آمریت کے نام پر...... کہیں اشتراکیت کے ذریعہ تو کہیں سرمایہ داری کے ذریعہ۔

تم نے انسانی معاشرے کو اس جنگل سے بھی بدتر بنادیا جہاں کے حیوان بھی شرم و حیاء اور اخلاقیات کا خیال کرتے ہیں...... تم نے خاندانوں کو توڑ کر قطع رحمی کے ایسے بیج بوئے کہ گھر بار اور خاندان تباہ و برباد ہوگئے...... اولاد والدین کو بھول گئی اور والدین اولاد کو...... مغرب کے بازاروں میں ماؤں کی ممتا کا جنازہ نکال دیا گیا...... بھائی بہنوں کے مقدس رشتے پامال کرنے والے تم ہی ہو...... یہ تم ہی ہو جنہوں نے بے شرمی و بے حیائی اور عصمت فروشی کو ایسی صنعت بنایا کہ تمہاری بعض ریاستیں اسی عصمت فروشی کے رزق پر پلتی ہیں...... تمہاری بے حیائی دیکھ کر عزت دار گھرانے حیاء و پاکدامنی پر نوحہ کناں ہیں...... ہنگاموں سے بھرے ان شہروں میں شرم و حیاء دربدری کا ایسا شکار ہوئی کہ اسے کہیں جائے پناہ نہیں ملتی...... تم اپنی عوام کو حقِ حکمرانی کیا دیتے تم نے تو اپنی عوام کی ایک بڑی تعداد کو ان کے باپ کے شجرے سے ہی محروم کر دیا۔ پھر بھی بڑے زعم سے کہتے ہو کہ تمہارا لائف اسٹائل ہی انسانیت کو عزت دے سکتا ہے!

تمہاری ذخیرہ اندوزی کی حرص نے بازاروں سے ایمانداری چھین کر بے ایمانی و دھوکہ دہی کا ایسا بازار گرم کیا کہ نہ کسی وعدے کا پاس رہا نہ زبان کا اعتبار...... رزق کے نام پر تم نے ساری انسانیت کو سودی نظام میں مبتلا کیا اور روٹی کے ایک ایک ٹکڑے کا محتاج بنادیا۔ تمہارے اس سودی نظام کے نتیجے میں انسانوں کو سوائے مہنگائی و کساد بازاری اور ملاوٹ و جعل سازی کے کچھ ہاتھ نہ آیا۔

اس میں شک نہیں کہ مغرب نے اپنی مشینوں کے سہارے آسمان کو چھوتی بلند و بالا عمارتیں تعمیر کرلیں...... لیکن ان کے مکین اخلاقی پستیوں کے ایسے گڑھے میں جا گرے جہاں انسانیت شرمندہ ہو رہی ہے...... یہ صحیح ہے کہ جدید ٹیکنالوجی نے مغرب کے باسیوں کی زندگی کو اتنا تیز کردیا کہ ایک نوجوان اپنے کمرے میں بیٹھ کر ساری دنیا سے باخبر رہتا ہے، لیکن یہ انسانیت سے اتنا دور ہوا کہ ساتھ والے کمرے میں موجود بوڑھی ماں کی اس کو خبر نہیں ہوتی جو ایک گلاس پانی کے انتظار میں سوکھ رہی ہوتی ہے...... صنعتی ترقی اور تیز تر معیشت نے نوجوانوں کی مزدوری میں اضافہ ضرور کردیا، لیکن سودی نظام میں جکڑا نوجوان بینکوں اور ملٹی نیشنلز کے سودی قرضے اتارتے اتارتے بوڑھا ہوگیا...... زراعت کے جدید جینیاتی مصنوعی طریقوں سے کسانوں کی پیداوار کو تیز تو کردیا لیکن اس زمین پر اللہ کا نظام نہ ہونے کے سبب زمین نے اپنی پیداوار کی غذائیت کو روک لیا...... اب زمینیں ہیں کہ انتہائی مشکل سے بہت تھوڑا اگاتی ہیں اور وہ بھی ایسا کہ فائدہ بہت کم، غذائیت سے خالی جھاڑ جھنکاڑ ہی اگاتی ہیں...... دیکھنے میں ہر چیز پہلے سے بڑی اور موٹی ہے لیکن اس میں غذا نام کی کوئی چیز نہیں۔

غرض یہ کہ تمہاری تہذیب و فلسفہ، تمہاری اقدار و طرزِ زندگی اور تمہارا تعلیمی و مالی نظام، جمہوری و پارلیمانی نظام سب ناکام ہوچکے ہیں...... وقت نے ثابت کردیا کہ دانشورانِ مغرب نے جو آشیانہ بنایا تھا، وہ شاخِ نازک پر ہی تھا...... اور آسمان گواہ ہے کہ تمہاری تہذیب اپنے ہی خنجر سے آپ ہی خودکشی کررہی ہے...... جس تہذیب کو تم نے لیپاپوتی کے ذریعہ خوبصورت بنا کر دنیا کو دھوکہ دیا تھا، آج اس کی لاش میں کیڑے ابل رہے ہیں جس کی سڑاند یہاں سات سمندر پار بھی شرفاء کی زندگی کا سکون برباد کررہی ہے۔

تم انسانوں کو مثالی اخلاقیات اور اعلیٰ اقدار کیا سکھاتے، حقیقت یہ ہے کہ تم نے ابلیس کے خیال، اس کی امیدوں اور تمناؤں ہی کی تکمیل کی اور ابھی بھی تم اسی کے مشن کی تکمیل کے لیے دنیا کو جنگوں کی بھٹی میں جھونکے ہوئے ہو کہ شاید تم مزید انسانی خون بہا کر عالمی اقتدار کی ہاری بازی جیت سکو اور اس طرح ہاتھ سے نکلتی دنیا کی قیادت تمہارے ہاتھ میں باقی رہ جائے۔ لیکن اب یہ مجنون کا خواب ہی ہے۔

ع این خیال است و محال است و جنوں

تمہاری عقل و دانش، تمہاری سائنسی ترقی، تمہارا شب و روز دنیا بھر میں دوڑے پھرنا...... یہ سب ابلیس کے گمان ہی کو سچا ثابت کرنے کے لیے ہے:

﴿وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (سبأ:20)

”اور واقعی ان لوگوں کے بارے میں ابلیس نے اپنا خیال درست پایا، چنانچہ یہ اسی کے پیچھے چل پڑے، سوائے اس گروہ کے جو مومن تھا۔“

اللہ کی کتاب آج اکیسویں صدی میں بھی تمہیں جھنجھوڑ رہی ہے کہ اے جدید جاہلی تہذیب کے اسیر انسان! تو خسارے میں ہے۔ تیرا ہر لمحہ خسارے و گھاٹے میں گذر رہا ہے، تو سمندر کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہو یا خلاؤں میں مارا مارا پھرتا رہے...... تیری مادی ترقی...... صنعت و ٹیکنالوجی...... جگمگاتے شہر...... ان سب کے باوجود...... تیرا ایک ایک لمحہ، ایک ایک پل، اور ہر ہر سانس تیرے گھاٹے و نقصان میں اضافہ ہی کررہا ہے، اگرچہ تیری کوتاہ نظری ہے اور تو یہ سمجھ رہا ہے کہ جدید جاہلیت ترقی کررہی ہے، تو تخلیقِ کائنات کے رازوں کی کھوج میں آگے جارہا ہے...... تیری معیشت ترقی کررہی ہے، زرِ مبادلہ کے ذخائر میں اضافہ ہورہا ہے، یہ سب نظروں کا دھوکہ و خود فریبی ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو خسارے سے بچا کر کامیاب لوگوں میں شامل فرمائے اور اس امت کو عزت و عظمت عطا فرمائے، آمین۔

وصل اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه محمد وعلی آله وأصحابه أجمعین۔

(یہ مضمون، حضرت مولانا عاصم عمر حفظہ اللہ کی کتاب 'اکیسویں صدی میں جمہوری نظام تباہی کے دہانے پر (سورۃ العصر کی روشنی میں)'، مطبوعہ ادارہ حطین، سے لیا گیا ہے۔)

بقیہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں دنیا کی حقیقت

بلکہ اس سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تم پر کشادہ کی جائے جس طرح تم سے پہلے والوں پر کشادہ کی گئی تھی پھر تم دنیا کی محبت و رغبت میں گرفتار ہو جاؤ گے جس طرح تم سے پہلے والے گرفتار ہوئے تھے اور یہ دنیا پھر تم کو ہلاک کر دے گی جس طرح تم سے پہلے والوں کو ہلاک کیا تھا۔

تشریح: اس حدیث میں دنیا کی کشادگی سے وہ وسعت مراد ہے جو ضرورت سے زائد ہو اور یہی حالت غفلت اور گمراہی کا سبب ہوتی ہے۔ چوں کہ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے جیسا کہ دوسری حدیث شریف میں مذکور ہے: حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی فراوانی اور زیادتی سے اُمت پر گمراہی کا اندیشہ ہوا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ نہیں ڈرتا میں اُمت پر فقر و افلاس سے، مطلب یہ ہے کہ اس حالت میں اکثر سلامتی رہتی ہے۔ جو مفید ہے اُمت کو، اور فقر سے مراد اس جگہ یہ ہے کہ تمام ضروریات دین اور دنیا کی موجود نہ ہوں یعنی کسی قدر تنگی و پریشانی سے گزر ہوتی ہو، البتہ زیادہ تنگی جو کفر تک پہنچادے وہ فقر یہاں مراد نہیں کیوں کہ اس فقر سے پناہ آئی ہے: كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا ترجمہ: شدید تنگدستی کبھی ضعیف الایمان کو کفر تک پہنچا دینے کا سبب بن جاتی ہے۔ حق تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائیں، آمین اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لَابَأْسَ بِالْغِنٰى لِمَنِ اتَّقَى اللهَ عَزَّ وَجَلَّ مالداری اس شخص کو مضر نہیں جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ جو مالدار متقی نہیں ہیں ان ہی کو مال نے آخرت سے غافل کر رکھا ہے اور نافرمانیوں میں اپنا مال بے دریغ صَرف کر رہے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

8- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا- وَفِيْ رِوَايَةٍ كَفَافًا

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ تعالیٰ! تو محمد کی آل (اہلِ بیت و ذرّیات) کو صرف اتنا رزق عطا کر جو ان کی جان بچائے اور بدن کی قوّت کو قائم رکھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ صرف اتنا رزق عطا کر جو ان کی زندگی باقی رکھنے کے لیے کافی ہو۔

تشریح: چوں کہ دنیا کی حقیقت اور اس کے نقصانات کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح علم عطا ہوا تھا، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آل اور اہل و عیال کے لیے دنیا کو خدا سے بقدرِ ضرورت طلب فرمایا۔ حق تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کی نگاہوں میں پیغمبر علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں دنیا کی ناپائیداری اور بے وقعتی دکھادیں اور توفیقِ عمل بخشیں، آمین۔ صاحبِ مظاہرِ حق لکھتے ہیں کہ آلِ رسول سے یہاں مراد اہلِ بیت یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلنے والے اور دوست کامل ہیں اور دوسرے معنیٰ کو ترجیح دی گئی ہے۔ اور كَفَافْ کے معنیٰ یہ ہیں کہ اتنی روزی حاصل ہو جو دوسروں سے سوال کرنے سے بے پروا کر دے۔ بعض کے نزدیک كَفَافْ اور قوت کے ایک ہی معنیٰ ہیں۔ اور علماء نے لکھا ہے کہ روزی بقدرِ ضرورت (كَفَافْ) افضل ہے فقر اور غنا سے، اور جو مالداری سبب گمراہی اور اسراف نہ ہو بلکہ نیکی اور عبادت کا سبب ہو تو وہ فضیلت اور طرح کی ہے۔ خلاصہ یہ کہ دنیا صرف بقدرِ ضرورت مطلوب ہے اور ضرورت کی تعریف حضرتِ اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کی ہے کہ ضروری وہ ہے جس کے نہ ہونے سے ضرر ہو خواہ دنیا کا یا آخرت کا۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

امارتِ اسلامیہ کی فتح امتِ مسلمہ کے لیے بشارت

امارتِ اسلامیہ کی فتح امتِ مسلمہ کے لیے بشارت ہے کہ اللہ نے اس کے سب سے بڑے دشمن کو ان جہادی ضربوں سے ایسا بے حال کیا ہے کہ سپر پاور کی فوج نے لڑنے سے انکار کر دیا ہے۔ ورنہ کیا، یہود کے پاس پیسہ ختم ہو گیا...؟ کہ انہوں نے امریکہ کو پیسہ دینا بند کر دیا... اگر امریکی فوجی لڑنے پر تیار ہوتے تو یہودی آج بھی ان کو پیسہ دے سکتے تھے۔ یہودی اپنی ٹیکنالوجی، اپنی فیکٹریاں اور کارخانے امریکہ سے لا کر چین منتقل نہ کرتے ... اگر امریکی اپنی اولاد کو اس جنگ کا ایندھن بنانے پر تیار رہتے، لیکن امریکی فوج نے (ہی) لڑنے سے انکار کر دیا۔

مولانا عاصم عمر دامت برکاتہم العالیہ

دعوت کا اسلوب اور منہجِ جہاد کی حفاظت و فروغ

(بالخصوص انٹرنیٹ اور بالعموم سب داعیانِ جہاد کو مخاطب تحریر)

استاد اسامہ محمود حفظہ اللہ

اسلوب جو دعوت کے لیے مہلک ہے!

اس موضوع کو اٹھانے کا داعیہ انٹرنیٹ پر دعوتِ جہاد سے منسوب بعض صفحات دیکھ کر پیدا ہوا۔ ایک پہلو سے تو یہ صفحات قابلِ ستائش ہیں کہ انہیں چلانے والے بھائی اس پُر فتن دور میں دعوتِ جہاد کا جھنڈا اٹھائے نظامِ باطل پر رد کر رہے ہیں اور اسے ختم کرنے کے لیے جہاد ہی کو حل بتا رہے ہیں۔ ان کے اس پہلو کی تعریف و تشکر میں جتنا کچھ لکھا جائے کم ہے، کہ اس دور میں فراعنۂ عصر کی ناراضگی سے بچنے اور ان کی مراعات سمیٹنے کے لیے جہاں اچھے بھلے لوگ بھی مسابقت کر رہے ہیں، وہاں یہ بھائی دب نہیں رہے ہیں بلکہ اپنے سر ہتھیلی پر رکھ کر ان کے ظلم کے خلاف آواز اٹھا رہے ہیں۔ پھر دعوتِ جہاد کی مخالفت کرنے والوں پر ان کے رد سے ان کا اخلاص و بے لوثی بھی واضح ہے کہ کس تندہی سے یہ ان کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ لہٰذا ان کے اس اخلاص کی تعظیم ہی ہے کہ جس کے آگے ہماری نظریں جھک جاتی ہیں، مگر انتہائی دکھ اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ان قابلِ احترام بھائیوں میں سے بعض کا طرزِ دعوت اور اسلوبِ نقد بالکل بھی مناسب نہیں ہے۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ تو کافروں تک کے ساتھ حکمت، بہترین نصیحت اور خوبصورت ترین انداز سے بحث و مباحثہ کی تلقین کرتے ہیں، فرعون تک کے ساتھ دعوت میں نرمی برتنے کی تاکید کرتے ہیں، مگر ان صفحات پر، کیا عوام اور کیا خواص، علماء اور اہلِ دین تک کے ساتھ انتہائی سخت اور تضحیک آمیز رویہ رکھا جا رہا ہے۔ جن اختلاف رکھنے والوں کو اپنا بنانے کی کوشش ہونی چاہیے تھی ان کے ساتھ ایسا اندازِ تخاطب ہے کہ جس میں ہمدردی اور خیر خواہی کا دور تک بھی شائبہ نہیں۔ لعن، طعن اور تشنیع تو کسی بھی مسلمان پر حرام ہے، مگر لگتا یہ ہے کہ یہ ہی یہاں اصل اسلوبِ دعوت سمجھا جاتا ہے کہ جو سو فیصد موافق ہو وہ بس اپنا ہے اور جو کسی بھی درجہ میں مخالف ہے وہ دشمن ہے اور اس کا مسلمان ہونا مشکوک ہے، تکفیرِ معین جو راسخ العلم، فہیم اور حکیم مانے ہوئے علمائے کرام کا کام ہے... یہاں اس کو انتہائی ہلکا لیا جاتا ہے اور بہت آسانی کے ساتھ افراد اور گروہوں پر کافر ہونے کے فتاویٰ لگائے جاتے ہیں... اختلاف رکھنے والے اہلِ دین کو نصیحت (بمعنیٰ نصیحت) نہیں، گناہ یا کسی حرام فعل کی نشاندہی پر بھی اکتفا نہیں، بس سب و شتم، نکاح فسخ ہونے کی دھمکیاں اور انہیں مجسم شر دکھانے کی سعی ہے، ان اہلِ دین کے متعلق ایسے عجیب الفاظ بولے جا رہے ہیں کہ جو یہاں نقل کرتے ہوئے بھی حیا آتی ہے... مرجئہ کا چوزا، مذہبی ہیجڑا اور نہ جانے کیا کیا...؟

یا اللہ یہ کیسی دعوت ہے...؟ اور کوئی کیوں امید رکھے کہ اس سے دین و جہاد کی کوئی خدمت ہو سکتی ہے؟ دعوت کی یہ صورت فتنۂ داعش کھڑا ہونے سے پہلے بھی عروج پر تھی، لیکن داعش کا فتنہ کھڑا ہوا تو نظر آیا کہ اس "دعوت" کے علمبردار اور اس کے زیرِ اثر منہجِ جہاد اپنانے والوں میں سے زیادہ تر افراد بڑے جوش کے ساتھ اس فتنے میں کود پڑے اور بہت کم ہی ایسے رہ گئے جو خوارج کے صف میں علانیہ کھڑے نہیں ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب دعوت وجہاد کے اس سفر میں دل راہِ عدل سے ہٹتا ہے تو تواضع کبر، زبان کی شائستگی بدزبانی اور دل کی نرمی قساوتِ قلبی میں تبدیل ہو جاتی ہے اور پھر فرد خود بھی گم کردہ راستوں پر آگے بڑھ کر گم ہو جاتا ہے اور دوسروں کے لیے بھی تباہی کا رہبر ثابت ہوتا ہے۔

انتہائی معذرت کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ مذکورہ بھائیوں کو اس کا ادراک ہو یا نہ ہو، مگر تاریخ شاہد ہے کہ اس قسم کی دعوت سے جہاد کی کم ہی کبھی نصرت ہوئی ہے...اس لیے کہ یہ "دعوت "دعوت کم اور جہاد سے لوگوں کو متنفر کرنے اور جہاد سے جڑے افراد کو بگاڑنے اور انہیں غلو و تکفیر کے اندھیروں میں دھکیلنے کا مؤثر ذریعہ زیادہ ہے۔ مکرر عرض ہے کہ مذکورہ بھائیوں کے اخلاص پر کوئی سوالیہ نشان نہیں، مگر حق بات یہ ہے کہ صرف اخلاص بالکل بھی کافی نہیں ہے، اخلاص کے ساتھ ساتھ ہمارے فکر و عمل کا سنتِ نبوی ﷺ کے موافق ہونا بھی ضروری ہے۔ اسی طرح خود جو اخلاص اللہ کے ہاں مقبول ہے اس کی پہچان ہی یہ ہے کہ ہم حق کو پہچان کر اس کے سامنے جھک جائیں، محاسبۂ نفس ہماری بنیادی صفت ہو اور اپنے قول و عمل کو شریعت کے سانچے میں ڈھالنے کی جہدِ مسلسل کریں۔ لیکن اس کے برعکس اگر ہم ہر اُس عمل کو صحیح کہیں جس کو ہمارا دل ٹھیک کہہ رہا ہو تو یہ وہ اخلاص نہیں جو اللہ کے ہاں باعثِ نجات ہے، بلکہ یہ خواہشِ نفس کی اتباع ہے، وہ اتباعِ نفس جو تمام برائیوں کی جڑ ہے اور جو بالآخر انسان کو ضلالت اور رذالت کی اُن گہرائیوں میں جا گراتی ہے کہ جن کا انجام دنیا میں نری حیوانیت بلکہ شیطانیت ہے اور آخرت میں جس کا نتیجہ جہنم کی دہکتی آگ ہے۔ اللہ ہمیں خواہش نفس کے پیچھے چلنے سے بچائے اور دعوت و کردار میں، پورے سفرِ حیات میں اپنے آپ کو حق کا تابع رکھنے کی توفیق دے۔ لہٰذا داعی جہاد کے لیے دعوت کا وہ اسلوب سمجھنا اور اسے اپنانا انتہائی ضروری ہے جو اللہ کے ہاں مقبول ہو اور جس سے جہاد کی واقعی خدمت ہو سکتی ہے۔ پھر اس اسلوب سے بچنا اس کی اولین ترجیح ہو جو بالاصل دعوت کا اسلوب نہیں ہے اور جس کے سبب جہاد اور اہلِ جہاد کا الٹا نقصان ہوتا ہے۔

دعوت کا مطلوب اسلوب

اللہ ربّ العزت جہاں حق کی طرف بلانے کا حکم دیتے ہیں﴿ادۡعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ﴾، یعنی دین اور دینی امور کی طرف دعوت کا امر دیتے ہیں، وہاں اس دعوت کے اسلوب کا بھی تعین کرتے ہیں، یہ اسلوب حکمت ہے، اچھی وعظ و نصیحت ہے اور دل نشین انداز میں بحث و مجادلہ ہے۔ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ادۡعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ وَجَادِلۡهُم بِالَّتِي هِيَ أَحۡسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعۡلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِينَ﴾

"اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور موعظۂ حسنہ کے ذریعے بلایئے، اور ان سے ایسے طریقے پر بحث کیجیے جو اچھا طریقہ ہو، بلاشبہ آپ کا رب ان کو خوب جاننے والا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گئے اور وہ ان کو خوب جانتا ہے جو ہدایت کی راہ پر چلنے والے ہیں۔"

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّكَ الخ سے خود پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تعلیم دی جا رہی ہے کہ لوگوں کو راستہ پر کس طرح لانا چاہیے، اس کے تین طریقے بتلائے؛ حکمت، موعظت حسنہ، جدال بالتي هي أحسن۔ "حکمت" سے مراد یہ ہے کہ نہایت پختہ اور اٹل مضامین مضبوط دلائل و براہین کی روشنی میں حکیمانہ انداز سے پیش کیے جائیں۔ جن کو سن کر فہم و ادراک اور علمی ذوق رکھنے والا طبقہ گردن جھکا سکے۔ دنیا کے خیالی فلسفے ان کے سامنے ماند پڑ جائیں اور کسی قسم کی علمی و دماغی ترقیات وحی الٰہی کے بیان کردہ حقائق کا ایک شوشہ تبدیل نہ کر سکیں۔

"موعظت حسنہ" مؤثر اور رقت انگیز نصیحتوں سے عبارت ہے جن میں نرم خوئی اور دل سوزی کی روح بھری ہو۔ اخلاص، ہمدردی، شفقت و حسن اخلاق سے خوبصورت اور معتدل پیرایہ میں کی جانے والی نصیحت سے بسا اوقات پتھر کے دل بھی موم ہو جاتے ہیں، مُردوں میں جانیں پڑ جاتی ہیں، ایک مایوس و پژمردہ قوم جھر جھری لے کر کھڑی ہو جاتی ہے، لوگ ترغیب و ترہیب کے مضامین سن کر منزلِ مقصود کی طرف بے تابانہ دوڑنے لگتے ہیں۔ بالخصوص جو طلب حق کی چنگاری تو سینے میں رکھتے ہیں مگر زیادہ عالی دماغ اور ذکی و فہیم نہیں ہوتے، ان میں مؤثر وعظ و پند سے عمل کی ایسی اسٹیم بھری جا سکتی ہے جو بڑی اونچی عالمانہ تحقیقات کے ذریعہ سے ممکن نہیں۔

ہاں دنیا میں ہمیشہ سے ایک ایسی جماعت بھی موجود رہی ہے جس کا کام ہر چیز میں الجھنا اور بات بات میں حجتیں نکالنا اور کج بحثی کرنا ہے۔ یہ لوگ نہ حکمت کی باتیں قبول کرتے ہیں نہ وعظ و نصیحت سنتے ہیں، بلکہ چاہتے ہیں کہ ہر مسئلہ میں بحث و مناظرہ کا بازار گرم ہو۔ بعض اوقات اہل فہم و انصاف اور طالبین حق کو بھی شبہات گھیر لیتے ہیں اور بدون بحث کے تسلی نہیں ہوتی اس لیے وَجَادِلۡهُم بِالَّتِي هِيَ أَحۡسَنُ فرما دیا کہ اگر ایسا موقع پیش آئے تو بہترین طریقہ سے تہذیب، شائستگی، حق شناسی اور انصاف کے ساتھ بحث کرو۔ اپنے حریفِ مقابل کو الزام دو تو بہترین اسلوب سے دو، خواہی نہ خواہی دل آزار اور جگر خراش باتیں مت کرو جن سے قضیہ بڑھے اور معاملہ طول کھینچے، مقصود تفہیم اور احقاق حق ہونا چاہیے۔ خشونت، بداخلاقی، سخن پروری اور ہٹ دھرمی سے کچھ نتیجہ نہیں"۔[12]

حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ اسلوبِ دعوت میں طریقۂ انبیاء اور اس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"دعوت الی اللہ دراصل انبیاء علیہم السلام کا منصب ہے۔ امت کے علماء اس منصب کو ان کا نائب ہونے کی حیثیت سے استعمال کرتے ہیں تو لازم یہ ہے کہ اس کے آداب اور طریقے بھی انہی سے سیکھیں۔ جو دعوت ان طریقوں پر نہ رہے وہ دعوت کے بجائے عداوت اور جنگ وجدال کا موجب ہو جاتی ہے۔ دعوتِ پیغمبرانہ کے اصول میں جو ہدایت قرآن کریم میں حضرت موسیٰ وہارون کے لیے نقل کی گئی ہے﴿فَقُولَا لَهُۥ قَوۡلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُۥ يَتَذَكَّرُ أَوۡ يَخۡشَىٰ﴾ یعنی فرعون سے نرم بات کرو شاید وہ سمجھ لے یا ڈر جائے۔ یہ ہر داعیٔ حق کو ہر وقت سامنے رکھنا ضروری ہے کہ فرعون جیسا سرکش کافر، جس کی موت بھی علم الٰہی میں کفر ہی پر ہونے والی تھی، اس کی طرف بھی جب اللہ تعالیٰ اپنے داعی کو بھیجتے ہیں تو نرم گفتار کی ہدایت کے ساتھ بھیجتے ہیں تو آج ہم جن لوگوں کو دعوت دیتے ہیں وہ فرعون سے زیادہ گمراہ نہیں اور ہم میں سے کوئی موسیٰ وہارون علیہما السلام کے برابر ہادی وداعی نہیں تو جو حق اللہ تعالیٰ نے اپنے دونوں پیغمبروں کو نہیں دیا کہ مخاطب سے سخت کلامی کریں اس پر فقرے کسیں اس کی توہین کریں وہ حق ہمیں کہاں سے حاصل ہو گیا!!!

قرآن کریم انبیاء علیہم السلام کی دعوت و تبلیغ اور کفار کے مجادلات سے بھرا ہوا ہے اس میں کہیں نظر نہیں آتا کہ اللہ کے کسی رسول نے حق کے خلاف ان پر طعنہ زنی کرنے والوں کے جواب میں کوئی ثقیل کلمہ بھی بولا ہو...... رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعوت و اصلاح کے کام میں اس کا بھی بڑا اہتمام تھا کہ مخاطب کی سبکی یا رسوائی نہ ہو اسی لیے جب کسی شخص کو دیکھتے کہ کسی غلط اور برے کام میں مبتلا ہے تو اس کو براہ راست خطاب کرنے کے بجائے مجمعِ عام کو مخاطب کر کے فرماتے تھے، "مابال أقوام يفعلون كذا" "لوگوں کو کیا ہو گیا کہ فلاں کام کرتے ہیں"۔ اس عام خطاب میں جس کو سنانا اصل مقصود ہوتا وہ بھی سن لیتا اور دل میں شرمندہ ہو کر اس کے چھوڑنے کی فکر میں لگ جاتا۔

انبیاء علیہم السلام کی عام عادت یہی تھی کہ مخاطب کو شرمندگی سے بچاتے تھے اسی لیے بعض اوقات جو کام مخاطب سے سرزد ہوا ہے اسی کو اپنی طرف منسوب کر کے اصلاح کی کوشش

[12] تفسیر عثمانی

فرماتے۔ سورۃ یسین میں ہے وَمَالِیَ لَآ اَعۡبُدُ الَّذِیۡ فَطَرَنِیۡ "یعنی مجھے کیا ہو گیا کہ میں اپنے پیدا کرنے والے کی عبادت نہ کروں"، ظاہر ہے کہ یہ قاصد رسول تو ہر وقت عبادت میں مشغول تھے، سنانا اس (کافر) مخاطب کو تھا جو مشغول عبادت نہیں ہے مگر اس کام کو اپنی طرف منسوب فرمایا۔

دعوت کے معنی دوسرے کو اپنے پاس بلانا ہے محض اس کے عیب بیان کرنا نہیں اور یہ بلانا اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ متکلم اور مخاطب میں کوئی اشتراک ہو، اسی لیے قرآن عزیز میں انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا عنوان اکثر یا قوم سے شروع ہوتا ہے جس میں برادرانہ رشتہ کا اشتراک پہلے جتلا کر آگے اصلاحی کلام کیا جاتا ہے کہ ہم تم تو ایک ہی برادری کے آدمی ہیں کوئی منافرت نہیں ہونی چاہیے یہ کہہ کر ان کی اصلاح کا کام شروع فرماتے ہیں.........

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو دعوت کا خط ہرقل شاہ روم کے نام بھیجا اس میں اول تو شاہ روم کو عظیم الروم کے لقب سے یاد فرمایا جس میں اس کا جائز اکرام ہے کیونکہ اس میں اس کے عظیم ہونے کا اقرار بھی ہے مگر رومیوں کے لیے، اپنے لیے نہیں اس کے بعد ایمان کی دعوت اس عنوان سے دی گئی ﴿تَعَالَوۡا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍۭ بَیۡنَنَا وَبَیۡنَکُمۡ اَلَّا نَعۡبُدَ اِلَّا اللّٰہَ﴾[13] جس میں پہلے آپس کا ایک مشترک نقطۂ وحدت ذکر کیا کہ توحید کا عقیدہ ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے اس کے بعد عیسائیوں کی غلطی پر متنبہ فرمایا۔

تعلیمات رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دھیان دیا جائے تو ہر تعلیم دعوت میں اسی طرح کہ آداب واصول ملیں گے۔ آج کل اول تو دعوت واصلاح اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی طرف دھیان ہی نہ رہا اور جو اس میں مشغول بھی ہیں انہوں نے صرف بحث ومباحثہ، مخالف پر الزام تراشی، فقرے کسنے اور اس کی تحقیر وتوہین کرنے کو دعوت وتبلیغ سمجھ لیا ہے جو خلاف سنت ہونے کی وجہ سے کبھی مؤثر ومفید نہیں ہوتا۔ وہ سمجھتے رہتے ہیں کہ ہم نے اسلام کی بڑی خدمت کی اور حقیقت میں وہ لوگوں کو متنفر کرنے کا سبب بن رہے ہیں.........

آیت مذکورہ کی تفسیر میں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اصل مقصودِ شرع دعوت الی اللہ ہے۔ جس کے دو اصول ہیں حکمت اور موعظت حسنہ۔ مجادلہ کی صورت کبھی سر پر آن پڑے تو اس کے لیے بھی احسن کی قید لگا کر اجازت دے دی گئی ہے مگر وہ حقیقتاً دعوت کا کوئی شعبہ نہیں بلکہ اس کے منفی پہلو کی ایک تدبیر ہے جس میں قرآن کریم میں بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ کی قید لگا کر جس طرح یہ بتلا دیا ہے کہ وہ نرمی، خیر خواہی اور ہمدردی کے جذبے سے ہونا چاہیے اور اس میں دلائلِ واضحہ مخاطب کے مناسبِ حال بیان کرنا چاہیے مخاطب کی توہین وتحقیر سے کلی اجتناب کرنا چاہیے اسی طرح اس کے احسن ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ خود متکلم کے لیے مضر نہ ہو جائے کہ اس میں اخلاقِ رذیلہ حسد، بغض، تکبر، جاہ پسندی وغیرہ پیدا نہ ہو جائے جو باطنی گناہ کبیرہ ہیں اور آج کل کے بحث ومباحثہ مناظرہ ومجادلہ میں شاذونادر ہی کوئی اللہ کا بندہ ان سے نجات پائے تو ممکن ہے، ورنہ عادتاً ان سے بچنا سخت دشوار ہے۔

امام غزالی نے فرمایا کہ جس طرح شراب ام الخبائث ہے کہ خود بھی بڑا گناہ ہے اور دوسرے بڑے بڑے جسمانی گناہوں کا ذریعہ بھی ہے اسی طرح بحث ومباحثہ میں جب مقصود مخاطب پر غلبہ پانا اور اپنا علمی تفوق لوگوں پر ظاہر کرنا ہو جائے تو وہ بھی باطن کے لیے ام الخبائث ہے جس کے نتیجہ میں بہت سی روحانی جرائم پیدا ہوتے ہیں مثلاً حسد، بغض، تکبر، غیبت، دوسرے کے عیوب کا تجسس، اس کی برائی سے خوش اور بھلائی سے رنجیدہ ہونا، قبول حق سے استکبار، دوسرے کے قول پر انصاف واعتدال کے ساتھ غور کرنے کے بجائے جواب دہی کی فکر خواہ اس میں قرآن وسنت میں کیسی ہی تاویلات کرنا پڑیں...... یہ تو وہ مہلکات ہیں جن میں باوقار علماء ہی مبتلاء ہوتے ہیں اور معاملہ جب ان کے متبعین میں پہنچتا ہے تو دست وگریبان اور جنگ وجدال کے معرکے گرم ہو جاتے ہیں، انا اللہ وانا الیہ راجعون"۔[14]

امام رازی رحمہ اللہ ﴿اِنَّ رَبَّکَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ وَہُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُہۡتَدِیۡنَ﴾ کے تحت فرماتے ہیں:

"مطلب یہ ہے کہ تم بس ان تین طریقوں سے ہی اللہ کی طرف دعوت کے مکلف ہو، جہاں تک بہر صورت لوگوں کو ہدایت دینے کا تعلق ہے تو وہ تمہارا کام نہیں، یہ تو اللہ ہی جانتا ہے کہ کون گمراہ ہے اور کون ہدایت قبول کرتا ہے۔ میرے نزدیک لوگوں کے نفوس اپنی ماہیت کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں، بعض پُرنور اور صاف ستھرے ہوتے ہیں جن کا مادیت کی طرف جھکاؤ کم اور روحانیت کی طرف زیادہ ہوتا ہے جبکہ دوسرے اپنی اصلیت میں تاریک اور ایسے مکدر ہوتے ہیں جو مادیت کی طرف زیادہ مائل ہوتے ہیں اور روحانیت کی طرف جن کا میلان کم ہوتا ہے، لہذا جب ان کی اصلیت وماہیت ہی ایسی بن گئی ہے تو یہ کم ہی تبدیلی قبول کرتے ہیں۔ اس وجہ سے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم بس دعوت کو خاص اس طریقے سے دو اور سب کے سب لوگوں کو ہدایت دینے کے پیچھے مت پڑو، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ گمراہ اور جاہل نفوس کی گمراہی جانتا ہے اور صاف ستھرے نفوس کی پاکیزگی سے بھی وہ باخبر ہے"۔[15]

شیخ عبد اللہ عزام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے لوگوں سے محبت کرنے والا فرد چاہیے، ایسا فرد جس کا ظرف بڑا اور زبان پاک ہو، وہ فرد جو جب کسی مسلمان کو برائی کرتا دیکھے تو یہ نہ کہے کہ "میں تجھ سے اللہ کے لیے نفرت اور دشمنی رکھتا ہوں، کیوں کہ تم یہ اور یہ برائی کرتے ہو" خدا کے

[13] آل عمران

[14] معارف القرآن

[15] مفاتیح الغیب

لیے میرے بھائی ایسا نہ کرو! یہ کیوں نہیں کہتے ہو کہ "میرے بھائی میں تجھ سے اللہ کے لیے محبت کرتا ہوں مگر آپ میں یہ ایک مسئلہ ہے، اس کی اصلاح کیجیے"۔[16]

شہیدِ امت شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:

"اعلام (جہادی میڈیا) میں ایسے الفاظ، فقروں اور عبارات سے اجتناب کرنا چاہیے جو ایک مومن کے شایانِ شان نہ ہوں، مومن کے ساتھ لعن طعن، فحش گوئی اور غلط استعمالِ زبان جچتا نہیں ہے، اعلام میں لکھتے بولتے وقت سیاستِ شرعیہ کا خیال رکھنا ضروری ہے، دیکھنا چاہیے کہ ہمارے الفاظ اور انداز دعوتِ جہاد کو فائدہ دیتے ہیں یا یہ نقصان کا سبب ہوں گے، آپ بلاشبہ زیادہ بہتر طور پر جانتے ہیں کہ مجاہدین کے لیے اس کا خیال رکھنا کتنا ضروری ہے۔ میری رائے ہے کہ ہمارے لیے اس مرحلے میں اپنی جملہ اعلامی نشریات کی نگرانی انتہائی ضروری ہے اس لیے کہ یہی امت تک پہنچنے والی ہماری آواز اور امت کے ساتھ جڑنے اور اسے اپنے ساتھ جوڑنے کا ذریعہ ہے، یہ ہمارا اعلام ہی ہے جو مسلمانانِ عالم کے سامنے ہماری تصویر پیش کرتا ہے۔ پس ضروری ہے کہ ہمارا اعلام عامۃ المسلمین کے لیے قابل فہم بھی ہو اور ان کے ساتھ ان کے دکھ و درد میں شریک رہنے کا احساس بھی دلائے۔ اسی طرح اعلامی بھائیوں کے لیے ضروری ہے کہ ان کی نشریات کا ہدف امت کے عام عوام ہوں اور یہ انہیں تہہ در تہہ اندھیروں اور مظالم سے باہر نکالنے کا کام کرے۔"[17]

مجاہد عالم دین شیخ عطیۃ اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جہادی قائدین پر لازم ہے کہ وہ خود بھی ان صفات سے متصف ہوں اور اپنے افراد کی بھی ایسی تعلیم و تربیت کریں کہ وہ لوگوں پر شفقت و رحم کرنے والے اور ان کے لیے آسانیاں پیدا کرنے والے ہوں، ان کی لغزشیں، عیوب اور مسائل دیکھ کر سزا یا قتل و انتقام کی دھمکیاں دینے والے نہ ہوں بلکہ رفق و نرمی اور تدریج کے ساتھ اصلاح کی سعی کرنے والے ہوں، رسول اللہ ﷺ جب بھی کوئی سریہ بھیجتے، یا لشکر پر کسی کو امیر بناتے تو اسے وصیت کرتے کہ "یسّروا ولا تعسّروا وبشّروا ولا تنفّروا" یعنی "لوگوں کے لیے آسانی کرو، دشواری نہ پیدا کرو اور ان کو اللہ کی رحمت کی خوشخبری سناؤ مایوس یا متنفر نہ کرو"، تو کیا ہم نے اس پر کبھی غور و فکر کیا ہے اور اس پر عمل کیا ہے؟"[18]

اللہ ان تمام علمائے کرام اور قائدینِ جہاد کو پوری امت کی طرف سے ڈھیروں اجر دے اور اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم دعوت کو موافقِ سنت دینے والے بنیں، تاکہ جہاد اور دین کی حقیقتاً کوئی خدمت کر سکیں، آمین۔

قتال اور دعوت؛ میدان مختلف، تقاضے و اہداف بھی مختلف

عزیز بھائیو!

ہم مجاہدین بھی ہیں اور داعیانِ دین و جہاد بھی۔ بیک وقت قتال بھی ہمارا میدان ہے اور دعوت بھی۔ جو طاقتیں ہتھیار لے کر ہم پر نظامِ کفر مسلط کیے ہوئے ہیں ان کے خلاف ہتھیار اٹھا کر میدان قتال میں بھی ہم کھڑے ہیں اور امتِ مسلمہ کو ان ظالموں کے مقابل اس جہاد میں ساتھ کھڑا ہونے کی دعوت بھی ہم دے رہے ہیں۔ قتال کا میدان اپنے تقاضے رکھتا ہے اور دعوت کے اپنے لوازمات ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے میدانِ قتال میں سختی کی ہے، خون بہایا ہے اور سر کاٹنے کٹوانے کی تحریض دی ہے مگر آپ ﷺ کی سیرتِ مبارکہ شاہد ہے کہ دعوت کے میدان میں آپ کا مبارک اسوہ سختی نہیں، نرمی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ دعوت اور قتال دونوں کے وسائل، اسلوب اور اہداف ایک دوسرے سے مختلف ہیں، قتال کے اندر چونکہ قوت کو بزور قوت توڑنا ہوتا ہے، ہتھیار اٹھانا، دشمن کا خون بہانا اور جسموں کے چیتھڑے اڑانا ہدف ہوتا ہے، اس لیے یہاں انتہائی سختی کرنا مطلوب اور محمود ہے، قتال نام ہی اس سختی کا ہے، اس کے بغیر قتال قتال نہیں اور یہاں اسی سختی میں ہی اجر ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ شریعت نے اس کے بھی حدود و آداب مقرر کیے ہیں مگر فی الاصل یہ سختی ہی کا میدان ہے۔ یہاں رعب بٹھانے کے لیے سخت الفاظ اور درشت رویہ بھی استعمال کرنا ہوتا ہے، لیکن یہ سختی اگر دعوت میں در آئے، یہاں بھی الفاظ اور انداز اگر ایسا استعمال ہو کہ جس میں مخاطب کے قلب و عقل کو اپیل نہ ہو اور مخاطب کو الٹا ضد و ہٹ دھرمی، بغض و نفرت اور عداوت و انتقام پر ابھارا جا رہا ہو تو اس سے دعوت کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ یہ جہادی تحریک کی بدنصیبی ہو گی اگر میدانِ قتال کا اسلوب میدانِ دعوت میں آزمانا شروع کیا جائے۔

پھر قتال سینوں کا غیظ و غضب ٹھنڈا کرنے کا میدان ہے کہ اس میں جہادی ضربیں لگا کر ظالموں اور مغروروں کی گوشمالی ہوتی ہے اور ان کی مادی طاقت توڑ کر ان کے لڑنے کا عزم ختم کیا جاتا ہے۔ جبکہ دعوت کا معاملہ بالکل برعکس ہے، یہاں غیظ و غضب نکالا نہیں جاتا، روکا جاتا ہے۔ مقصود سامع اور قاری کو گرانا اور اسے مغلوب کرنا نہیں ہوتا بلکہ اسے راغب کرنا، قریب کرنا اور اس کے قلب و ذہن میں اپنی دعوت کے لیے جگہ بنانا ہوتا ہے۔ شائستہ و مبنی بر دلیل گفتگو، ضبط نفس (صبر) و بردباری، عفو و درگزر اور نرمی و احسان ہی میدانِ دعوت کے تقاضے ہیں[19]۔ دعوت میں لازم ہوتا ہے کہ خود تو حق پر عمل میں کوئی کوتاہی نہ ہو مگر مخاطب کو حق سمجھانے اور اسے قابل فہم و قابل قبول بنانے کا (دائرۂ شریعت کے اندر رہ کر) بھرپور

[16] فی ظلال سورۃ التوبہ

[17] وثائق ایبٹ آباد_ شیخ اسامہ کا ایک مکتوب

[18] رسالة إلى أمراء المجاهدين...للشيخ عطية الله رحمه الله

[19] اگر دعوت میں مخاطب حملہ آور دشمن ہو تو اس میں بھی رعب بٹھانے کے لیے شائستگی کی قید کے ساتھ موقع محل کے لحاظ سے سختی ہو سکتی ہے لیکن اگر دھمکیوں اور رعب بٹھانے کا اسلوب پوری دعوت پر غالب آ جائے تو اس سے دعوت کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔

اہتمام ہو۔ لہٰذا دعوت میں اچھے سے اچھے الفاظ اور بہتر سے بہتر انداز کی مسلسل سعی ہوتی ہے۔ مخاطب اگر مخالفت اور عداوت کا مظاہرہ کرتا ہو تو داعی بھی اندھی عداوت پر نہیں اترتا بلکہ وہ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ پر عمل کرتا ہے۔ اس کو اس منافرت اور مخاصمت کی فضا میں بھی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا یہ فرمان ہی رہنمائی دیتا ہے کہ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ "اور بھلائی اور برائی برابر نہیں ہو سکتی"۔ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ "تو (سخت کلامی کا) ایسے طریق سے جواب دو جو بہت اچھا ہو"۔ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ "(ایسا کرنے سے تم دیکھو گے) کہ جس کے ساتھ تمہاری دشمنی تھی گویا وہ تمہارا گرم جوش دوست ہے"۔ وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ "اور یہ بات انہیں لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو برداشت کرنے والے ہیں اور ان ہی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے صاحب نصیب ہیں"۔

لہٰذا شدید بحث و مباحثہ میں بھی داعی کی توجہ دلائل اور براہین سے نہیں ہٹتی، اس حالت میں بھی حسنِ گفتار اور حسنِ تعامل ہی وہ اپنا اسلوب رکھتا ہے اور تنگ دلی اور بد اخلاقی سے اپنا دامن بچاتا ہے۔ یوں مخاطب کی بد اخلاقی کا بدلہ خوش اخلاقی اور اس کی زیادتیوں کا جواب جب عفو و درگزر اور عدل و احسان سے دیا جاتا ہے تو وہ موقع بھی آجاتا ہے جب مخالف کا پتھر جیسا دل بھی موم ہو جاتا ہے، عداوت کی آگ ٹھنڈی پڑ جاتی ہے اور داعی کی زندگی کے درپے دشمن بھی پھر دعوت و داعی کے محافظ و پاسبان بن جاتے ہیں۔

فکر و منہج، کردار اور اسلوبِ دعوت

داعی کی کامیابی میں تین امور ٹھیک رکھنے کا بڑا کردار ہے:

أ. اول، وہ عقیدہ و نظریہ یا فکر و عمل کا وہ منہج کہ جس کی وہ دعوت دیتا ہے،

ب. دوم، کردار کہ خود داعی کا قول و عمل اپنی دعوت کے موافق ہے یا مخالف اور

ج. سوم، اسلوبِ دعوت کہ وہ کس اخلاق سے اپنی دعوت پیش کرتا ہے۔

ویسے تو عام طور پر ان تینوں کا آپس میں راست تناسب ہے، کہ جو نظریہ ہو گا، فکر و عمل کا جو منہج ہو گا، اسی طرح کردار ہو گا اور اسی کے رنگ و بو اسلوبِ دعوت میں بھی نظر آئیں گے۔ مگر بعض جگہوں پر استثنا بھی ہو سکتا ہے کہ فکر و کردار تو اچھا ہو مگر دعوت میں سختی ہو۔ لہٰذا داعی کا فرض تب ادا ہوتا ہے جب یہ تینوں امور افراط و تفریط سے پاک سنت نبوی ﷺ کے موافق ہوں، ایسا ہو گا تو داعی اللہ کے یہاں کامیاب ہو گا اور اللہ چاہے تو دنیا میں بھی اس کی دعوت بارآور ہو کر مخاطبین کے دلوں میں گھر کرے گی۔ اس کے برعکس داعی ایسا اسلوب اگر اپنائے جو اس کی دعوت کے ساتھ جچتا نہیں ہو، تو وہ اپنے زعم میں تو حق کی دعوت دے رہا ہو مگر اس کا اسلوب موافق سنت نہ ہو، اس کا انداز اگر غیر اخلاقی اور گرا ہوا ہو تو ایسے داعی سے کم ہی کسی کو فائدہ ہوتا ہے، ایسے میں پھر اپنے زعم میں حق کی ترویج کرنے والا الٹا حق سے متنفر کرنے کا سبب بنتا ہے۔ کسی دعوت کی ناکامی کے لیے بس اتنا پھر کافی ہوتا ہے کہ اس کا داعی خود اپنی دعوت کے لیے باعثِ عار بن جائے، اللہ کا دین داعی کو جس وقت عَلَمِ دعوت اٹھانے کا امر دیتا ہے ﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ○ قُمْ فَأَنْذِرْ ○ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ○﴾ "اے لحاف میں لپٹنے والے کھڑا ہو، پھر ڈر سنا اور اپنے رب کی بڑائی بول" تو عین اس ابتدا ہی میں اسے اپنا کردار پاک کرنے، اعلیٰ اخلاق اپنائے رکھنے اور مخالفین کی دل آزاریوں کے مقابل خالص اللہ کے لیے صبر کرنے کی تعلیم دیتا ہے، ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ○ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ○ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ○﴾، "اور اپنے کپڑے پاک رکھ اور گندگی سے دور رہ اور ایسا نہ کر کہ احسان کرے اور بدلہ بہت چاہے اور اپنے رب کے لیے صبر کر۔" (سورۃ المدثر)

مومن کے لیے گفتگو کا معاملہ انتہائی اہم ہے کہ گفتگو کی اصلاح ہی سے قلب و عمل کی اصلاح ہوتی ہے۔ اس لیے اللہ اپنے بندوں کو انتہائی خوبصورت بات کرنے کی تاکید کرتے ہیں ﴿وَقُلْ لِعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾، "اور میرے بندوں سے کہہ دو کہ (لوگوں سے) ایسی باتیں کہا کریں جو بہت پسندیدہ ہوں"۔ اللہ مومنین کو پابند کرتے ہیں کہ بات کرو تو عدل و انصاف کی کرو اور تمہاری باتوں میں کوئی ظلم نہ نظر آئے، ﴿وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا﴾ "اور جب بات کہو تو انصاف سے کہو"۔ اس دین کے داعی کی تو خوبی یہ بتائی گئی ہے کہ وہ یہ اعلان کرتا ہے کہ کوئی اس دین کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے یا نہیں، سب سے پہلے میں ہی انہیں پورا کرتا ہوں، ﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ○﴾ "کہہ دو بیشک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے، اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں، اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں"۔ لہٰذا داعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہمہ وقت یہ کوشش کرے کہ اس کی فکر و منہج بھی سنت رسول ﷺ کے موافق ہو اور اس کا کردار اور اسلوبِ دعوت بھی شریعت کے خلاف نہ ہو۔ جس حق کی وہ دعوت دے رہا ہو، اس کے کردار میں اس کا نمونہ نظر آرہا ہو اور اس کی دعوت میں بھی وہ خوشبو مستقل محسوس کی جا سکتی ہو۔ یہ تینوں یعنی فکر و عمل کا منہج، کردار اور اسلوبِ دعوت جب حق اور ایک ہوں تو سچائی انشاء اللہ تیر کی طرح نشانے پر جا کر بیٹھ جاتی ہے اور کامیابی دعوت کا مقدر بن جاتی ہے۔

داعیِ جہاد کب محفوظ رہتا ہے؟

داعیٔ جہاد جن خطرات اور تحدیات سے گزرتا ہے، شاید ہی کوئی اور ان سے گزرے۔ وسائل، ہتھیار اور عددی برتری، ہر لحاظ سے اپنے سے انتہائی قوی دشمن کا مقابلہ تو اس کا ایک پہلو ہے، جن اپنوں کو دشمن کے خلاف ساتھ کھڑا کرنا مقصود ہوتا ہے، عین اُنہی کی طرف سے جب مخالفت کا سامنا ہو تو یہ بہت صبر اور حکمت کا متقاضی ہے، پھر سفر جہاد میں ہر دوسرے موڑ پر ایسے مسائل آتے ہیں کہ جہاں چھوٹی خطا بھی بڑی دور رس ثابت ہو سکتی ہے۔ ایسے میں

جذبات بھی اکثر ہوش و حواس پر حاوی ہونے لگتے ہیں اور اللہ کا فضل نہ ہو تو داعی و مجاہد فوز و فلاح کے راستے سے ہٹ سکتا ہے اور وہ خود دعوتِ جہاد کے لیے بڑے نقصان کا باعث بن سکتا ہے۔ اس نقصان سے داعیٔ جہاد تب ہی بچ سکتا ہے جب فکر و منہج میں بھی وہ سنت نبوی کے موافق ہو اور اپنے کردار و دعوت میں بھی رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام اور صالحینِ امت کے مشابہ ہو اور ایسا تب ہی ممکن ہے، جب اس کے دل میں ایسا ہونے کی شدید تڑپ ہو اور یہ خوف بھی ہو کہ خدانخواستہ کسی بھی وقت اس کی اپنی کسی کوتاہی سے اس سے ہدایت کی نعمت چھن سکتی ہے۔ اس نعمت کو سینے سے لگانے کا ذریعہ پھر علماء کرام کی پیروی اور صالحین کی صحبت ہے۔ اس کی فکر و منہج تب ہی محفوظ رہ سکتی ہے جب ایسے علماء کرام سے وہ اپنا دین لے جن کے تقویٰ و اخلاق، علم و عدل، فقہ و فہم، تجربہ اور سلیم الفطرتی کی دیگر اہل علم اور اصحابِ کمال کے ہاں گواہی دی جاتی ہو، ایسے علماء کرام کہ جو تعصب، انتقام، غصہ اور خواہشِ نفس کے تحت فتاویٰ نہ دیتے ہوں بلکہ قول و عمل میں خدا خوفی ان پر غالب ہو اور سیاستہ الشرعیہ (مصالح و مفاسد کے علم) میں رسوخ رکھتے ہوں۔ یہ صفات صرف ایسے ہی عالم میں ہو سکتی ہیں جو اہم جہادی معاملات میں خود سے تنہا اجتہاد کر کے فتاویٰ نہ دیتا ہو بلکہ اپنے سے افضل اور سبقت لے جانے والے علماء کرام کے نقوشِ قدم ڈھونڈتا ہو اور ساتھ ہی ساتھ ہم عصر علماء حق سے بھی استفادہ اور مشورہ کرتا ہو۔

ایسے علماء کرام آج بھی اس امت میں موجود ہیں اور اگر داعی اپنی فکر، کردار اور اسلوبِ دعوت میں ان علماء کرام اور داعیانِ دین کی پیروی اختیار کرتا ہے تو اللہ سے امید ہے کہ وہ رحمان و رحیم رب اسے گمراہی سے بچائے گا اور اللہ کے اذن سے وہ دین و جہاد کی خدمت بھی کر سکے گا۔ یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ عصرِ حاضر میں امارت اسلامی افغانستان کا تقریباً تین دہائیوں پر محیط کامیاب اور مبارک جہادی تجربہ ہو، یا یہاں خراسان سے یمن و مالی اور شام و صومالیہ تک پھیلا عالمی تحریک جہاد کا تجربہ، اس سب نے امت کو انتہائی قیمتی اسباق دیے ہیں، یہاں تک کہ اہم امورِ جہاد میں سے کوئی ایک بھی شاید اب ایسا نہیں رہا ہے کہ جس پر قائدینِ جہاد نے بصیرت و بصارت کے ساتھ رہنمائی نہ کی ہو، لہٰذا دعوت و جہاد کے میدان میں اگر ہم ان علماء کرام و قائدین جہاد[20] کے مرتب کردہ دروس سے سبق لیتے رہیں تو ان شاء اللہ یہ سفر بڑی حد تک محفوظ ہو جائے گا اور ٹھوکروں پر ٹھوکر کھانے کی نوبت نہیں آئے گی۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

بقیہ: آزاد کون؟

ہمارے ملک میں وہ لوگ آزاد ہیں جو یہاں کا نصابِ تعلیم طے کرتے ہیں۔ جو مدارس کے دینی نصاب میں بھی تبدیلی کروا سکتے ہیں۔ جی ہاں ہمارے ملک میں وہ لوگ آزاد ہے جو جس کو بھی چاہے پھانسی کی سزا سنائیں اور اپنی مرضی کے وکیل، اپنی کورٹ (ملٹری) حالانکہ وہ خود کیس میں ایک فریق ہیں اور اپنے جج ایڈوکیٹ جنرل کے اس سارے کھیل تماشے کو فری ٹرائل کا نام بھی دیں۔ جی ہاں یہ لوگ آزاد ہیں۔

ہمارے ملک میں سب آزاد ہیں سوائے چودہ اگست کو آزادی کا جشن منانے والوں کے، گھر، سواریاں اور گلیاں سجانے والے ہمارے ملک کے 'خود مختار' بائیس کروڑ عوام کے…

ہم سبھی تجھ پر فدا ہوں!

ان شاء اللہ ہم اپنے محبوب نبی ﷺ کی عزت کے دفاع سے کبھی دستبردار نہیں ہوں گے۔ ہم آپ ﷺ کی کاطر لڑتے رہیں گے، ہم اس معاملے پر مسلم امت کے جذبات کبھی سرد نہ ہونے دیں گے اور یہ کفارِ ملعونین ہر دم ہمارے بموں اور گولیوں کے نشانوں پر رہیں گے۔ ہماری مائیں ہم پر روئیں اگر ہم اپنے نبی ﷺ کے دفاع کے لیے نہ اٹھیں۔ لوگو! یہ خیر البشر ﷺ کی عزت کا معاملہ ہے۔ اس کے بدلے تو پوری دنیا کا آگ میں جل جانا بھی کوئی معنیٰ نہیں رکھتا!

شیخ انور العولقی شہید رحمہ اللہ

---

[20] عصر حاضر میں جہاد کے نام پر جو بڑا فتنہ پیدا ہوا، جس نے امت کے بے گناہوں اور اللہ کے اولیاء تک کا خون کیا اور دشمنان امت کو فائدہ دیا، اس کے خدوخال وہ لوگ ہی بروقت سمجھ گئے جنہوں نے مذکورہ علماء اور قائدین جہاد کے منہج کے ساتھ اپنا آپ جڑے رکھا، اس کے برعکس جنہوں نے ان اہل فضل و سبقت سے بے نیازی کی اور ان کے ارشادات و ہدایات کو قابل اعتناء نہیں جانا، وہ خواہش نفس کے ہاتھوں مغلوب ہوئے اور ان کی اکثریت نے کھلم کھلا داعشی خوارج میں شامل ہونے کا راستہ چن کر اپنی دنیا و آخرت بھی خود اپنے ہاتھوں سے تباہ کر دی اور دعوت و جہاد کو بھی بدنام کیا۔

ایک ایمان افروز وصیت و نصیحت

القاعدہ برِّصغیر کے رکنِ شوریٰ شہید 'رانا عمیر افضال' رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت

حرفِ اول

'رانا عمیر افضال' شہید کو میادینِ جہاد میں موجود مجاہدین 'حسین'، 'مزمّل' اور 'عامر' کے نام سے جانتے ہیں اور ان میں بھی ان کا لمبے عرصے تک اور معروف رمزی نام 'حسین' تھا۔ حسین بھائی رحمۃ اللہ علیہ ڈیڑھ دہائی کے قریب جہاد سے وابستہ رہے۔ اللہ پاک کے حکم کے مطابق انہوں نے اپنی جان اور مال سے جہاد کیا، بلکہ اپنی اہلیہ اور اپنی قیمتی متاع اپنی اولاد کو بھی اسی راہ میں کھپا دیا جو اللہ کا راستہ ہے۔ آپ مرکزی القاعدہ کے ایک فعال رکن تھے اور القاعدہ کے نشریاتی و اعلامی ادارے 'السّحاب' کے شعبۂ نشر کے ذمہ دار رہے۔ بعد ازاں شیخ عطیۃ اللہ رحمہ اللہ کی ہدایت پر مرکزی القاعدہ ہی کے ایک پاکستانی مجموعے سے وابستہ ہو گئے اور سنہ ۲۰۱۳ء میں القاعدہ برِّصغیر کے قیام کے بعد اس جماعت کا حصہ بن گئے۔ آپ القاعدہ برِّصغیر کی مرکزی شوریٰ کے رکن تھے اور جماعت کے خارجی / بیرونی معاملات کے ذمہ دار تھے اور آپ سے رابطہ رکھنے والے احباب آپ کو 'شیخ مصطفیٰ عبد الکریم' کے نام سے یاد کرتے تھے۔ ہم بھی آپ کی بزرگی اور مقام کے سبب آئندہ کے چند جملوں میں آپ کو 'شیخ مصطفیٰ عبد الکریم' ہی کہہ کر پکاریں گے۔

شیخ مصطفیٰ عبد الکریم کی وصیت سب اہلِ ایمان کے لیے عام اور ان کے اہلِ خانہ اور مجاہدین کے لیے خاص ہے۔ ہر ایک کو چاہیے کہ وہ اس وصیت کے انداز، الفاظ، اسلوبِ بیان پر غور کرے اور سب سے بڑھ کر اس وصیت کی روح کو سمجھے اور اس میں جو عمل کی پکار لگائی گئی ہے اس پر لبیک کہے۔ یہ وصیت ایک سوچ و فکر کی دعوت اور لائحۂ عمل ہے۔ اللہ کے لیے محبت کرنے اور اللہ ہی کی خاطر جڑنے کی ایک دعوت ہے۔ توحید پر ایمان، رسالت و آخرت پر یقین اس وصیت کا پیغام ہے۔

اس وصیت کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ عمومی وصیت ہے جبکہ دوسرا حصہ مالی وصیت پر مشتمل ہے۔

مالی وصیت اس خاص نظر سے بہت اہم ہے کہ شیخ مصطفیٰ عبد الکریم نے اپنی ملکیت میں موجود چھیاسی (۸۶) تولہ سونے میں سے اکیاسی (۸۱) تولہ سونا اپنی زندگی ہی میں جہاد کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ یہ خطیر رقم بھی انہوں نے اس غرض سے وقف کر رکھی تھی کہ آپ رحمہ اللہ ایک فدائی مجاہد تھے اور ان کی خواہش تھی کہ وہ اپنی ذاتی رقم سے ایک ٹرک خریدیں اور اس کے لیے بارود کی قیمت بھی وہ خود ادا کریں۔ جیسا کہ وصیت سے واضح ہے کہ اگر ان کی شہادت فدائی حملے کے بجائے کسی اور صورت میں واقع ہو جائے تو وہ تب بھی جاتے جاتے اس مال کو بیت المال کے لیے وقف کر رہے ہیں۔ یہ جذبۂ عمل نہایت گراں قدر ہے کہ جہاں اللہ پاک نے جان سے جہاد فرض فرمایا ہے وہیں اللہ پاک نے جہاد بالمال بھی فرض فرمایا ہے۔ پھر یہ عمل یہ معاملہ بھی سمجھاتا ہے کہ ایک مجاہد جو استطاعت رکھتا ہو تو اسے اپنی ذاتی ضروریات سے لے کر جہاد کے لیے اسلحے اور اپنے متعلقہ شعبۂ جہاد کے اعتبار سے سامان بھی اپنی ذاتی جیب سے ہی خریدنا اور خرچ کرنا چاہیے۔ اللہ نے صرف ایک جگہ کے علاوہ جہاں بھی قرآن میں جہاد کا حکم دیا ہے تو جہاد بالنفس سے پہلے جہاد بالمال کا ذکر کیا ہے۔

شیخ مصطفیٰ عبد الکریم کی سیرت اور یہ وصیت ہمیں ایک انتہائی بڑا فرق بھی بتاتی ہے، یہ آخرت کے راہی اور دنیا کے پجاری، مجاہد فی سبیل اللہ اور ایک فوجی کے درمیان فرق ہے۔ مجاہد اپنا مال، اپنی جان اور جو کچھ اس کے دائرۂ اختیار میں ہوتا ہے، سب اللہ کے حضور پیش کرتا ہے اور اس ربِّ کریم کے ساتھ وہ سودا اور تجارت کر جاتا ہے جس کے نافع ہونے پر اس کا غیبی ایمان ہوتا ہے، اس کے سامنے مقصد و غایت بس اللہ کی رضا ہوتی ہے، کوئی شہرت، کوئی اسٹیٹس، کوئی دولت، کوئی دنیاوی ترقی یا فائدہ اس کے مدِ نظر نہیں ہوتا، خاکساری و گمنامی کے ساتھ بس دل کے نہاں خانوں میں اللہ کی محبت لیے اس کے راستے میں قربان ہونا چاہتا ہے، یہ سب اس لیے بھی کہ بس اللہ کا دین غالب ہو اور امتِ محمد علی صاحبہا الصلاۃ و السلام کو عزت و آبرو نصیب ہو۔ اس کے برعکس ذرا دنیاداری کی خاطر لڑنے والی افواج اور ان کے افسر اور سپاہیوں پر نظر ڈالیے، یہاں ساری تگ و دو کا مقصد تنخواہ، فنڈ، پلاٹ، شہرت اور شہوانی خواہشات کی تسکین ہوتی ہے۔ ایک طرف شہید ہونے کے بعد بھی امت کی فکر، جہاد کا غم اور نصرتِ دین کی کوشش، جبکہ دوسری طرف مرنے کے بعد بھی زمین، پنشن اور خاندان کے لیے نوکری و ملازمت کی سعی... ایک طرف (مجاہد) اپنا کمایا ہوا سارا مال امت پر لٹاتا ہے اور دوسری طرف (فوجی) قوم سے اپنی ایک ایک "خدمت" کا حساب مانگتا ہے اور قوم کو آخری حد تک لوٹتا اور نچوڑتا ہے! (راحیل شریف کی ۹۰ ایکڑ زمین اور دیگر لوٹ کھسوٹ ذہن میں ہو!) فرق بڑا ہے، اس لیے کہ ایک کا الٰہ اللہ ہے، ربِّ کائنات ہے جس کے قبضے میں حال و مستقبل اور زمین و آسمان ہے، جبکہ دوسرے نے ملک و وطن، فوج و ادارے اور ذلیل و خسیس دنیا کو اپنا خدا بنا رکھا ہے... یہ فرق چونکہ بہت بڑا ہے، اس لیے دونوں کے انجام میں بھی کوئی کم فرق نہیں ہو گا! وہ انجام کہ جس سے مفر نہیں، جس کی طرف سب بڑھ رہے ہیں۔ جہاں تمام الٰہ اور تمام ارباب ساتھ چھوڑ جائیں گے اور جس دن پکارنے والا پکارے گا، لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ، "آج کس کے لیے بادشاہی ہے؟" پھر کوئی جرنیل، لیڈر اور کوئی ملک و وطن کا نام نہاد رکھوالا بول نہیں سکے گا،

جواب میں کہا جائے گا لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ، "بادشاہی تو صرف اس ایک اللہ کی ہے جو قہار ہے! "۔ تب اس تجارت اور اُس تجارت کا پتہ چل جائے گا کہ کس نے گھاٹے کا سودا کیا، اپنی جان، احباب اور اہل و عیال کو تباہ کیا اور کس نے اپنا اور اپنے پیاروں کا "فیوچر" بچالیا، بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سنوار دیا!

اللہ پاک شیخ مصطفیٰ عبد الکریم کی شہادت قبول فرمائیں اور ان کو انبیاء و صدّیقین اور شہداء و صالحین کی معیت عطا فرمائیں، آمین۔ (ادارہ)

•••••

وصیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ امابعد

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ...

"کیا اس وقت تم خود موجود تھے جب یعقوب کی موت کا وقت آیا تھا۔ جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ ان سب نے کہا تھا کہ: ہم اسی ایک خدا کی عبادت کریں گے۔" (سورۃ البقرۃ:۱۳۳)

وقال اللہ جلا وعلاه: وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ...

"ہم نے تم سے پہلے اہل کتاب کو بھی اور تمہیں بھی یہی تاکید کی ہے کہ اللہ سے ڈرو۔" (سورۃ النساء:۱۳۱)

یہ بندۂ فقیر حسین کی وصیت ہے اپنے گھر والوں کے لیے، اولاد کے لیے اور اپنے تمام بھائیوں اور تمام اہل ایمان کے لیے:

- ظاہر و باطن اور ہر طرح کی تنگی اور آسانی میں خود کو اللہ ربّ العزت کے تقویٰ کے زیور سے آراستہ رکھیں کیونکہ یہی حکمت کا جوہر اور کامیابی کی کنجی ہے۔
- جس شے پر انسان کو سب سے زیادہ عمل کی ضرورت ہے اور جس کی حفاظت ہر شے پر مقدم ہے وہ توحیدِ باری تعالیٰ ہے۔ دنیا کا امن اور آخرت کی نجات کی ضامن ہدایت اسی پر موقوف ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۝

"(حقیقت تو یہ ہے کہ) جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ کسی ظلم کا شائبہ بھی آنے نہیں دیا امن اور چین تو بس انہی کا حق ہے، اور وہی ہیں جو صحیح راستے پر پہنچ چکے ہیں۔" (سورہ الانعام:۸۲)

- اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ...[21]: اپنے دل کو ٹٹول کر دیکھیں! کیا واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اپنے والدین، اولاد اور تمام انسانیت سے زیادہ حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں یا پھر...؟ اور کیا آپ کا عمل اس دعوے کی صداقت پر گواہی دے سکتا ہے؟

- آخرت پر پختہ ایمان بلکہ یقینِ محکم ہی انسان کے عمل کو درست رکھ سکتا ہے، دیکھیے کہ کیا آپ کا مقصود و مطلوب آخرت ہی ہے یا پھر یہ کیفیت ہے "اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ...[22]"۔ اگر دنیا واقعی قید خانہ محسوس نہیں ہوتی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی بھی اس معاملے میں محنت کی سخت ضرورت ہے۔

- اپنی زبان کی خوب خوب حفاظت کا اہتمام کریں خاص طور پر میرے مجاہد بھائی، کیونکہ یہ زبان ہی کی کھیتیاں ہوں گی جنہوں نے لوگوں کو اوندھے منہ جہنم میں پھینکنا ہے۔ اللہ ہم سب کو اس کی توفیق دے۔

- میرے مجاہد بھائی اپنے امراء کی اطاعت کریں اور معروف کام میں ان کی معصیت نہ کریں کیونکہ امراء کا حق مامورین پر بہت زیادہ ہے اور اس دور میں عمومی طور پر اس مسئلے میں بہت کمزوری دیکھنے میں آئی ہے۔ امراء کو بھی چاہیے کہ اپنے مامورین کے بارے میں اللہ سے ڈریں، جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں ان کے لیے بھی پسند کریں اور ان میں سے کمزوروں کا خصوصی خیال کریں جو اپنی حاجت بھی اکثر بیان نہیں کر پاتے۔

- کمزور مسلمانوں اور خاص طور پر شہداء کے بچوں اور ان کے گھر والوں کے معاملے میں اللہ سے ڈریں اور ان کی حاجات اور یتیم بچوں کی تربیت کا خیال رکھنا تمام اہل

[21] "ایمان والوں کے لیے یہ نبی ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ مقدم ہیں۔" (سورۃ الاحزاب:۶)

[22] "اس کے بارے میں ہم جو کچھ خیال کرتے ہیں، بس ایک گمان سا ہوتا ہے، اور ہمیں یقین بالکل نہیں ہے۔" (سورۃ الجاثیۃ:۳۲)

ایمان اور خصوصاً مجاہدین اور ان کے ذمہ داران کی ذمہ داری ہے۔ انھی کے سبب سے اللہ تعالیٰ ہمیں رزق دیتے ہیں اور یہی نصرت کے حصول کا وسیلہ ہیں، ”ھل تنصرون و ترزقون الا بضعفائکم “، یعنی تمہارے ضعفاء کے سبب تمہاری مدد ہوتی ہے اور تمہیں رزق ملتی ہے۔

- بیت المال کی حفاظت کا خصوصی اہتمام کریں اور اس معاملے میں آخرت کی جوابدہی سے ڈریں۔
- ایک دوسرے کی اور خصوصاً امراء کی غیبت سے بچیں اور دوسروں کے عیب تلاش کرنے کے بجائے اپنے عیوب کی فکر کریں۔
- خونِ مسلم کی حرمت کا خصوصی خیال کریں اور کبھی بھی مشتبہ امور کی بنیاد پر اسے حلال نہ جانیں۔ غلو اور (ناحق) تکفیر جیسے فتنوں سے خود کو بچائیں اور اللہ تعالیٰ سے ہدایت پر استقامت کی دُعا کرتے رہیں۔
- جہاد فی سبیل اللہ اسلام کی چوٹی اور اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ اس پر جتنا شکر کیا جائے کم ہے لیکن جہادی زندگی کی مصروفیات اور اس راہ میں طویل عرصہ گزر جانا آپ کو اخلاص نیت کی تجدید سے غافل نہ کرنے پائے۔ ”ان اللہ لا یقبل من عمل الا ماکان اللہ خالصاً “، یعنی اللہ پاک کوئی عمل قبول نہیں فرماتے سوائے اس کے کہ جو خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لیے کیا جائے۔
- مجھے انسانوں میں سے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد سب سے زیادہ محبت اپنی والدہ سے ہے اور اس کے بعد میرے لیے سب سے زیادہ محبوب شخصیت جو کہ میری محسن بھی ہے، وہ میری اہلیہ اور میرے بچوں کی ماں ہے۔ میری اس سے درخواست ہے کہ مجھ سے اس کے حق میں جو کوتاہی بھی ہوئی وہ اسے معاف کر دے اور میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا یہ ساتھ جنت میں بھی برقرار رکھے۔

(اے میری اہلیہ!) میرے بچوں کو اللہ کے دین پر چلنے والا بنانا چاہے ان کے حصے میں دنیا کی تنگی ہی کیوں نہ آئے۔ میرے بیٹوں کو مجاہد بنانا اور میری بچیوں کی شادیاں صحیح العقیدہ مجاہدین سے کروانا۔ دنیا کے نہیں آخرت کے بندے بنانا اور انہیں حضرت فاطمہؓ اور حضرت آسیہؓ جیسا کردار اختیار کرنے کی تربیت دینا۔

- مجھے اپنے بھائیوں میں سے سب سے زیادہ محبت سب سے چھوٹے بھائی کے ساتھ ہے۔ اگرچہ سبھی بھائی الحمدللہ میرے لیے بہترین معاون و مددگار ثابت ہوئے اور سبھی کے مجھ پر احسانات ہیں لیکن سب سے چھوٹے کے ساتھ اللہ کی خاطر جو محبت ہے وہ اللہ ہی جانتا ہے۔

میری اپنے بھائیوں کے لیے یہ وصیت ہے کہ ہماری زندگی کی بیشتر برف پگھل چکی ہے اور موت نے کسی بھی وقت میں آلینا ہے ذرا کچھ دیر رُک کر یہ ضرور دیکھ لیں کہ جس جانب ہماری زندگی کا رُخ ہے اور جس راستے پر ہم نے اپنی سواری کی مہار چھوڑ رکھی ہے کیا واقعی وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی تیار کردہ جنتوں کا رستہ ہے یا پھر اس کی ناراضی اور شیطان کا پسندیدہ راستہ ہے۔ جس شخص میں قوتِ فیصلہ نہیں ہلاکت اس کا مقدر بن کر رہتی ہے۔ بس فیصلہ کیجیے کہ اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے وہی رستہ پسند کرنا ہے جو ہمارے رحیم و کریم رب کا پسندیدہ رستہ ہے۔ توبہ کے دروازے موت تک کھلے ہیں، دیر نہ کیجیے اور اگر زندگی میں کہیں اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے اسباب موجود ہیں ان سے توبہ کر لیجیے اور آئندہ کے لیے ان سے بچنے اور اعمالِ صالحہ کی پابندی کا عزم مصمم کر لیجیے۔ آپ اپنی اولاد کو جو سب سے بہترین تحفہ دے سکتے ہیں وہ دینی علم اور دینی تربیت ہے۔ اس معاملے کو ہلکا نہ جانیں اور موقع کو غنیمت جانیں۔ اپنے بیٹوں کو جہاد کے لیے اور حصولِ علم کے لیے وقف کریں اور اپنی بچیوں کے لیے علماء اور مجاہدین کے رشتے تلاش کریں۔ یہ آپ کے لیے بھی اور ان کے لیے بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ میرا خصوصی سلام اور محبت اپنے بچوں کے نانا، نانی، ماموؤں اور خالاؤں کے لیے۔

- میرے بچو! یہ بات درست ہے کہ آپ کے بابا آپ کو وقت نہ دے سکے اور نہ ہی آپ کے حقوق ہی درست طور پر ادا کر سکے۔ لیکن اے میرے جگر کے ٹکڑو! یہ سب اس لیے کیونکہ میں اس فرض کی ادائیگی کے لیے کوشاں رہا جو آپ کے اور آپ جیسے اُمتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا علیہ الصلاۃ والسلام) کے کروڑوں بچوں کے دین و دنیا کی خیر کا ضامن ہے۔ ہاں میں آپ کی تربیت کا موقع بھی نہ پاسکا اور نہ ہی آپ کا جائز حق ہی آپ کو دلوا سکا لیکن میرے بچو! مجھے اس ذات پر مکمل یقین ہے جس کی رضا کی خاطر ہم نے یہ مشقتیں اٹھائیں، کہ وہ آپ کو ضائع نہ کرے گا اور ضرور ہمیں اپنی ان جنتوں میں اکٹھا فرمائے گا جہاں نہ پھر کوئی خوف ہو گا اور نہ ہی غم۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ...

”اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کی پیروی کی ہے تو ان کی اولاد کو ہم انہی کے ساتھ شامل کر دیں گے، اور ان کے عمل میں سے کسی چیز کی کمی نہیں کریں گے۔“ (سورۃ الطور: ۲۱)

- جن لوگوں سے مجھے خصوصی محبت ہے ان میں سرِ فہرست امیر محترم شیخ ایمن الظواہری ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائیں اور ہر طرح کے شرور سے ان کی حفاظت فرمائیں اور دنیا و آخرت کی بھلائیاں انہیں نصیب فرمائیں۔

أيها الشيخ الوقود ووالدنا الكريم! أبشر فان لك ألاف وألاف من أبناءك و تلامذتك الذين استلموا الراية منك وصدقوا أقوالهم بأعمالهم بل بدمائهم واني أرجوالله ان اكون منهم أتمنى أن يجمعنا بك الله في الفردوس الأعلى بصحبة خير الأنام صلى الله عليه وسلم. ولاتنس ابنك في صاع دعائك فانه في أسس الحاجة اليها.

"اے عظیم شیخ اور قابل احترام والد!

میں آپ کو خوشخبری دیتا ہوں کہ آپ کے ایسے ہزاروں لاکھوں فرزند اور شاگرد ہیں کہ جنھوں نے آپ کے ہاتھ جھنڈا لیکر اٹھا رکھا ہے اور آج یہ اپنے اقوال کی تصدیق اپنے اعمال بلکہ اپنے خون سے کر رہے ہیں، میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ مجھے بھی ان خوش نصیبوں میں شامل رکھے اور اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں آپ کے ساتھ جنت الفردوس میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں اکھٹا فرمائے، یا شیخ! اپنے اس فرزند کو دعا میں مت بھولیے کہ مجھے دعاؤں کی اشد ضرورت ہے۔"

اسی طرح مجھے اپنے استاد اور مربی شیخ عبد الرحمٰن المغربی بھی دنیا کے محبوب ترین لوگوں میں سے ہیں۔ اللہ انہیں دنیا و آخرت کی خیر سے نوازیں۔ اسی طرح میرے بڑے بھائی اور استاد مولانا عبید الرحمان المرابط، امیر محترم مولانا عاصم عمر حفظہ اللہ، برادرم اسامہ محمود، برادرم اسامہ ابراہیم غوری، انس بھائی، ریحان بھائی، داؤد بھائی، ملک سلمان علی اشرف رہشام بھائی، اسماعیل بھائی، حسن اور حسین اور دیگر بھی بہت سے بھائیوں سے اللہ کی خاطر شدید محبت ہے۔ ان لوگوں کا ساتھ میری زندگی کا سب سے قیمتی اثاثہ ہے۔ خصوصاً حذیفہ بنگالی اور عادل بھائی کے ساتھ شدید محبت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس محبت کو اپنی رضا کے حصول کا ذریعہ بنائے، محسن بھائی سے جو تعلق ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ میرا خصوصی سلام اور محبت میرے استاد مربی اور محسن شیخ عبد الوہاب کے لیے، یا شیخنا! اپنے اس نالائق اور مقصر کو اپنی دُعاؤں میں مت بھولیے گا کیونکہ یہ ان کا شدت سے محتاج ہے۔

وہ تمام لوگ جن کا اس وصیت میں ذکر ہے یا جن کے ساتھ میں نے کچھ بھی وقت گزارا ان سب سے میری یہ التجا ہے کہ وہ اس رب کی خاطر مجھے معاف کر دیں جس کی معافی اور مغفرت کے وہ خود بھی محتاج ہیں۔ والله يحب المحسنين، اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔

الّلهم ارزقني شهادة في سبيلك وخذ من دمي حتى ترضى...

الّلهم اني اسالك ايمانا لا يرتد و نعيما لا ينفد و مرافقة النبي صلى الله عليه وسلم في أعلى غرف الجنة الخلد.

وصلى الله على النبى الكريم والحمد لله رب العالمين.

وکتبہٗ: حسین (عفاالله عنه وعن والديه وعن جميع المؤمنين)

۴ ربیع الأول ۱۴۳۷ من هجرة النبى صلى الله عليه وسلم

کشمیر پاکستان اور ساری دنیا کے مجاہدین کو ایک نصیحت

کشمیر، پاکستان اور ساری دنیا کے مجاہدین پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنے جہاد کو شریعتِ مطہرہ کے تابع رکھیں۔ انہیں چاہیے کہ کبھی بھی مسلمانوں کے محرمات کو پامال نہ کریں۔ مجاہدین کو چاہیے کہ ماضی میں جو خطائیں ان سے سرزد ہوئی ہیں تو ان کا ازالہ کریں اور ہر گز بھی مسلمانوں کے محرمات کو پامال کرنے یا خون بہانے کو ہلکا نہ جانیں! یہ کسی طور بھی جائز نہیں ہے کہ مرتد باپ کے جرم کی سزا اس کے بیٹے کو دی جائے، اور یہ بھی جائز نہیں کہ بے گناہ لوگوں کو محض شبہ کی بنیاد پر یا ناکافی ثبوتوں کی وجہ سے قتل کیا جائے۔ نہ ہی مسلمانوں کی مساجد، بازاروں اور عوامی مقامات کو نشانہ بناتے ہوئے دھماکے کرنے چاہییں۔ ایسے جرائم مجاہدین کی تصویر کو داغ دار کرتے ہیں اور ان جرائم ہی کی وجہ سے عامۃ المسلمین کی توجہ امت کے بنیادی مسائل سے ہٹ جاتی ہے جس کے نتیجے میں وہ حکومتوں اور مغربی کٹھ پتلی میڈیا کے پروپیگنڈہ کے اثر کو قبول کرنے والے بن جاتے ہیں۔

اس طرح پاکستانی فوج، اس کی ایجنسیاں اور ان کے تابع ذرائع ابلاغ جہاد کے نام پر سرزد اسی قسم کی غلطیوں کو جہاد کو بدنام کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں اور کروڑوں مسلمانوں کے خلاف کیے گئے اپنے رسوا کن اقدامات اور جرائم کو درست ثابت کرتے ہیں۔

علمِ شرعی کا نہ ہونا، مجاہدین کو قاتلوں اور جرائم پیشہ گروہوں جیسا بنا دیتا ہے جو اغوا برائے تاوان اور بلیک میلنگ (Blackmailing) جیسے جرائم میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ بدقسمتی سے ایسے ہی کچھ گناہ اور امراض مجاہدین کی صفوں میں بھی در آئے ہیں۔ اور ان کو ٹھیک کرنے کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کو ادا کیا جائے۔

حکیم الامۃ فضیلۃ الشیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ

بنگلہ دیش کی دو بیٹیاں

حق کی آگہی کے جذبے میں ڈوب کر لکھی گئی بنگلہ دیش کی دو بیٹیوں کی سچی کہانی

اسماء بنتِ حسین

تانیہ چودھری یا تانیہ جوئیہ جورجیلیس، امریکی ریاست ٹیکساس کے ایک شہر پلینو میں رہائش پذیر ہے۔ وہ اپنی زندگی کو دہشت گردی کے خلاف لڑی جانے والی جنگ کے لیے وقف کر چکی ہے اور مستقبل میں اپنا کیریئر ایک 'کاؤنٹر ایکسٹریم ازم اور ڈی ریڈیکلائزیشن کنسلٹنٹ'[23] کی صورت میں دیکھتی ہے، جس کی حیثیت سے وہ نوجوانوں میں پھیلتی دہشت گردانہ سوچ کا سدِّباب کرنا چاہتی ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ تانیہ کا سابق شوہر ایک شامی جہادی تنظیم کا سرگرم رکن ہے اور خود تانیہ بھی اپنی دس سالہ ازدواجی زندگی کے آغاز میں دہشت گردی یا بالفاظِ دیگر 'جہاد' کی پر زور حامی رہی ہے۔ تو آخر ایسا کیا ہوا جس کی بدولت تانیہ اپنی سابقہ 'گمراہی' کی زندگی چھوڑ کر 'راہِ راست' پر آگئی؟ یہ کہانی سنتے ہیں خود تانیہ کی زبان سے۔

'وہ اپنے بنگلہ دیشی نژاد والدین کی چوتھی اَن چاہی بیٹی تھی[24]، اور اس کا گھرانہ لندن کے ایک سستے علاقے 'ہیرو' میں رہائش پذیر تھا۔ بہت سے دیگر تارکینِ وطن کی طرح اس کے والدین بھی ایک پر آسائش مستقبل کی خاطر بنگلہ دیش سے لندن منتقل ہوئے تھے، مگر یہاں آکر ان کی توقعات کے برعکس، ان کی مشکلات میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اس کے باپ کو کہیں بھی مستقل ملازمت نہیں ملتی تھی۔ مجبوراً اس کی ماں کو بھی کسبِ معاش میں باپ کا ہاتھ بٹانا پڑتا تھا، وہ کبھی کھانا سپلائی کرنے کا بزنس شروع کرتی اور کبھی لے پالک بچوں کے لیے ڈے کیئر کھول کر معاشی بوجھ ہلکا کرنے کی کوشش کرتی۔ مگر شاید اس خاندان پر سب سے بڑا بوجھ چار بیٹیوں کا تھا، جس کا احساس ان کے ملنے ملانے والے انہیں دلاتے رہتے تھے۔ مزید برآں، 'کالا' ہونے کی بنا پر ان کے پڑوسی انہیں ناپسند کرتے تھے اور کوئی نہ کوئی تکلیف پہنچانے کی کوشش کرتے رہتے تھے، اسی نسلی تفریق اور متعصب رویّے کا تانیہ کو سکول میں بھی سامنا کرنا پڑتا تھا۔

گویا معاشرہ اسے 'کالا' ہونے کی بنا پر ردّ کر رہا تھا اور اس کے والدین اور حلقۂ احباب لڑکی ہونے کی وجہ سے اسے اہمیت دینے پر تیار نہیں تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اسے مختلف النوع بیماریوں کا بھی سامنا تھا، جو کہ اس کی اپنی تشخیص کے مطابق ٹیومر کی ابتدا تھی۔ ایسے منفی ماحول میں پرورش پانے والی تانیہ نے جب مڈل سکول کا مرحلہ طے کیا تو اس کا گھرانہ ہیرو سے بارکنگ منتقل ہو گیا جہاں ان کے ہم وطن افراد کافی تعداد میں آباد تھے۔ ہیرو کی نسبت بارکنگ کے لوگ زیادہ مذہب پسند واقع ہوئے تھے۔ یہاں لڑکیوں کا مغربی لباس پہننا اور انگریزی بود و باش اختیار کرنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ یہیں ہائی سکول میں اس کا تعارف چند سچی مسلمان لڑکیوں سے ہوا جنھوں نے اسے قرآنِ مجید کے مطالعے کی دعوت دی۔ جوں جوں وہ قرآن کا مطالعہ کرتی گئی، اسے اپنی پچھلی زندگی ایک دھوکہ اور فریب محسوس ہونے لگی۔ اسے سمجھ میں آنے لگا کہ وہ کس قدر جہالت میں زندگی گزارتی آئی ہے۔ اسلامی تاریخ کے مطالعے سے اسے جہاد کی اہمیت و فضیلت بھی معلوم ہوئی اور اسلام کے سیاسی رخ کے بارے میں آگہی ملی۔ اس نے اسلام کے احکام کی پابندی کرنا شروع کی تو چہرے کا نقاب بھی شروع کر دیا۔ مگر خلافِ توقع، اس کے اس اقدام پر اس کے گھر والوں نے بہت منفی ردّ عمل کا اظہار کیا۔ انہیں اس کے عبایہ اوڑھنے پر سخت اعتراض تھا۔ اس کے والدین، بہنیں، سکول کی انتظامیہ، سب ہی اسے اس قدر دقیانوسی ہونے پر ملامت کرنے لگے اور عبایہ 'جھڑ' دینے کا مطالبہ کرنے لگے۔ اس کے پردے کی وجہ سے اسے کہیں کوئی نوکری دینے پر بھی تیار نہ ہوتا، ہر جگہ یہی مطالبہ تھا کہ وہ عبایہ اتار دے۔

اس عرصے میں تانیہ زندگی کے ہاتھوں تنگ آچکی تھی۔ اپنے گھر والوں کو وہ بے دین اور منافق سمجھتی تھی اور ان پر مسلسل تنقید اور اپنے مختلف طرزِ زندگی کے باعث وہ بہت اکیلی اور تنہا ہو گئی تھی۔ عبایا اوڑھ کر وہ گھر سے نکلتی تو اسے معاشرے کی باتیں اور طنز سہنے پڑتے۔ دوسری طرف اس کا ٹیومر بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ اپنی زندگی سے فرار چاہتی تھی۔ اسی کوشش میں اس نے انٹرنیٹ پر ایک شادی کی ویب سائٹ پر اپنا پروفائل بنایا، اور وہیں اس کی ملاقات یحییٰ سے ہوئی۔ یحییٰ ایک امریکی نومسلم تھا جو اس سے شادی کا خواہاں تھا۔ مگر تانیہ کسی بڑی عمر کے فرد سے شادی کرنا چاہتی تھی اور پھر جب وہ یحییٰ سے ملی، تو اسے اس کی پروفائل فوٹو سے کافی مختلف پایا۔ وہ پرانے بوسیدہ لباس میں ملبوس تھا اور اس کی ایک چھوٹی سی ڈاڑھی بھی تھی۔ ابتدا میں تو تانیہ کو اس میں کوئی کشش نظر نہیں آئی، مگر پھر اس نے ان باتوں پر دھیان دیا جو اسے اس کے بارے میں پسند آئی تھیں۔ یعنی اس کا اسلام اور عربی زبان کا علم، اور اس کے ساتھ دنیا گھومنے اور مشرقِ وسطیٰ میں بسنے کا وعدہ، جو اس وقت بہت دلفریب معلوم ہوتا تھا۔ اس کے گھر والوں نے بھی یحییٰ کو پسند کیا۔ وہ کالے بالوں اور کالی آنکھوں والا ایک خوبصورت نوجوان تھا۔ امریکہ کے اپر مڈل طبقے سے تعلق رکھتا تھا۔ تانیہ کو بھی وہ اچھا لگا، کیونکہ اس نے ایک ایسی مستحکم اور متوازن زندگی کا وعدہ کیا کہ جس میں ایک بڑا گھر، سفر و سیاحت اور خوشحالی تھی۔ یوں ۲۰۰۳ء میں وہ دونوں رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔

[23] Counter-Extremism and De-Radicalization Consultant

[24] والدین بیٹے کے خواہش مند تھے۔

شادی کے بعد یہ نو بیاہتا جوڑا ٹیکساس میں یحییٰ کے والدین سے ملنے چلا گیا۔ جب تانیہ نے پہلی بار پلینو کا ثروت مند اور مہنگا رہائشی علاقہ دیکھا، جو کہ نفیس گھروں اور پھولدار درختوں سے گھرا ہوا تھا، تو وہ سحر زدہ رہ گئی۔ اس نے سوچا، 'یہی تو زندگی ہے'، مگر یحییٰ نے کہا 'یہ سب تو دنیا کا دھوکا ہے، خدا سے دور کرنے کے لیے ایک بہلاوا'۔ انہوں نے ٹیکساس میں ہی کالج سٹیشن میں سکونت اختیار کر لی۔ ان کی گزر بسر شادی کے موقع پر دوست احباب کی جانب سے دی گئی رقوم پر ہو رہی تھی۔ ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ دونوں میاں بیوی کے درمیان کچھ تناؤ والی کیفیت جنم لینے لگی۔ یحییٰ اسے ایک اطاعت گزار بیوی کے روپ میں دیکھنا چاہتا تھا جبکہ تانیہ کو یہ کردار اپنانے میں مشکل پیش آ رہی تھی، وہ عورتوں کی خود مختاری کی قائل تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ ٹیکساس کی گرمی میں تانیہ کے لیے اس کا عبایا بھی بوجھ بنتا جا رہا تھا۔ یحییٰ اسے سمجھاتا کہ یہ تو ایک آزمائش ہے اور تمہیں یہ سوچ کر ہی اس حکمِ الٰہی پر صبر کرنا چاہیے کہ جہنم کی گرمی اس سے کئی گنا زیادہ ہو گی۔ مگر تانیہ کے ذہن میں نئے سوالات جنم لے رہے تھے۔ 'آخر میں کیوں خود کو چھپا رہی ہوں؟ خدا مجھے لوگوں کی نظروں سے کیوں چھپانا چاہتا ہے؟ کیا میں نے زندگی میں درست فیصلے کیے ہیں؟'۔

کچھ عرصہ ٹیکساس میں گزارنے کے بعد وہ دونوں پہلے لندن اور پھر دمشق منتقل ہو گئے۔ یہاں وہ دونوں دوسرے جہاد پسند لوگوں سے ملے اور یحییٰ نے اپنی داڑھی لمبی کرنی شروع کر دی اور لمبے کرتے اور ٹخنوں سے اونچے پائنچے پہننے شروع کر دیے۔ تانیہ کو اس کا یہ حلیہ پسند نہیں آیا۔ وہ اسے ایک 'معتدل' مسلمان کے روپ میں دیکھنا چاہتی تھی تاکہ اسے کوئی اچھی نوکری مل سکے۔ اسی دوران تانیہ حاملہ بھی ہو گئی۔ حاملہ ہونے کے بعد اس نے اپنے شوہر سے کہہ دیا کہ اب اس سے نقاب نہیں کیا جاتا۔ عارضی طور پر یحییٰ بھی مان گیا۔ انہوں نے کہیں بھی زیادہ عرصہ رہائش اختیار نہیں کی۔ جلد ہی وہ دمشق سے برطانیہ، پھر کیلیفورنیا اور اس کے بعد ٹیکساس کے ایک شہر ڈیلس چلے گئے۔ یہاں یحییٰ نے ریک سپیس نامی ایک ادارے میں ملازمت کر لی، مگر ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ یحییٰ کو کمپنی کے ایک گاہک 'امریکن اسرائیل پبلک افیئرز کمیٹی[25]'، (ایک ایسا ادارہ جو اسرائیل نواز پالیسیوں کی وکالت و حمایت کرتا تھا) کے پاس ورڈ/Password ہیک کرنے کے جرم میں گرفتار کر لیا گیا اور چونتیس ماہ قید کی سزا ہوئی۔

یحییٰ جیل میں تھا۔ زندگی کا یہ نیا موڑ تانیہ کے لیے اہم تبدیلیاں لے کر آیا۔ وہ اپنی خانہ بدوشوں جیسی زندگی سے تنگ تھی اور طلاق کے حوالے سے سنجیدگی سے سوچ رہی تھی۔ اس نے یحییٰ سے کہا: 'میں ایسے گھر میں نہیں رہنا چاہتی جس میں کوئی فرنیچر نہیں۔ میں زمین پر نہیں سونا چاہتی'۔ مگر پھر یحییٰ کی منت سماجت کے بعد اس نے طلاق لینے کا اپنا فیصلہ ترک کر دیا، لیکن ساتھ ہی اس نے اپنے شوہر پر واضح کر دیا کہ وہ آئندہ عبایا اور نقاب نہیں اوڑھے گی بلکہ صرف اپنا سر ڈھانپنے کے لیے ایک سکارف استعمال کرے گی۔ یحییٰ جیل میں تھا، تانیہ پر سے اس کا کنٹرول کم ہوتا جا رہا تھا مگر اس نے تانیہ کو حکم دیا کہ جیل میں اس سے ملاقات کرنے آئے تو شرعی پردے میں ہی آئے۔ بقول تانیہ: 'وہ نہیں چاہتا تھا کہ جیل کے اس کے دوست مجھے ایک ماڈرن مسلم کے روپ میں دیکھیں'۔ ٹیکساس میں شوہر کی غیر موجودگی میں تانیہ نے بالآخر آزادی کا مزا چکھا اور خوبصورت رنگا رنگ سکارف، چست لباس اور آدھی آستینیں پہننا شروع کر دیں۔ اس نے ایک ٹیلی ویژن بھی خرید لیا اور مختلف ٹاک شوز اور خبروں کے چینل دیکھنے شروع کر دیے۔ اب اس کے سامنے نئے نظریات و تصورات آئے۔ وہ Libertarianism (آزاد خیالی) میں گہری دلچسپی لینے لگی۔

جب یحییٰ رہا ہو کر گھر آیا، تو اسے احساس ہوا کہ جدائی کے اس عرصے میں وہ دونوں ایک دوسرے سے نظریاتی اعتبار سے کتنے دور ہو گئے ہیں۔ جس عرصہ میں یحییٰ، جیل میں معتکف، قدیم اسلامی تاریخ کے مطالعے میں مشغول رہا تھا، اس عرصہ میں تانیہ خود مختاری کی عادی ہو گئی تھی اور پاکستانی عورتوں کو یوگا اور رقص سکھاتی رہی تھی۔ وہ کہتی ہے: 'جان (John[26]) بہت پریشان ہوا۔ میں امریکی تہذیب میں خود کو رنگتی جا رہی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ میں اسلامی طرزِ لباس اپناؤں، وہ مجھے دیکھتا تو کہتا: 'ذرا اپنی طرف دیکھو! کیا تم بے حد امیریکن نہیں ہو گئیں؟'۔ مگر میرے نظریات تبدیل ہو رہے تھے۔ لوگوں کے سامنے میں اپنے شوہر کی حمایت کرتی، مگر اندر ہی اندر، میری اس سے اور اس کے مقصدِ زندگی سے خلوص و عقیدت ختم ہوتی جا رہی تھی۔ میں امریکی بننا چاہتی تھی۔ امریکی تصورِ حیات مجھے متاثر کرتا تھا۔ یہاں رنگ تھے، آسائش تھی اور زندگی خوبصورت تھی۔

ان کی اگلی منزل مصر تھی۔ یہ بہارِ عرب کا دور تھا۔ مصر منتقل ہونے کے بعد یحییٰ نے شام جانے کے حوالے سے باتیں کرنی شروع کر دیں جس سے تانیہ کی پریشانی میں مزید اضافہ ہوا۔ شام میں خانہ جنگی کی حالت تھی۔ تانیہ کے الفاظ میں: 'یحییٰ یہ محسوس کرتا تھا کہ اسے شام جا کر مظلوم مسلمانوں کی مدد کرنی چاہیے کیونکہ یہ ایک مسلمان کا فرض ہے۔ میں بھی اہلِ شام کے لیے نرم گوشہ رکھتی تھی، وہ بہترین لوگ تھے، میں بھی خلافت کے تصور سے متاثر تھی، مگر میں اب ایک ماں بھی تھی۔ میں اپنے بیٹوں کو ایک میدانِ جنگ میں نہیں لے جانا چاہتی تھی۔ وہ تو بچے تھے، یہ انکی جنگ نہیں تھی۔ اور میرے لیے میرے بچے ہی پہلی ترجیح تھے'۔

اور پھر تانیہ کی مرضی کے برخلاف، یحییٰ اسے تین بچوں سمیت شام لے آیا۔ انہیں اعزاز شہر میں ٹھہرایا گیا۔ ایک ایسے گھر میں جس کی کھڑکیاں دھماکوں کے باعث اڑ گئی تھیں اور اس کے مکین اسے چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ وہاں بجلی تھی نہ گیس۔ یحییٰ کے روابط کی وجہ سے پانی اور گیس

[25] American Israel Public Affairs Committee

[26] یحییٰ کا اسلام لانے سے قبل کا نام۔

کے کنٹینر ان کے گھر پہنچا دیے جاتے تھے۔ خوراک کی شدید کمی تھی، وہ زیادہ تر انڈے، بریڈ اور شوارموں پر گزارا کرتے۔ روشنی کے لیے موم بتیاں استعمال کی جاتیں۔ اسے لگتا جیسے وہ 'ایک ایسی ڈراؤنی فلم کا حصّہ ہے جس کا کوئی اختتام نہیں'۔ یحیٰی نے اس سے وعدہ کیا کہ وہ وہاں صرف دو ہفتے رہیں گے۔ تانیہ کہتی ہے: 'میں اپنے بچوں کی خاطر اسے اس وعدے پر قائم رکھنا چاہتی تھی۔ میں اپنے بچوں کے لیے بے حد سچی اور خالص محبت محسوس کرتی تھی'۔

حسبِ توقع، شام آکر تانیہ کی مشکلات میں مزید اضافہ ہو گیا۔ وہاں دنیا بھر سے جہادی اکٹھے ہو گئے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ وہ پورا شرعی پردہ کرے جبکہ تانیہ صرف سر پر سکارف اوڑھا کرتی تھی۔ وہ ایک خطرناک صورتحال سے دوچار تھی، گھر میں بھی اور گھر سے باہر بھی، کیونکہ وہ اپنے شوہر سے جھگڑتی، اس کی نافرمانی کرتی اور لوگوں کے درمیان اس کے لیے باعثِ شرمندگی بنتی تھی۔ انہی دنوں کی بات ہے جب وہ ایک دن اپنے کمرے میں داخل ہوئی تو اپنے بڑے بیٹے کو ہاتھ میں گرنیڈ (دستی بم) اٹھائے، اس کا معائنہ کرتے پایا۔ یحیٰی وہاں پاس ہی بیٹھا تھا۔ وہ انہی قدموں پر واپس کچن میں آئی اور تیز دھار چاقو اٹھا کر کمرے میں چلی آئی اور یحیٰی پر حملہ کر دیا۔ وہ اپنے بیٹوں کے ہاتھ میں اس قدر خطرناک چیز دینے پر غضبناک تھی۔ یہ اس کے بچوں کی جنگ نہیں تھی۔ اسلحہ بچوں کا کھیل نہیں ہوتا، وہ اپنے بیٹوں کو اس ماحول سے دور رکھنا چاہتی تھی۔ یحیٰی نے زبردستی اس سے چاقو چھین لیا مگر تانیہ نے اسے آئندہ بیٹوں کو کسی بھی قسم کا ہتھیار دینے پر خبردار کر دیا۔ اس کے اپنے الفاظ میں: 'میں تنگ آچکی تھی۔ میرا پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا تھا۔ جہاد اب صرف 'تعلیم، نظریہ اور خواب' کی حد تک نہیں تھا۔ اب وہ ایک حقیقت تھا، اور میں اس حقیقت کا حصّہ بننا نہیں چاہتی تھی'۔

شام آئے ہوئے انہیں تین ہفتے ہوئے تھے جب ایک دن یحیٰی نے گھر آکر اعلان کیا کہ وہ اب کبھی واپس نہیں جائے گا۔ تانیہ پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ وہ اس کی منت سماجت کرنے لگی کہ وہ اپنا فیصلہ تبدیل کر لے مگر یحیٰی نے اس کی ایک نہ سنی۔ البتہ اس نے تانیہ کو بچوں سمیت واپس جانے کی اجازت دے دی۔ تانیہ کے لیے یہی بہت تھا۔ دو دن بعد علی الصبح، یحیٰی نے انہیں بارڈر پار کروا کے استنبول پہنچا دیا جہاں تانیہ نے ایک ہوٹل میں قیام کیا۔ وہ چھ ماہ کی حاملہ تھی اور اس کا وزن خطرناک حد تک کم تھا۔ ہوٹل انتظامیہ نے اس کی پتلی حالت دیکھتے ہوئے اسے ہسپتال پہنچا دیا جہاں اس کا بھرپور خیال رکھا گیا۔ صحت بحال ہونے پر تانیہ امریکہ چلی گئی اور وہاں اس نے ٹیکساس میں سکونت اختیار کی، جہاں اس کے خیال میں اسے اور اس کے چار بیٹوں کو ایک بہترین زندگی گزارنے کا موقع مل سکتا تھا۔ جہاں تک یحیٰی کا معاملہ ہے تو اس نے خط لکھ کر تانیہ کو واپس شام آنے کے لیے آمادہ کرنے کی کوشش کی مگر تانیہ نے اسے یہ کہتے ہوئے صاف جواب دے دیا کہ وہ اب ایک نئی زندگی کی خواہاں ہے اور قانونی طور پر اس سے علیحدگی اختیار کر لی، مگر یحیٰی نے اپنا سفر جاری رکھا اور ایک شامی جہادی تنظیم کا ایک اہم کارکن بن گیا۔

''چمکتی دمکتی دکانوں اور ریستورانوں سے مزین، ٹیکساس کے شہر پلینو کی ایک سڑک پر موجود خوبصورت شراب خانے میں بیٹھی ہوئی تانیہ جویہ، اپنی کہانی سناتے ہوئے اپنے ہاتھ میں موجود چمکتی سفید شراب کی چسکیاں لیتی ہے۔ بغیر آستین کے ایک چھوٹی سی قمیص، ڈینم سکرٹ اور اونچی ایڑی والے جوتوں میں ملبوس، بالوں کو بے فکری سے پھیلائے، تانیہ اپنی سابقہ متشدد زندگی سے کہکشاؤں کے فاصلے پر نظر آتی ہے۔ وہ کہتی ہے 'جب میں پیچھے مڑ کر دیکھتی ہوں تو مجھے وہ سب ایک خوفناک خواب لگتا ہے'۔''[27]

۲۰۱۳ میں ٹیکساس میں مستقل سکونت اختیار کرنا کوئی آسان عمل نہیں تھا۔ ابتدا میں وہ پلینو میں اپنے سسرالی گھر میں رہتی تھی اور وہی اسے معاشی طور پر سہارا دیے ہوئے تھے۔ وہ نہ صرف یحیٰی بلکہ اسلام کو بھی بطور دین ترک کر چکی ہے۔ اب وہ اپنے مستقبل کے بارے میں خود سوچتی اور فیصلہ کرتی ہے۔ 'میں نے ہر چیز کو تقدیر کی رو سے دیکھنا چھوڑ دیا۔ یہ سمجھنا کہ ہر چیز پہلے سے طے شدہ ہے۔ میں نے یہ سوچنا شروع کیا کہ میری زندگی پر میرا اپنا اختیار ہے، میرے جسم پر میرا اپنا اختیار ہے۔ میں نے فلسفہ پڑھنا شروع کیا، امریکی اقدار و روایات اور آزادیٔ نفس کے مفاہیم میں سوچنا شروع کیا، اور اب میں ایک نئی زندگی جی رہی ہوں'۔

ٹیکساس میں آباد ہونے کے بعد جس چیز کی تانیہ کو شدت سے کمی محسوس ہوتی وہ انسانی صحبت و رفاقت تھی۔ مگر اس کمی کو اس نے جلد ہی پورا کر لیا۔ اس نے 'میچ ڈاٹ کام' نامی ڈیٹنگ ویب سائٹ پر اپنی پروفائل بنائی اور اس میں اپنی ڈسکرپشن ان الفاظ میں دی 'میں چار بچوں کی ماں ہوں اور تحفظ کی تلاش میں ہوں۔ میرا شوہر مجھے چھوڑ گیا ہے کیونکہ وہ دنیا کا اگلا اسامہ بن لادن بننا چاہتا ہے'۔ اس پروفائل کے جواب میں تانیہ کو ۱۳۰۰ ریسپانسز ملے۔ جون ۲۰۱۵ میں یہ پروفائل بنائے ہوئے تانیہ کو ابھی چوبیس گھنٹے بھی نہیں گزرے تھے کہ اس کی ملاقات کریگ برماسے ہوئی جو ایک دولت مند آئی ٹی ایگزیکٹو تھا۔ اب وہ اکثر ڈیلس کے شاپنگ مالز میں شاپنگ کرتی نظر آتی ہے، یا بیوٹی پارلرز میں اپنے بالوں کی آرائش کرواتے ہوئے پائی جاتی ہے۔ اس کے دوست کہتے ہیں کہ اسلام ترک کرنے کے بعد وہ اپنا تعارف ایک ملحد اور منکرِ خدا کے طور پر کراتی ہے۔ کریگ برمانے تانیہ کا تعارف پلینو کے یونیورسل یونی ٹیرین چرچ سے کروایا، جس کی جڑیں تو عیسائیت میں ہیں مگر وہ خدا کی معرفت حاصل کرنے کے لیے دنیا کے تمام

---

[27] بحوالہ بی بی سی

مذاہب وعقائد کو اپنانے کا درس دیتا ہے۔ اب تانیہ کریگ سے منگنی کر چکی ہے، اس کے ساتھ با قاعدگی سے چرچ جاتی ہے اور اپنی نئی زندگی سے بے حد خوش ومطمئن ہے۔

تانیہ چودھری کہتی ہے: 'مجھے امریکہ سے محبت ہے۔ میں اور میرے بچے بہت خوش قسمت ہیں کہ ہم امریکہ پہنچ گئے ہیں، یہاں ایک اچھی اور پر آسائش زندگی گزارنے کے بہترین مواقع ہیں۔ اور اب میں اپنی زندگی کو اپنے جیسے دہشت گردی کو دین سمجھنے والوں کو درست راستے پر لانے کے لیے اور دہشت گردانہ سوچ وفکر کا مقابلہ کرنے کے لیے وقف کر دینا چاہتی ہوں'۔

وہ اپنے والدین کی چھوٹی بیٹی تھیں۔ ان کے والد بنگلہ دیش کی فوج میں اچھے عہدے پر فائز تھے۔ ان کی کل متاع دو بیٹیاں ہی تھیں۔ خوشحالی، معاشی فراوانی اور محبت کرنے والے والدین اور خاندان، دانیہ نے زندگی میں کوئی ایسا غم نہیں دیکھا تھا جو اسے زندگی سے بیزار کرتا۔ زندگی کے ابتدائی سال، خوشیوں کے ہنڈولے میں جھولتے، پتہ ہی نہ چلا کیسے پر لگا کر اڑ گئے۔ ۲۲ سال کی عمر میں جیسے ہی انہوں نے گریجویشن کی، والدین نے مناسب رشتہ آنے پر انہیں دعاؤں کے سائے میں رخصت کر دیا۔ سسرال پہنچیں تو ایک بھرا پرا گھر ان کا منتظر تھا۔ ان کے شوہر بھائیوں میں چھوٹے تھے۔ گھر میں نندیں جیٹھانیاں سب ہی موجود تھیں۔ سبھی نے نازک سی دانیہ کا کھلے دل سے استقبال کیا۔ ان پر گھر کی اگر کوئی ذمہ داری تھی تو فقط یہ کہ ساس کے ساتھ بیٹھ کر سبزی کاٹ دیں، باقی کام جیٹھانیاں اور نندیں خود ہی کر لیتیں۔

دانیہ کی والدہ کو امید تھی کہ پڑھائیوں کے چکر میں بیٹی کو گھر داری کی جو تربیت وہ نہیں دے پائیں، اس کی کمی سسرال میں ساس اور جیٹھانیاں پوری کر دیں گی۔ مگر سسرال میکے سے بڑھ کر پیار کرنے اور لاڈ اٹھانے والا تھا۔ سو جتنا عرصہ وہاں گزرا وہ اس قدر عیش و آرام میں گزرا کہ دانیہ کو اپنی والدہ کے گھر میں اور سسرال میں کوئی فرق محسوس ہی نہ ہوتا تھا۔ اسی عرصے میں اللہ نے انہیں ایک بیٹا عطا فرمایا۔ مگر ابھی وہ اسے صحیح سے دیکھ بھی نہ پائے تھے کہ اگلے ہی روز وہ ننھا پھول جہاں سے آیا تھا، وہیں لوٹ گیا۔ شاید یہ پہلا حقیقی غم تھا جو دانیہ کو زندگی نے دیا۔ وہ بیٹے کی موت کو بھلا نہ سکیں۔ ابھی اس کو زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ ان کے شوہر، ابو خلیل نے ان کے سامنے ایک نہایت مشکل سوال رکھ دیا۔

متین و سنجیدہ سے ابو خلیل ایک نہایت خیال رکھنے والے شوہر تھے۔ فطرتاً کم گو تھے، لیکن دانیہ کی ضروریات و احساسات کا بن کہے خیال رکھنے والے تھے۔ جب سے ان کی شادی ہوئی تھی وہ اکثر حالاتِ حاضرہ اور امّت مسلمہ کی زبوں حالی پر ان سے تبادلۂ خیال کرتے رہتے تھے۔ وہ دونوں اس نظریے پر متفق تھے کہ امّت کو اس پستی وزوال کی حالت سے نکالنے کا کوئی طریقہ ہے تو وہ جہاد یا قتال فی سبیل اللہ ہے۔ اپنے مال میں سے تو وہ اکثر ہی کچھ نہ کچھ حصّہ جہاد اور اہلِ جہاد کے لیے نکالتے رہتے مگر یہ پہلی بار تھا کہ ابو خلیل نے دانیہ کو ایک دوراہے پر لا کھڑا کیا۔ ابو خلیل بنگلہ دیش سے ارضِ جہاد کی جانب ہجرت کرنا چاہتے تھے، اور دانیہ کو اب یہ سوال درپیش تھا کہ کیا وہ اس ہجرت میں اپنے شوہر کا ساتھ دے اور اپنے والدین اور وطن سے جدائی اختیار کر کے، خانہ بدوشوں والی زندگی اختیار کر لے، یہ جانتے ہوئے کہ زندگی میں دوبارہ ملنے کے امکانات بہت کم ہوں گے یا پھر اپنے لائف سٹائل کو برقرار رکھتے ہوئے اپنے شوہر کو اس قسم کے انتہائی اقدام سے باز رکھنے کی کوشش کرے۔

وہ جانتی تھیں کہ ہجرت و جہاد کی زندگی اختیار کرنے کا مطلب اپنے آپ کو صبر وبرداشت کی ایک ایسی بھٹّی میں جھونکنا ہے جس میں ان کا واحد سہارا خدا کی ذات کے سوا کوئی نہ ہو گا۔ جس میں قدم قدم پر مصائب، پریشانیاں اور مسائل منہ پھاڑے ان کے منتظر ہوں گے۔ جس میں اگر سنگِ میل کوئی نظر آتے تھے تو وہ جدائیاں، شہادتیں، زخم اور قید و بند کی تکالیف تھیں۔ لیکن نجانے کیوں، جب ابو خلیل نے ان کی اس بارے میں رائے طلب کی تو کبھی ایک بار بھی ان کے دل میں اپنے شوہر کو اس آسائشوں والی دنیا میں روکنے کا خیال تک نہ گزرا۔ دل و ذہن میں اگر کوئی بات تھی تو بس یہی کہ اس راہ کے راہی تو ہم بن چکے، اب اس سے پیچھے ہٹنے کا کوئی سوال نہیں، مگر وہ بار بار اپنے آپ سے سوال کرتیں کہ کیا آگے بڑھنے کی ہمت بھی ہے؟

آخر اس کشمکش میں ربّ کی محبت، اس کی جنّتوں کی چاہ، اس کی رضا کا حصول بازی لے گیا اور دنیا بہت پیچھے منہ دیکھتی رہ گئی۔ وہ شوہر کے ساتھ ہجرت کر کے پاکستان کے قبائلی علاقے وزیرستان چلی آئیں۔ ناز و نعم کی پروردہ، آسائشوں اور سہولتوں میں رہنے والی دانیہ محلوں سے اٹھ کر تنکوں کانوں کی جھونپڑیوں میں آبیٹھی۔ اپنے گھر میں تو سردی گرمی کا انہیں کبھی احساس ہی نہ ہوا تھا۔ مگر وزیرستان میں لکڑیاں جلا جلا کر ان کے دھوئیں میں کھانستی دانیہ ہزار کوشش کے باوجود اپنے جسم کو گرم رکھنے میں ناکام ہو جاتیں تو ان آزمائشوں پر صبر کرنے کے صلے میں ربّ نے جن انعامات کا وعدہ کیا ہے، وہ نظروں کے سامنے گھوم جاتے، اور سردی سے کپکپاتے جسم، اور منجمد ہوتے حوصلوں میں تازہ حرارت پھونک دیتے۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے کتنے سال گزر گئے۔ قدرت نے بیٹا دے کر واپس لے لیا تھا، اس آزمائش پر صبر کے بدلے ان کے گھر کو رحمتوں اور برکتوں سے بھر دیا۔ چمکتی آنکھوں اور کھلکھلاتی ہنسی والی حبیبہ، شرمیلی سی خدیجہ اور سب کی لاڈلی ننھی حفصہ۔ دانیہ نے اپنے آپ کو اور اپنی بچیوں کو اس طرح وزیرستان کی پسماندہ دیہی زندگی میں ڈھال لیا تھا کہ دیکھنے والے کے وہم وگمان میں بھی کبھی یہ خیال نہ آ سکتا تھا کہ یہ خاتون بنگلہ دیش کے ایک ایسے متمول گھرانے سے تعلق رکھتی ہیں جہاں پانی پینے کے لیے بھی ملازم خدمت کو حاضر ہوتا ہے۔ فریج اور مائیکروویو کی سہولتوں کی عادی دانیہ اب تینوں اوقات کے لیے تازہ کھانا پکاتیں۔ قسم قسم کے کھانے کھانے والے اب وزیریوں کی طرح ایک مخصوص غذا کھانے کے عادی ہو چکے تھے، یعنی بھنڈی، چنے، لوبیا اور دال ماش۔ وہ جن کے ہاں رات ہوتی ہی نہیں تھی، اب بجلی کی عدم موجودگی میں سرِ شام ہی کشاف (ٹارچ) کی روشنی میں اپنے آخری کام نمٹاتیں اور سو جاتیں۔

کھلے صحنوں اور بڑے گھروں کی عادی دانیہ کا پورا گھر اب ایک کمرے پر مشتمل تھا، وہی کچن، وہی بیڈ روم اور وہی بیٹھک۔

ایک تو دیہی زندگی، اس پر مستزاد جہادی زندگی، جس میں اپنی صبح و شام پر انسان کا بہت تھوڑا اختیار رہ جاتا ہے۔ آسمان پر گھومتے ڈرون طیاروں کی موجودگی میں انہیں اپنی بچیوں سمیت کمرہ نشین ہونا پڑتا کہ جاسوسی کے خطرے کے پیشِ نظر باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی۔ اسی طرح چھاپوں یا حملوں کی صورت میں اپنا گھر بار چھوڑ کر، ایسی ہنگامی صورتحال کے لیے پہلے سے تیار شدہ دستی سامان اٹھا کر فوری طور پر نکلنا پڑتا۔ کئی دفعہ ان کے شوہر بھی ان کے ساتھ نہ ہوتے اور مقامی انصار کے ساتھ ہی نکلنا پڑ جاتا۔ ہجرت کے بعد ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا، حبیبہ کی پیدائش کو ابھی بمشکل مہینہ ہی ہوا تھا کہ علاقے میں فوجی چھاپے کی وجہ سے انہیں اپنا گھر چھوڑ کر نکلنا پڑا۔ ابو خلیل بھی گھر میں موجود نہیں تھے۔ مقامی انصار کے ساتھ ہی سفر کرنا تھا۔ ابھی انہیں مقامی زبان بھی نہ آتی تھی۔ چھوٹی سی حبیبہ کو گود میں لیے، اللہ کے بھروسے پر وہ نکل کھڑی ہوئیں۔

انصار کا پورا گھرانہ علاقے سے نکل رہا تھا۔ تھوڑا سا ضروری سامان ایک گدھے پر لدا ہوا تھا، سفر پیدل ہی کرنا تھا۔ ارادہ یہ تھا کہ پہاڑی کی دوسری جانب موجود بستی میں پہنچ جائیں جہاں انصار کے بعض رشتہ دار رہتے تھے۔ یہ کم از کم بھی چھ سات گھنٹے کا پیدل فاصلہ تھا۔ سفر شروع کیا تو جفاکش قبائلی پشتون، جن کی ساری زندگی پہاڑوں پر ہی چڑھتے اترتے گزری تھی، وہ تھوڑی سی دیر میں ہی بہت آگے نکل گئے، اور دھان پان سی دانیہ، ایک ماہ کی بچی کو گود میں لیے، اونچے نیچے راستوں پر بمشکل خود کو اور بچی کو سنبھالتی ہوئی، بہت پیچھے رہ گئیں۔ آسمان سے آتش و آہن کی بارش ہو رہی تھی، راستہ دشوار گزار اور انجان تھا۔ ننھی سی بچی کا ساتھ تھا اور کوئی مددگار آس پاس موجود نہیں تھا۔ انصار کا گھرانہ اتنا آگے نکل چکا تھا کہ نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ ان کے پیچھے چلتے چلتے تھک گئیں، اور وہ پھر بھی کہیں نظر نہ آئے تو دانیہ ایک درخت کے نیچے رک گئیں۔ اس کسمپرسی اور تنہائی کی حالت میں مدد کے لیے کس کو پکارتیں؟ وہی جس نے ہمیشہ ہر مشکل میں ساتھ دیا، جو شہ رگ سے بھی قریب تر ہے۔ سو درخت سے ٹیک لگائے، ننھی حبیبہ کو خود سے چمٹا کر انہوں نے اپنے ربّ کو پکارا۔ اور مہربان ربّ نے فوراً ہی ان کی داد رسی کی۔ ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ ان کا انصاری انہیں ڈھونڈتا ہوا وہاں پہنچا، انہیں درخت کے نیچے محفوظ و مامون بیٹھے دیکھ کر اس کی بھی جان میں جان آئی، کہ اسے یہ خدشہ لاحق تھا کہ اتنی شدید بمباری میں وہ پیچھے رہ گئی ہیں تو کہیں کسی گولی یا کسی بم کا نشانہ نہ بن چکی ہوں۔

۲۰۱۴ء میں پاکستانی فوج نے وزیرستان میں آپریشن کا اعلان کیا تو مہاجر مجاہدین کے گھرانوں کو واپس ان کے گھروں میں، یا دیگر محفوظ مقامات پر بھیجنے کا فیصلہ ہوا۔ جو لوگ گھروں کو لوٹ سکتے تھے وہ لوٹ گئے۔ جو لوگ ایجنسیوں کی نظر میں آچکے تھے اور ان کے گھر اب محفوظ نہیں رہے تھے، ان کے لیے ایسے انصار کا بندوبست کیا جا رہا تھا جو انہیں اپنے گھروں میں پناہ دے سکیں۔ لیکن دانیہ کا گھر بہت دور تھا اور انہیں وہاں تک پہنچانے کا کوئی انتظام موجود نہیں تھا۔ انہیں پاکستان کے ہی ایک شہر میں انصار نے اپنے گھر کی بالائی منزل پر جگہ دے دی۔ یہ انصار ان کا بہت خیال رکھتے، ان کی ہر ضرورت پوری کرتے اور ان کی حفاظت کے لیے کوشاں رہتے۔ لیکن پاکستان میں یوں چھپ کر گزارا ہوا وقت ان کے لیے بہت تکلیف دہ تھا۔ وہ اور ان کی تینوں بچیاں، اپنے چہرے مہرے اور بات چیت کے انداز سے فوراً پہچانے جاتے کہ ان کا تعلق کہاں سے ہے۔ اس لیے انہیں اپنے انصار کے گھر میں بالکل گوشہ نشینی کی زندگی گزارنی پڑی۔ کسی سے ملنے ملانے کی گنجائش نہیں تھی۔ آس پڑوس میں لوگوں کو یہ معلوم تھا کہ اس گھر کی بالائی منزل خالی پڑی ہے اور یہاں کوئی نہیں رہتا۔ لہٰذا اس تاثر کو قائم رکھنے کی خاطر انہیں اور بچیوں کو کھڑکیوں کے پاس جانے سے بھی احتیاط کرنی پڑتی۔ اسی طرح گھر میں باہر سے مہمان وغیرہ آتے تو وہ باتیں بھی صرف سرگوشیوں میں کرتیں، اس ڈر سے کہ کہیں ان کی یا بچیوں کی آوازیں نیچے موجود مہمانوں تک نہ چلی جائیں۔

چھوٹی چھوٹی بچیاں جن کی عمر ہی کھیل کود اور شور شرابہ کرنے کی تھی، انہیں وہ اونچی آواز میں باتیں کرنے، گھر میں بھاگنے دوڑنے اور کھڑکیوں کے قریب جانے سے بھی روکتیں تو بچیاں چڑ جاتیں۔ انہیں وہ کیسے سمجھاتیں کہ ان کی بے ضرر شرارتیں بھی انہیں نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ انہیں کیسے سمجھاتیں کہ انہیں ایسے رہنا ہے گویا وہ موجود ہی نہ ہوں۔ ہر وقت کی روک ٹوک سے بچیاں متاثر ہو رہی تھیں۔ جب تین بچیوں کو سنبھالنا ان کے بس سے باہر ہونے لگا تو اللہ نے انہی راہ سجھا دی۔ انہوں نے بیٹیوں کے ہاتھوں میں رنگ تھما دیے، کہ کھیل کود کرنے کی بجائے، بیٹھ کر تصویریں بناؤ اور ان میں رنگ بھرو۔

وزیرستان کی زمین مجاہدین سے چھن گئی تو اللہ نے افغانستان کی زمین ان کے لیے وسیع کر دی۔ مجاہدین افغانستان ہجرت کر گئے۔ گھر دوبارہ بس گئے۔ اور اللہ کی راہ میں آخری سانس تک لڑنے کا عہد کرنے والے، ایک بار پھر اپنا یہ عہد وفا کرنے میں جُت گئے۔ جلد ہی دانیہ کو بھی شوہر کی طرف سے پیغام ملا کہ وہ افغانستان میں ان سے آملے۔ اور وفا کی پتلی، مشرق کی یہ بیٹی شوہر کا پیغام ملتے ہی، ساری تکالیف اور دکھ اور مشکلات بھلا کر، ایک بار پھر میدانِ جہاد میں جانے کو تیار ہو گئی۔ تینوں بچیوں کو لیے دانیہ افغانستان کے لیے عازمِ سفر ہوئیں، مگر ابھی منزل پر نہیں پہنچی تھیں کہ راستے میں ہی انہیں اطلاع ملی کہ ان کی زندگی کا ساتھی، ان کا ہمسفر، جس کے ساتھ انہوں نے جہاد کا پُر صعوبت راستہ اختیار کیا تھا، وہ انہیں بیچ راستے میں چھوڑ کر، خود اپنی منزل، اپنی جنّت کو پا گیا ہے۔ اپنا سفر پورا کر کے، اپنے رب کے ہاں مہمان بن گیا ہے۔

وہ راستے کی ایک منزل پر انصار کے ہاں ٹھہری ہوئی تھیں جب ابو خلیل کی شہادت کی اطلاع آئی۔ ان کی انصار خواتین کو جب مردوں سے یہ خبر ملی تو دکھ اور پریشانی سے بار بار ان کی آنکھیں تر ہو جاتیں۔ زیادہ پریشانی اس بات کی تھی کہ یہ خبر دانیہ کو کیسے دیں جو اتنے عرصے بعد شوہر سے ملنے کی خواہش لیے، تین بچیوں کو ساتھ لیے ایک بار پھر ہجرت کا سفر طے کر رہی

ہیں۔ گھر کی خواتین بار بار سرگوشیوں میں آپس میں مشورہ کرتیں، آنکھوں میں آئے آنسو صاف کرتیں اور اگر دانیہ وہاں نکل آتیں تو انہیں دیکھ کر فوراً خاموشی اختیار کر لیتیں۔ دانیہ نے بھی خواتین کی یہ غیر معمولی حرکات محسوس کر لی تھیں اور انہیں احساس ہو گیا تھا کہ بات ان سے متعلق ہے کیونکہ انہیں دیکھ کر خواتین یا گفتگو کا موضوع بدل دیتیں یا خاموش ہو جاتیں۔ خواتین کا یہ ناقابلِ فہم رویہ انہیں پریشانی میں مبتلا کر رہا تھا اور یہ پریشانی آہستہ آہستہ غصے میں تبدیل ہو رہی تھی۔ آخر جب ان کی برداشت سے باہر ہو گیا تو انہوں نے خواتین سے صاف صاف ان کے رویّے کی وجہ پوچھ لی۔ جواب میں انہیں ابو خلیل کی شہادت کی اطلاع ملی۔ یہ خبر سن کر انہوں نے خاموشی سے سر جھکا لیا اور کمرے سے نکل گئیں۔

آنسو فوری طور پر ان کی آنکھوں میں نہیں آئے۔ مگر جب آئے تو پھر ٹوٹ کر برسے۔ وہ جو ایک ساتھی تھا، جس کے ہمراہ وہ زندگی کے اس کٹھن سفر پر نکل آئی تھیں، جس کی خاطر انہوں نے سارے رشتے توڑ دیے تھے، ساری محبتیں اور تعلق چھوڑ آئی تھیں، وہی بیچ راہ میں انہیں داغِ مفارقت دے گیا تھا۔ تین ننھی منّی نازک سی بچیاں ساتھ تھیں۔ اور ان کے رشتہ دار اور عزیز و اقارب ان سے ہزاروں میل کے فاصلے پر بیٹھے تھے جہاں سے وہ انہیں تسلّی اور دلاسے کے چند حروف بھی نہیں بھجوا سکتے تھے۔ کریں تو کیا کریں، جائیں تو کہاں جائیں؟ انہیں اپنا آپ بہت تنہا، بہت لاچار اور کمزور محسوس ہوا۔ مگر پھر انہیں لگا جیسے کسی مہربان ہاتھ نے ان کا دل تھام لیا ہو، ان کے آنسو پونچھ دیے ہوں۔ یہ ہجرت اور جہاد کا راستہ انہوں نے ابو خلیل کے لیے تو اختیار نہیں کیا تھا۔ یہ تو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے تھا۔ اپنے والدین اور رشتہ داروں کو انہوں نے ابو خلیل کے لیے نہیں چھوڑا تھا، یہ تو اللہ کی خاطر کیا تھا۔ تو اللہ، جو سب سے بڑھ کر قدردان ہے، کیا اس مشکل موقع پر انہیں تنہا چھوڑ دیتا۔ اللہ نے ان کے دل کو ڈھارس دی اور آگے بڑھنے کا حوصلہ عطا کیا۔ کیا ہوا جو ابو خلیل شہید ہو گئے، اللہ تو موجود ہے، اللہ تو ساتھ ہے، اور اگر اللہ ان سے راضی ہے تو پھر انہیں اور کوئی غم نہیں۔ وہ ایک بار پھر راہِ جہاد کی راہی بننے کے لیے تیار تھیں۔ اس راستے پر ایک بار قدم رکھ دیے تھے، اب پیچھے مڑ کر کیسے دیکھتیں، سو وہ بچیوں کو لیے آگے ہی بڑھتی رہیں۔

ابو خلیل کے بعد اللہ نے انہیں حنظلہ کا ساتھ عطا فرمایا۔ انه هو اضحک و ابکی۔ بے شک وہی ہے جو ہنساتا بھی ہے اور رلاتا بھی۔ آہستہ آہستہ دانیہ کا یہ غم مندمل ہو گیا۔ ان کے غمگین ہونٹوں کو اللہ نے مسکرانا سکھا دیا، زخمی دل کو سکون کی دولت عطا فرمائی۔ بے شک وہی ہے جو غم دیتا ہے اور وہی ہے جو خوشیاں عطا کرتا ہے۔ تین بیٹیوں کے بعد اللہ نے انہیں بیٹا عطا فرمایا۔ وہ ایک بار پھر اپنے گھر اور بچوں میں مصروف و مشغول ہو گئیں۔ مگر ان کی آزمائش ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔ ان کی دوسری شادی کو ابھی دو اڑھائی سال ہی ہوئے تھے کہ ایک رات دشمن نے ان کے گھر پر چھاپہ مارا۔ محبوب شوہر ان کی آنکھوں کے سامنے لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کر گئے، اور وہ ایک بار پھر جہاد کے راستے پر تنہا رہ گئیں۔ ایک بار پھر وہ ایک دوراہے پر کھڑی تھیں، کیا بچوں کو لے کر وطن واپس لوٹ جائیں، جہاں ان کے والدین اور بہن بھائی موجود ہیں، جو انہیں ایک محفوظ و مامون، پر امن اور پر سکون زندگی دے سکتے ہیں، ان پیاروں کے درمیان جن کی شکلیں دیکھے ہوئے انہیں نو سال سے زائد عرصہ بیت چکا تھا۔ یا اسی راہ پر گامزن رہیں جس پر ان کے دو شوہر اپنی جانیں قربان کر چکے تھے۔

مگر اس دفعہ فیصلہ انہیں اکیلے نہیں کرنا پڑا۔ ان کی نو سالہ بیٹی نے اپنے اور ماں کے آنسو پونچھے اور کہنے لگی: 'اماں، اللہ تعالیٰ بابا تو اور دے دیں گے، لیکن ہم یہاں سے واپس نہیں جائیں گے۔ یہاں تک کہ ہم بھی شہید ہو جائیں اور بابا اور حنظلہ بابا کے پاس پہنچ جائیں'۔

بقیہ: مع الأستاذ فاروق

ان شاء اللہ اس کو قدرے تفصیل سے اس کے موقع پر بیان کروں گا۔

المختصر یہ کہنا یہاں لازمی سمجھتا ہوں کہ بقول ہمارے محبوب شیخ قاسم الریمی حفظہ اللہ 'ہماری جنگ معلومات کی جنگ ہے ...'، تو اس اعتبار سے ہم پر لازمی ہے کہ اس معلومات کی جنگ میں ہم اپنی معلومات یعنی انفارمیشن یا ڈیٹا محفوظ سے محفوظ تر بنائیں۔ جس قدر ہماری صلاحیت ہو، جو وسائل دستیاب ہوں تو ان کو استعمال کرنا لازم ہے۔ راقم نے اپنے ایک عالم دین ساتھی سے اس بارے میں گفتگو کی ہے اور یہ جانا ہے کہ ہمارے جہاد میں، اس جہاد کی تیاری جو اس امر سے لازمی آتی ہے کہ 'وَأَعِدُّواْ لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم' میں یہ کمپیوٹری اعداد بھی شامل ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ ہر کسی پر لازم نہیں، لیکن جو اس کو استعمال کرتا ہے تو پھر اس پر یہ اعداد بھی لازم ہو جاتا ہے۔ پھر یہ بھی تجربے کی بات ہے کہ جہاں جہاں اس اعداد یعنی تیاری کا اہتمام کیا گیا ہے وہاں اس راستے سے دشمن ہم تک نہیں آ سکا اور نہ ہی مجاہدین کے راز اس راستے سے افشا ہوئے ہیں، الا ماشاء اللہ۔

مجلسِ استاذ کو اس بار یہیں روکتے ہیں۔ اللہ پاک صائب بات کہنے اور اس پر عمل کرنے والا بنائے۔ اللہ پاک ہمیں اپنا، اپنے رسولؐ کا اور امرائے کرام کا مطیع منشط و نشاط کے ساتھ بنالے، آمین یا ربّ العالمین۔

نوٹ: مجلسِ استاذ کی آٹھویں نشست میں قاسم بھائیؒ کے ذکر میں راقم نے سورۃ الکھف کی آخری پانچ آیات کے متعلق ایک حدیث جو انہی سے سنی تھی، نقل کی تھی اور حوالہ 'کنز الاعمال' لکھا تھا۔ کتاب کا نام غلط لکھا گیا تھا، صحیح 'کنز العمال' ہے۔ اللہ پاک میری اس خطا کو معاف فرمائیں، آمین یا ربّ العالمین۔

و آخر دعوانا أن الحمدلله ربّ العالمین۔ و صلی الله علی نبینا و قرة أعیننا محمد و علی آله و صحبه و من تبعهم بإحسان إلی یوم الدین۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

خیالات کا ماہنامچہ

ذہن میں گزرنے والے چند خیالات: اگست و ستمبر ۲۰۱۹ء

معین الدین شامی

یہ اللہ پاک کا احسانِ محض ہے کہ اس نے ہمیں مسلمان بنایا اور پھر رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونے کا شرف و اعزاز بخشا۔ اللہ پاک کا کرم ہے کہ اس نے راہِ ہدایت میں بھی جہاد فی سبیل اللہ کا راہی بنایا۔ اللہ پاک اس فریضۂ جہاد کو اس کی شرائط کے ساتھ ادا کرنے والا بنائیں۔ راہِ سعادت کی منزل، شہادت کے باب سے اپنی رضا اور جنت کو بنائیں، آمین یا ربّ العالمین۔

عیدِ قربان... نسبتِ بلند!

عیدِ قربان پر لاکھوں، کروڑوں جانور ذبح کیے جاتے ہیں۔ ان جانوروں کو قربان کرنے کا مقصد اللہ کی رضا کا حصول ہے۔ بندۂ مسلمان، اپنی اپنی نذر کی صورت اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ بلا شبہ میری نماز، میری قربانی، میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ ربّ العالمین کے لیے ہے۔ اس کا اس جانور کو ذبح کرنا اس بات کا اعلان ہوتا ہے کہ آج میں یہ جانور للہ فی اللہ قربان کر رہا ہوں لیکن اب سے چند لمحے بعد اگر دینُ اللہ کو میری اپنی جان کی ضرورت پیش آگئی تو اس کو بھی پیش کرنے سے نہ چُوکوں گا۔

یوں مشرق سے لے کر مغرب تک اور قطبِ شمالی سے قطبِ جنوبی تک اہلِ ایمان کی قربانیوں کا اظہار ہو رہا ہوتا ہے۔ ارب ہا روپوں کے جانور ذبح کیے جاتے ہیں۔ اپنی خوشیوں میں کروڑ ہا امتیوں کو شریک کیا جاتا ہے۔ اہلِ ایمان کے ہر گھر کا چولہا اس روز روشن ہوتا ہے۔

اسی عیدِ قربان کا ایک رُخ اور بھی ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کے چند وارث، اسی امت کے کچھ لوگ... مثلِ خلیلؑ بن کر اپنے اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو مثلِ ذبیحؑ خود اپنے ہاتھوں اللہ کے راستے میں ذبح ہونے کو پیش کر رہے ہیں۔ ان قربانیوں کا مقصد بھی اللہ کی رضا کا حصول ہے۔ یہ بھی اپنی نذر کا اظہار کر رہے ہیں کہ ہماری نماز، ہماری قربانی، ہمارا زندہ رہنا اور ہمارا مرنا سب کچھ اللہ ربّ العالمین کے لیے ہے۔ یہ زبانِ حال سے اعلان کر رہے ہیں کہ اے پروردگار تُو نے ہمیں یہ بیٹے اور بیٹیاں دی تھیں سو ہم ان کو وارنے تیرے راستے میں نکل آئے اور کسی مشکل میں ذرا نہ گھبرائے کسی قربانی کو پیش کرنے میں ذرا نہ چُوکے۔

یوں نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر اور جاپان کے ساحل سے امریکہ کے ساحل تک ان کی قربانیوں کا خاموش اظہار ہو رہا ہے کہ امتِ مسلمہ چین سے عیدِ قربان پر اپنے جانور ذبح کر سکے۔ یہ فقر کے مارے ٹوٹی بندوقوں اور ارزاں ہتھیاروں سے امتِ مسلمہ کا تحفظ کرتے ہیں۔ امتِ مسلمہ کی خوشیوں کی خاطر انہوں نے اپنی خوشیاں ترک کر دی ہیں۔ انہوں نے اپنے سروں کو شمع کی مانند بنا کر روشنی کی ہے۔

کسی کا بیٹا یہاں قربان ہوا ہے تو کسی نے عفت مآب بیٹی واری ہے۔ کسی کی بیوی اس راہ میں پابندِ سلاسل کی گئی ہے تو لا تعداد کے سہاگ اجاڑے گئے ہیں۔ کتنے باپ کے جانے پر داغِ یتیمی سہہ رہے تو کتنوں کی مائیں ٹارچر سیلوں میں اس جرم میں بڑی تعذیب جھیل رہی ہیں کہ انہوں نے اپنی اولادوں کو 'ھو اللہ احد' کی لوریاں دی ہیں۔ کتنے بھائی یہاں کنٹینروں میں جھلسا کر مارے گئے ہیں تو کتنی بہنوں کی عزتیں تار تار کی گئی ہیں۔ لیکن اس سب کے ساتھ خلیل و ذبیح کی سنت کی پیروی کی جا رہی ہے۔

حج و قربانی عظیم عبادات ہیں اور جہاد عبادتوں کی بلند چوٹی۔ جیسے حاجیوں کی نسبت ہم ناخن نہ تراش کر مثلِ حجاج بنتے ہیں۔ بس اور کچھ نہیں تو ان ذبیحانِ وقت کے دست و بازو بن کر ان ذبیحوں سے نسبت جوڑ لیتے ہیں کہ بلند نسبتیں بلندی کی طرف لے جاتی ہیں۔

ع سو سال سے ہے پیشۂ آبا 'ڈاکہ زنی'!

دنیا میں جس شے کو اٹھائیے تاریخ رکھتی ہے۔ خاص کر انسانوں کی تاریخ تو معروف و مشہور ہے۔ اس میں حسب و نسب، دولت و ریاست، اخلاق و کردار سب ہی لکھے جاتے ہیں۔ کچھ عرصہ گزرا کہ یونہی بہادر شاہ ظفر کی تاریخ پر نظر پڑی۔ ایک اقتباس نے اپنی جانب توجہ مبذول کروائی۔ آزاد دائرۃ المعارف 'وکی پیڈیا' میں درج ہے:

"The occupying forces entered the Red Fort and stole anything that was valuable. Ancient objects, jewels, books and other cultural items were taken which can be found in various museums in Britain. For example, the Crown of Bahadur Shah II is a part of the Royal Collection in London."

"قابض فوجیں لال قلعے میں داخل ہوئیں اور ہر وہ چیز چرا لی جو کہ قیمتی تھی۔ قدیم (نادر) اشیاء، جواہرات، کتابیں اور دیگر ثقافتی چیزیں جو لے جائی (چرائی) گئی تھیں، برطانیہ کے متعدد عجائب خانوں میں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً، بہادر شاہ دوئم (بہادر شاہ ظفر) کا تاج لندن کے شاہی مجموعۂ اشیاء کا حصہ ہے۔"

یقیناً ہم سب جانتے ہیں کہ بہادر شاہ ظفر کے خلاف لڑنے والی اور بعد ازاں 'Occupying Forces / قابض افواج' جس تاریخ کی ابتدا تھیں ان کی دورِ رواں میں انتہا کیا ہے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی میں بھرتی ہونے والے چوکیدار، آہستہ آہستہ رائل انڈین آرمی بن گئے اور لال قلعے کے فاتح بنے، پھر یہی رائل انڈین آرمی 'پاکستانی فوج' اور 'انڈین فوج' ہو گئے۔

خصلتیں، عادات، نقوش، چال ڈھال سب ہی genes میں منتقل ہوتی ہیں۔ جن افواج نے لال قلعے میں مسلمانوں کے بادشاہ کا مال لوٹا تھا آج اپنی جنیاتی وراثت کی بدولت ویسا ہی بازارِ لوٹ مار گرم کیے ہوئے ہیں۔

۱۹۷۱ء کی جنگ کے زمانے میں، مشرقی پاکستان سے مغربی پاکستان آنے والے 'پاکستانی' فوجی افسران کی بیگمات بنگالیوں کے گھروں سے قیمتی کپڑے، زیورات، مائیکرو ویو اون / microwave oven (جو اس زمانے میں نادر ہوا کرتے تھے) اور نقدی وغیرہ ساتھ چرا کر لاتی تھیں۔ حمود الرحمان کمیشن رپورٹ کے مطابق فوجی بیرکوں سے بنگالی مسلمانوں کے دورانِ سرچ آپریشنز چرایا گیا سامان ملتا جس میں ٹی وی، فریج، ایئر کنڈیشنز، ٹائپ رائٹر، سونا (زیورات)، گھڑیاں اور بہت سی دیگر قیمتی اشیاء برآمد ہوتیں۔ حتیٰ کہ عین جنگ کے زمانے میں ایک فوجی میجر نے قومی بینک کے خزانے سے ایک کروڑ پینتیس لاکھ روپے چرائے (یہی فوجی قومی مفاد کی خاطر پالیسیاں بناتے اور بدلتے ہیں) جو ایک جیپ میں لے جائے جا رہے تھے جس کی اتفاقاً کسی حوالدار نے تلاشی لے لی اور یوں یہ پیسہ برآمد ہوا۔ یہاں یہ وضاحت کرنا لازمی ہے کہ اس زمانے کے ایک کروڑ پینتیس لاکھ روپے کی قدر آج کے روپے کی قدر کے حساب سے تقریباً سوا دو ارب روپے بنتی ہے (سنہ ستر کی دہائی کے شروع میں ٹویوٹا کرولا کار، بارہ ہزار روپے کی آتی تھی، جبکہ آج کل (نئی) کرولا کا سب سے سستا ماڈل بیس لاکھ روپے کے قریب ہے)۔

انہی فوجیوں نے جامعہ حفصہ تک میں غریب طالبات کے سامان سے چوری کی۔

یہی فوجی جب سوات میں پہنچے تو وہاں سے بھی لوگوں کے گھروں سے فریج اور ایئر کنڈیشنز چراتے رہے۔ حتیٰ کہ سوات میں بعض گھروں سے لکڑی سے بنی دروازوں کی چوکھٹیں تک اکھاڑ کر لے گئے۔ ان کی ذہنی پستی کا یہ عالم تھا کہ بعض گھروں میں پانی کے مٹکوں میں پاخانہ کرتے رہے۔

یہی فوجی اور خفیہ ایجنسیوں والے جب شہروں میں سرچ آپریشن کرتے ہیں تو اپنے جنیاتی جراثیم (Genes) کی اکساہٹ پر پاکستان کے ہر شہر اور ہر گلی کوچے کے گھر کو لال قلعہ سمجھ کر ، سب ہی قیمتی سامان چرا لیتے ہیں۔

شاعر اگر ان کو دیکھتا تو وزن و قافیہ خود ہی ٹھیک کر کے اسی مفہوم کا مصرعہ کہتا:

ع سو سال سے پیشۂ آباء' ڈاکہ زنی'!

Strategic Depth کا نظریہ ختم ہو چکا ہے!

پاکستانی وزیرِ خارجہ شاہ محمود قریشی نے کہا ہے کہ 'Strategic Depth کا نظریہ ختم ہو چکا ہے'۔ اس پر بی بی سی کے ایک میزبان نے کسی تجزیہ کار سے پوچھا کہ اب پاکستان کی خطے میں عالمی اعتبار سے کیا حیثیت ہو گی؟ تو تجزیہ کار نے کہا کہ ''ٹھیک ہے کہ افغانستان میں جنگ کا خاتمہ ہو رہا ہے اور امریکہ یہاں سے جا رہا ہے لیکن پاکستان کی اہمیت امریکہ کے لیے ختم نہیں ہو سکتی۔ ممکن ہے کہ افغانستان سے نکلنے کے بعد امریکہ کی ایران کے ساتھ کشیدگی میں اضافہ ہو (اور دو چار چھکے چوکے امریکہ ایران کو لگانا چاہے) تو پاکستان ایسی صورتِ حال میں ایک بار پھر امریکہ کا حلیف ہو گا''۔

اب یہ ایران امریکہ جنگ ہو یا نہ ہو اور پاکستان اس کا حصہ بنے یا نہ بنے...... ایک بات واضح ہے اور وہ یہ کہ پاکستانی اسٹیبلشمنٹ کا حال کسی بھی معاملے میں وہی ہے جو نیٹو سپلائی کی جنرل کیانی کے دور میں بحالی کے بعد مشہور صحافی 'نصرت جاوید' نے اپنے ٹی وی شو میں ایک ہاتھ سر پر اور دوسرا فضا میں بلند کر کے کہا تھا کہ ''بات بس اتنی سی تھی کہ 'مینوں نوٹ وِکھا میرا موڈ بنے'...''

ذرا سی بارش... کراچی میں سیلاب... آبی ذخائر... فیصل واوڈا

مہینہ قبل کراچی میں تھوڑی سی بارش ہوئی تو سیلاب آ گیا۔ اس کے بعد مستقل مون سون کی بارشیں جاری ہیں اور پورے ملک کے دریاؤں میں ہلکی سطح کا سیلاب ہے۔ آبی ذخائر کا وفاقی وزیر ہے فیصل وواڈا، جو اپنی زبان اور حرکات کی بے لگامی اور بوٹوں والوں اور عمران خان کی چاپلوسی میں مشہور ہے۔ اس کی وزارت میں کوئی ایسا مؤثر منصوبہ نہیں پیش کیا گیا جس سے اس سیلاب کے پانی کو استعمال کیا جا سکے اور ڈیموں میں اس پانی کو ذخیرہ کیا جا سکے، جس سے بجلی بھی بنے، پانی کی ضرورت بھی پوری ہو اور غریب کا گھر بھی نہ ڈوبے۔

توجہ ہے ان کے لیے بھی جنہوں نے ختمِ بخاری شریف کی مقدس محفل میں گستاخ و بے لگام زبان والے فیصل واوڈا کو بطورِ مہمانِ خصوصی بلایا، اس کی چاپلوسی کی، کراچی میں پانی کی فراہمی (جو ان کے سوا کسی کو نظر نہیں آئی) کی سہولت پر شکریہ ادا کیا اور 'اللہ کے بعد، سب سے بڑا آدمی عمران خان...' کے جملے کو بغیر توبہ کے فقط slip of tongue کہہ کر خلعتِ '(بے) ایمانی' واوڈے کو پہنائی۔

مودی کی اسلام دشمنی

مودی نے دوسری بار اقتدار میں آتے ہی، ہندوستان کے (منافقانہ) سیکولر چہرے کو کافرانہ۔ہندوانہ صورت دے دی۔ پہلے مسلم پرسنل لاء میں مداخلت کی اور تین طلاقوں کو قانوناً جرم قرار دے دیا اور پھر کشمیر پر چڑھ دوڑا۔

یوں تو مسلمانوں کی حالتِ زار دیکھ کر دل غمگین ہے لیکن خوشی اس بات کی ہے منافقانہ پالیسیٔ ہند کا خاتمہ ہوا اور اب ہندوستان کا مسلمان کھل کر اور آنکھیں کھول کر آئندہ کا سوچ سکتا ہے۔

باجوہ کو ایکسٹینشن مل گئی... ہُن تے گولیاں چلن گیاں!

جس روز باجوہ آرمی چیف بنا تو ایک بات کا مجھے یقین ہو رہا کہ پاکستانی فوج کو آرمی چیف نہیں چلاتا۔ ہجو مقصود نہیں لیکن آپ باجوہ کو سر تا پا دیکھیے، اس کا اندازِ گفتگو دیکھیے، بات کرتے ہوئے یہ کس طرح سے اپنے پیٹ پر ہاتھ پھیرتا ہے اور کیسی ہذیانی حرکتیں کرتا ہے۔ اس کی

کانگو میں جنرل بکرم سنگھ کو سیلوٹ کرتی ویڈیو دیکھیے کہ اسے سمجھ میں ہی نہیں آرہا کہ کیسے اپنے جان و دل اس سکھ جرنیل پر فدا کر دے۔

ابھی یہ امریکہ گیا تو وہاں ٹرمپ کو بھی اپنی میراثیانہ حرکتوں سے شاید متاثر کر آیا کہ وہاں سے سفارش ہوئی اور واپسی پر ایکسٹینشن مل گئی۔ کبھی کبھی اس کو دیکھ کر خیال آتا ہے کہ اس کا تعلق شاید فوج کی میراثی بریگیڈ سے تھا۔ مذاق نہیں کر رہا، پاک فوج میں باقاعدہ ایک میراثی بریگیڈ ہے جو بینڈ باجے بجاتے ہیں اور اس میں شمولیت کے وقت فوجیوں کے ہاتھوں کی انگلیوں کی لمبائی (بانسری و ہارمونیم بجانے کے لیے) ناپی جاتی ہے اور دانت دیکھے جاتے ہیں۔ راقم نے خود ایک ایسی ویڈیو دیکھی جس میں فوجی افسر جب اپنے ماتحت کے دانت چیک کرتا ہے تو مویشی منڈی ذہن میں ابھرتی ہے کہ کس طرح 'دوندوں'، 'چوکوں' اور 'چھکوں' کی examination کی جاتی ہے۔

پاکستانی فوج کا حال دیکھنے کے لیے یہی کافی ہے کہ باجوہ اس کا چیف ہے۔ ویسے بھی ساری دنیا میں جہاں احمق حاکم ہوں تو اِس مقام پر احمق کیوں نہ بیٹھے؟ امریکہ میں ٹرمپ، انڈیا میں مودی، شمالی کوریا میں کم، افغانستان میں اشرف غنی، پاکستان میں عمران خاں اور واجا باجا (باجوہ کو بچپن میں لوگ اسی نام سے یاد کرتے تھے)۔

کہتے ہیں کہ ڈاکوؤں کا ایک گروہ تھا۔ ان کا سردار مر گیا۔ ڈاکوؤں نے مشورہ کیا اور ایک مخنّث کو اپنا سردار بنا لیا۔ نئے سردار کی کمال درجے کی حکمتِ عملیوں کے سبب ایک روز ڈاکوؤں کے ڈیرے پر چھاپہ پڑ گیا۔ ڈاکو سردار کے پاس آئے اور پوچھا کہ 'ہُن کی کریے؟ (اب کیا کریں؟)' تو سردار صاحب نے مخصوص انداز سے تالی پیٹی اور بولے: 'کرنا کیہ اے... ہُن تے گولیاں چلن گیاں! (کرنا کیا ہے... اب تو گولیاں چلیں گی!)'۔

پاک فوج کو تین سال کے لیے ایکسٹنڈڈ آرمی چیف مبارک ہو! (بقیہ صفحہ نمبر ۷۵ پر)

بقیہ: کارواں گم کردہ منزل، راستے پر پیچ و خم

باوجودیکہ خبریں ایسی ہیں کہ ہمارا سبھی کچھ اخلاقی اعتبار سے لٹ چکا لیکن ان کو نجانے کتنا مزید درکار ہے۔ جگر تھام کر رپورٹیں نکال دیکھیے اور اخلاقی زوال (جو ان کی مطلوبہ شق ہے مال دینے کی!) کا حشر دیکھیے۔

17 اگست روزنامہ ڈان کی رپورٹ میں راولپنڈی میں ایک مرد اور اس کی بیوی نے مل کر 45 لڑکیوں کا شکار کھیلنے کا اقرار کیا۔ بیوی کمسن لڑکی پھانستی اور اسے لا کر شوہر کے ہاتھوں برباد کروا کر، (یہ دونوں میاں بیوی) ویڈیوز عالمی فحش کاری ویب سائٹس کو بیچتے۔ بھاری رقوم کے عوض۔ تاآنکہ ایک لڑکی نے پولیس میں رپورٹ درج کروادی اور یہ تباہ کار جوڑا پکڑا گیا۔ ایسے ہی ان گنت واقعات ملک بھر سے رپورٹ ہو رہے ہیں۔ پاکستان سافٹ امیج بنا تا 18 سالوں میں درندگیوں کی بھینٹ چڑھ گیا۔ موبائل، نیٹ، سوشل میڈیا، اختلاط، آزادی، بے راہ روی، فحاشی، عریانی کے فراواں مواقع کی فراہمی، منشیات کا فروغ۔ پیسے کی خدائی پروان چڑھا کر اخلاق روند ڈالے۔ عورت کو بااختیار بنانے کے نتائج میں حال ہی میں 8 افراد اپنی بیویوں کے ہاتھوں، براہ راست یا ان کی ایماء پر قتل ہوئے ہیں۔ یوں ہم ترقی یافتہ ممالک میں سر اٹھا کر کھڑے ہونے کے قابل ہو گئے۔ اس سے زیادہ ویمن 'ایمپاورمنٹ' کیا ہو سکتی ہے! مزید سافٹ امیج دیکھنا چاہیں تو سندھ حکومت بلاول چیئرمین کے تحت کراچی کے 6 اضلاع کے سرکاری سکولوں میں سکینڈری سطح کے طلبہ طالبات کو 'زندگی گزارنے کی مہارتوں' پر مبنی تربیت فراہم کرنے چلی ہے۔ اس کے لیے سندھ کے ہر ضلع سے جنسی تعلیم کے لیے ماسٹر ٹرینرز (اٹھارہ، اٹھارہ اساتذہ) کا انتخاب ہوا ہے۔ یہ ماسٹر ٹرینرز سندھ کے انچاس ہزار ایک سو چوبیس (49,124) ہائی سکول اساتذہ کو یہ تربیت منتقل کریں گے۔ زندگی گزارنے کی مزید مہارتوں کے بعد سافٹ امیج، سافٹ تر ہو جائے گا۔ خوبصورت اصطلاحوں کے پس پردہ، اخلاقی تباہی و بربادی کا سونامی تیار ہو رہا ہے۔ سید علی گیلانی کشمیر میں بھارت کی جانب سے نوجوان نسل کی بربادی کے ایسے ہی اہتماموں پر روپیٹ رہے تھے کہ مودی نے ساری ہی بساط یک بارگی الٹ دی۔ فتنۂ دجال کے سر پر سینگ تو نہ ہوں گے! کوئی خصوصی بگل تو نہ بجیں گے۔ ہمیں کان لپیٹے، آنکھیں موندے رہنا چاہتے ہیں۔ حقائق تو چیختے چلاتے سبھی کچھ بتا، جتا رہے ہیں!

خبر پڑھیں "خطے میں بھارت کی حکمرانی کے خواب کو پاش پاش کریں گے: شیخ رشید"

چلیے! زیادہ خون نہ جلائیے۔ جا کر کپڑے کے تھیلے، کاغذ کے لفافے فراہم کیجیے۔ گھر سے نکلتے ہوئے یقینی بنائیے کہ کسی بھی فرد کے ہاتھ میں خدانخواستہ کہیں پلاسٹک شاپر نہ ہو۔ ورنہ دھر لیے جائیں گے۔ حفظِ ماتقدم کے طور پر 5 ہزار روپے کا نوٹ موجود رہے۔ شاپر کا جرمانہ چکانے کو ورنہ حوالات کا منہ نہ دیکھنا پڑ جائے۔ (خالی خزانہ بھرنے کے نئے منصوبے کے تحت) پچاس روپے کی سبزی خریدنے والے کو صرف نامراد شاپر کی وجہ سے 5 ہزار کا جرمانہ آ سکتا ہے۔ ہوشیار باش! ملک میں تو تبدیلی آ چکی۔ اب وزیر برائے تبدیلی موسمیات پلاسٹک تھیلوں کے خلاف جنگی عزائم لیے نکلی ہیں۔ سوٹینڈے ٹماٹر جیبوں میں بھلے ڈال لیں، شاپرانہ جرم سرزد نہ ہو۔ پتہ نہیں، پلاسٹک سرجن کا کیا بنے گا؟ ان کا پلاسٹک بھی قابل دست اندازی، پولیس ہو گا یا نہیں؟ ایک پلاسٹک سرجن سے مریض نے بھاری بھرکم اخراجات دیکھ کر (قبل از تبدیلی موسمیات منصوبہ) پوچھا تھا، 'اگر میں پلاسٹک گھر سے لے آؤں؟' جواباً سرجن نے کہا تھا، 'پھر خود ہی لگا بھی لینا'۔ نجانے وزیر بی بی زرتاج گل اس بارے اب کیا فرماتی ہیں! سو پاکستان کی ترجیح اول تو اس وقت یہی ہے۔ پلاسٹک بیگ صنعت ٹھپ کر کے پھر دیگر معاملات بشمول کشمیر کی باری آئے گی۔ صنعت ہائے فروغ بے حیائی کے سوا سبھی صنعتیں بند ہو رہی ہیں۔

؎ کارواں گم کردہ منزل، راستے پر پیچ و خم

(یہ مضمون ایک معاصر روزنامے میں شائع ہو چکا ہے۔)

آزاد کون؟

عامر سلیم خان

یہ تحریر ایک غیرتِ ایمانی رکھنے والے، افواجِ پاکستان سے وابستہ ایک سکیورٹی اہلکار کی ہے، جنہوں نے ایمان کی پکار پر لبیک کہا اور افواجِ پاکستان کو ترک کر کے کاروانِ جہاد میں شمولیت اختیار کی۔ (ادارہ)

ہمارے ملک میں کون آزاد ہے؟

ہمارے ملک میں وہ آزاد ہے جو جب چاہے، جہاں چاہے، جس جگہ چاہے، کسی پر بھی اپنے ڈرون طیاروں سے وار کر کے اس کی جان لے لے اور اس سے کوئی پوچھنے والا تک نہ ہو، کسی کو یہ جرأت نہ ہو سکے کہ اس کا احتساب کر سکے۔ ہمارے ملک میں وہ آزادہ ہے جو کسی کو بھی اٹھا کر، دور لے جا کر اپنے پاس یا کسی ویران جزیرے (گوانتاناموبے) میں اسے قید کر لے اور انہیں کوئی روکنے والا نہ ہو۔ جیسا کہ ہماری بہن عافیہ صدیقی کو ان کے اپنے شہر سے اٹھا گیا۔ جیسا کہ ہمارے ملک سے ہمارے ہی سینکڑوں مجاہد بھائیوں کو پکڑ کر گوانتاناموبے میں قید کر دیا گیا۔

ہمارے ملک میں وہ آزاد ہے جو ہمارے ملک میں متعین ایک دوسرے اسلامی دوست ملک کے سفیر کو پکڑ کر، برہنہ کر کے اپنے طیاروں میں بٹھا کر اپنے قید خانوں میں لے جا کر قید کر لے اور اس قبیح فعل کے باوجود بھی ان کو کوئی ملامت نہ کر سکے۔ ہمارے ملک میں وہ آزاد ہے جو دور دراز سے آکر، ایمبیسڈر کے روپ میں، ہمارے ملک میں آزادی سے گھومے پھرے اور جس کو دل چاہے اپنی پستول سے قتل کر دے۔ جی ہاں ہمارے ملک میں ریمنڈ ڈیوس آزاد ہے جو کسی کو بھی قتل کر کے حفاظت کے ساتھ اپنے گھر چلا جاتا ہے۔

ہمارے ملک میں وہ آزاد ہے جو کسی بھی جگہ اپنے چینوک ہیلی کاپٹر اڑا کر، کہیں بھی چھاپہ مار سکتے ہیں، لوگوں کے گھروں میں گھس سکتے ہیں اور کسی کو بھی قتل کر سکتے ہیں۔ چاہے وہ جگہ ایبٹ آباد جیسی حساس نوعیت کی فوجی جگہ کیوں نہ ہو۔ ہمارے ملک میں وہ آزاد ہے جن کو مکمل اختیار ہے کہ ہمارے ملک کی کسی بھی ائیر بیس کو اپنی ائیر بیس بنالیں۔ اس ائیر بیس میں اپنے طیارے اور اپنے سکواڈرن تعینات کر دیں۔ ان ائیر بیسوں سے وہ جب چاہیں اپنے طیارے اڑا کر مسلمانوں پر بمباریاں کریں۔ جیسا کہ قبائل کی پرانی جہادی تحریک پر برطانیہ کے جہاز بمباری کرتے تھے اور افغانستان کی حالیہ جنگ میں ہمارے ملک سے ہونے والے ستاون ہزار امیریکن ائیر سٹرائیکس۔ ہمارے ملک میں وہ آزاد ہیں جن کے پاس ہمارے بری، بحری، فضائی راستوں اور بندر گاہوں کا اختیار ہے کہ اپنے مقاصد کے لیے جب چاہے استعمال کر لیں۔ ان کے جنگی ساز و سامان کی سپلائی جو ہمارے سمندری راستوں سے کراچی بندر گاہ اور پھر وہاں سے طورخم اور چمن ہمارے ملک کی سڑکوں پر بغیر کسی روک ٹوک گزرتی ہے۔ ہاں ہمارے ملک میں وہ آزاد ہیں جن کی سپلائی کی حفاظت سمندر میں ہماری بحریہ اور سڑکوں پر ہماری بری فوج کیا کرتی ہے۔

ہمارے ملک میں وہ آزاد ہیں جو کسی بھی جگہ ہماری فوج کو تعینات کر کے اس سے آپریشن کے نام پر اپنی عوام کا قتل عام کروادیں، مساجد کو شہید کروادیں، بستیوں کو اجاڑ دیں، عوام کو بے گھر کروادیں، ان کو گھروں سے نکال کر کیمپوں میں زندگی بسر کرنے پر مجبور کروادیں۔ ہمارے ملک میں وہ آزاد ہیں جو ہماری فوج کو معصوم بچیوں کو فاسفورس بموں سے جلانے پر ان کو شاباش دیں۔ ہاں ہمارے ملک میں وہ آزاد ہیں جو کولیشن سپورٹ فنڈ دے کر ہماری فوج سے یہ سب کچھ کروادیں۔

ہمارے ملک میں وہ آزاد ہیں جو ہمارے ملک کی پالیسیاں بنانے پر قادر ہیں۔ جو ہماری ملک کی کرنسی (روپے) کی عالمی مارکیٹ میں قیمت طے کرتے ہیں۔ جو چاہیں تو پڑوسیوں کے ساتھ ہمارے تعلقات اچھے طے کر دیں اور چاہے تو خراب کروادیں۔ وہ چاہیں تو ہمارے ملک میں جمہوریت کے نام سے حکومت ہو اور یہ نہ چاہیں تو براہ راست ڈکٹیٹر شپ لے آئیں۔ وہ ہماری مالی مدد نا کریں تو ہمارا ملک دیوالیہ ہو جائے۔ وہ کشمیر کے بارے میں ثالثی کی صرف بات کرے تو ہمارے ملک کا کشمیر موقف مضبوط ہو جائے۔ وہ ہمارے ایف سولہ جہازوں کو اپ گریڈ نا کریں تو وہ ڈیگریڈ ہو جائیں اور دشمن کے خلاف کام کے نہ رہیں۔ جی ہاں! ہمارے ملک میں یہ لوگ آزاد ہیں۔

اور کون آزاد ہے اس ملک میں؟

اور وہ لوگ آزاد ہیں جو ان کے غلام ہیں… ان کے غلام کیسے آزاد ہیں؟

وہ اس طرح سے آزاد ہیں کہ وہ جب چاہیں تو کسی کو اٹھا کر لاپتہ کر دیں۔ چاہیں تو اپنے خفیہ ٹارچر سیلوں میں کسی کو بھی اذیت کا نشانہ بنائیں۔ کسی کو بھی مار کر، لاش سڑک پر پھینک دیں۔ وہ چاہیں تو اپنی مرضی کی حکومت لے آئیں۔ وہ چاہیں تو دفاع کے نام پر بجٹ میں سب سے بڑا حصہ اپنے نام کر لیں چاہے ملک میں غربت کی سطح تاریخ کی بلند ترین سطح پر کیوں نا ہو۔ وہ چاہیں تو سپریم کورٹ کے ججوں کو اپنی مرضی کے فیصلے دینے پر مجبور کر دیں اور اگر کوئی نہ مانے تو اس کے ساتھ ایسا برتاؤ کریں جیسے جسٹس شوکت عزیز صدیقی کے ساتھ کیا گیا۔ وہ چاہیں تو سینٹ میں اپوزیشن کے ووٹ بھی خرید لیں اور اپنی مرضی کا چیئرمین بٹھائے رکھیں۔ وہ چاہیں تو اہلِ علم سے منسوب بعض لوگوں سے اپنی مرضی کے فتوے صادر کرائیں اور اگر کوئی عالم ربانی حق بیان کرتا ہے تو وہ ان کی گولیوں اور خنجروں کا نشانہ بن جائیں۔

ہاں وہ لوگ آزاد ہیں جن کی مرضی کے خلاف میڈیا ایک لفظ بھی نشر نہیں کر سکتا ورنہ ٹرانسمیشن بند اور جس چینل کی ٹرانسمیشن بند کی ہوتی ہے اس کی بھی جرأت نہیں کہ وہ اس بارے میں کچھ پوچھ یا کہہ سکے۔ ہاں الٹا معافی بھی چینل والے ہی مانگیں گے۔ ان کی مرضی کے صحافی، صحافی ہیں… باقی ملک دشمن۔ (بقیہ صفحہ نمبر ۴۴ پر)

کارواں گم کردہ منزل، راستے پر پیچ و خم

محترمہ عامرہ احسان صاحبہ

کشمیر بدستور دنیا بھر سے کٹ کر ایک بڑی قحط زدہ جیل کا منظر پیش کر رہا ہے۔ کرفیو جاری ہے۔ رات گئے گھروں پر فوج کے چھاپے۔ خواتین ہراساں کیے جانے کی اذیت ناک رپورٹیں۔ ہزاروں نوجوان گرفتار۔ چادر چار دیواری کا تقدس پامال۔ بچے خوراک اور ادویہ سے محروم۔ دنیا صرف گونگلوؤں سے مٹی جھاڑنے والے بیانات پر اکتفا کر رہی ہے۔ وہ دنیا جس نے عراق کی معاشی ناکہ بندی میں 6 لاکھ بچے ادویہ کی عدم فراہمی اور کم خوراکی پر مارے جانے کو ٹھنڈے پیٹوں ہضم کیا تھا[28]۔ اب اس کا ہاضمہ مضبوط تر ہے! کشمیر کی اس صورت حال اور مسلم بیٹیوں کے خلاف دست درازی کے پیچھے بدروح رواں نریندر مودی کو متحدہ امارات میں دیے جانے والے سب سے بڑے ایوارڈ کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔ چار سالوں میں یہ مودی کا تیسرا دورہ ہے۔ نیز بحرین دورے کے دوران (۲۴، ۲۵ اگست) ایک مندر کی تعمیر نو کا افتتاح بھی ہو گا۔ وہی مودی جس نے کشمیر میں عید الاضحیٰ، قربانی اور ۳ا گا تار جمعے مسلمانوں کو محصور رکھا۔ نماز اور مسجد کی اجازت نہ دی۔

برج خلیفہ پر چڑھ کر شاید کشمیر کی خونچکاں وادی کسی ٹیلی سکوپ سے دیکھی جا ہی سکتی ہو۔ ورنہ مسلمان چندہ کر کے برج خلیفہ پر کشمیری بھائیوں کی حالت زار پر مبنی اشتہار ہی دے دیتے (ڈھائی لاکھ اماراتی درہم کا 3 منٹ کا اشتہار!)۔ اب مسلم دوست خلافت کی جگہ مودی دوست برج خلیفہ، امت کے لیے باقی ہے۔ اس دورے کے دوران محبت کی گرمجوشی کا جو اظہار خبروں میں ہے، نہ پڑھیے گا ورنہ:

> دیکھ کہ دل کہ جاں سے اٹھتا ہے
>
> یہ دھواں سا کہاں سے اٹھتا ہے

تاہم دل جلانے کا فائدہ بھی نہیں کیونکہ 60 ارب ڈالر کی دوطرفہ تجارت یو اے ای اور بھارت مابین ہے۔ 33 لاکھ بھارتی آبادی ہے وہاں۔ بحرین میں بھی 1.3 ارب ڈالر تجارت کا معاملہ ہے۔ کشمیری صبر سے کام لیں۔ ہندو پروہت کے مطابق 'رواداری اور برداشت یو اے ای کی روح ہے'۔ اور بھارت کی بدروح کیا ہے؟ ہندوتوا۔! کشمیر سے مسلمانوں کا صفایا؟ لینے کے باٹ اور ہیں دینے کے اور۔ اس وقت سوا کروڑ کشمیریوں پر ظلم و قہر کا برستا کوڑا، سوا ارب انسانوں کے خطے کا امن اور امن عالم دونوں مودی کے ہاتھوں داؤ پر لگا ہے۔ وہی مودی (گجرات کا بھیڑیا) جسے اس کی بدترین انتہا پسندی اور دہشت گردی کے باوجود، یو این، سعودی عرب، مالدیپ، روس اور اب امارات، سبھی نے بڑے بڑے ایوارڈوں، اعزازات سے نوازا۔ کشمیریوں کے خون کے چھینٹے سبھی کے دامن آلودہ کر رہے ہیں۔

دوسری جانب زندہ ضمیر ہندو بھارتی کرنل نے یہ کہتے ہوئے خونِ ناحق سے انکار کر دیا: 'ہم اپنے لوگوں کو کیسے مار سکتے ہیں'۔ باضمیر ہندو صحافی اروندھتی رائے نے شدید احتجاج کرتے ہوئے کہا: 'نصف ملین سے زائد فوج (کشمیر میں) اس لیے تعینات ہے تاکہ بقول ان کے مٹھی بھر دہشت گردوں سے نمٹا جا سکے۔ صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان کا حقیقی دشمن کشمیری عوام ہیں۔ جو کچھ بھارت کشمیر میں کرتا رہا۔ وہ ناقابل فراموش ہے۔ ستر ہزار سے زائد کشمیری ہلاک۔ ہزاروں لاپتہ، ہزاروں عقوبت خانوں میں بند۔ وادیٔ کشمیر چھوٹے پیمانے پر ابو غریب بن چکی ہے'۔

اللہ انہیں نورِ ایمان سے نوازے جو زندہ ضمیر ہیں۔ مقبوضہ کشمیر میں 6 ہزار اجتماعی قبریں دریافت ہوئیں۔ (اگرچہ ایسی ہی قبریں مسلم ممالک میں بھی ہیں!) بھارتی فوج علاقے میں سپیکر رکھ کر تشدد کی چیخیں سنواتی رہی۔ ہمیں سافٹ امیج، رواداری، برداشت کے سبق پڑھانے والی دنیا کانی ہو چکی؟ بھارتی وحشت و سربیت دکھائی نہیں دیتی۔ یہی ہے وہ فتنہ۔ دجال کے ہمراہ جہنم ہو گی (ہر باعمل مسلمان کی ہتھیلی پر انگارے دھرنے والی) اور جنت ہو گی (ہتھیلی پر ڈالر رکھنے والی!) بھارت پاکستان کی شہ رگ دبوچے، ہم پر سیلابی ریلے چھوڑ رہا ہے۔ ایکڑوں زمین، آبادیاں بستیاں اس کی زد میں ہیں۔ اب بڑی خوشخبری دی جا رہی ہے کہ پاکستان کے چہرے پر چھائی گرے دھند چھٹنے کو ہے۔ اکتوبر تک ہم سفید لسٹ میں آ جائیں گے [ایک دن اور بھی طے شدہ ہے چہروں پر سیاہی چھانے یا روشن سفید چہروں کا۔ (آل عمران:106)۔ اس کا کیا ہو گا؟] ایشیا بحر الکاہل گروپ نے پاکستان کی کوششوں کو سراہا ہے۔ اقدامات کو بہترین قرار دیا ہے۔ کالعدم تنظیموں اور شیڈول فور (جو سارے ایمانی، جہادی ہیں۔ بھارت کشمیر پر بوقت ضرورت ہمارے دفاع کی بے لوث حفاظتی لائن!) پر کارکردگی سے بہت خوش ہوئے ہیں۔ (ہمارے دشمن!) ہم نے ہائی پروفائل امریکی مہمان قیدی شکیل آفریدی کے لیے بھی قواعد و ضوابط جیل میں نرم کر دیے ہیں۔ مدارس کا خوب گھیراؤ کیا ہے۔ انہیں سالانہ قربانی کی کھالوں سے پیسہ بنا کر غریب طالب علموں کی دال روٹی چلانے کی عیاشی ختم کرنے کو، ملکی چمڑے کی صنعت ہی ڈبو دی ہے۔ ایک وقت تھا کہ گائے کی کھال کے 4 ہزار بھی وصول ہوئے اور اس سال یہی کھال 100 تا 300 روپے تک وصول کر پائی! (بقیہ صفحہ نمبر ۷۵ پر)

[28] یو این رپورٹ کے مطابق: نیویارک ٹائمز یکم دسمبر 1995ء

پھر بھی ہے جہاد کا یہ قافلہ رواں دواں!

مسلمانانِ کشمیر کے مجاہد قائد ذاکر موسیٰ رحمہ اللہ کا آخری پیغام

کمانڈر ذاکر موسیٰ شہید رحمۃ اللہ علیہ

الحمدللہ والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد و علی آلہ وسلم تسلیماً کثیراً

کشمیر اور برِّصغیر میں موجود کلمۂ توحید کے علمبردار میرے عزیز بھائیو، محترم بزرگو، سنگ باز مرابط نوجوانو اور میدانِ قتال میں موجود صف شکن مجاہدین! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

قدم قدم رُکاوٹیں، صعوبتیں، مسافتیں
پھر بھی ہے جہاد کا یہ قافلہ رواں دواں!

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کے ایمان کو محفوظ رکھیں اور ہمیں اللہ تعالیٰ اپنے دین کی خدمت کرنے والوں میں سے بنائیں۔

میرے پچھلے پیغام سے اس پیغام تک (کے عرصے کے دوران) بہت سے مجاہد ساتھی شہید ہوئے ہیں۔ اس مختصر پیغام میں سب کا نام لینا تو ممکن نہیں ہو گا، لیکن اللہ تعالیٰ سے ہر لمحہ یہی دعا ہے کہ ان مجاہد ساتھیوں کی شہادت قبول فرمائیں۔ میرا یہ یقین ہے کہ سب مجاہد ساتھی خالص اسلام کی سربلندی کی خاطر میدانِ جہاد میں آئے تھے پھر وہ چاہے شفیان یا فلگام کے مجاہدین ہوں، پلوامہ یا ترال کے مجاہدین ہوں بارہ مولا یا سوپور کے یا حاجن کے مجاہدین ہوں یا پھر سرینگر اور بڈگام کے مجاہدین ہوں۔ ہر مجاہد کی شہادت سے اگر ہماری آنکھیں نم ہوئیں تو یقین مانیں اللہ عزّوجلّ نے اپنی رحمت کے دروازے بھی کھول دیے۔ اس بات کا کہنا ضروری ہے کہ جب میرے بہت ہی عزیز ساتھی شہید ہوئے... جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین کیا جو اس آزاد جہاد کے سفر میں ہمیشہ ساتھ ساتھ تھے، جن کی اس شہادت کے غم نے دل میں گھر کر لیا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی ساتھ ساتھ آئی، الحمدللہ۔ کمانڈر ریحان خان اور ان کے ساتھیوں کی شہادت پر امت مسلمہ اور بالخصوص اسلامیانِ کشمیر کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ شریعت یا شہادت کی خاطر کٹنے والے ان تمام بھائیوں کی شہادت قبول فرمائے، آمین یا رب العالمین۔

یہ قربانیاں ہمارے لیے فخر اور ہمارے مشن کا خاصہ ہیں۔ اس پر کشمیر اور ہند میں موجود ہمارے خیر خواہوں کو کسی بھی طور فکر مند نہیں ہونا چاہیے۔ میرے محترم بھائیو! یقین مانیے اللہ تعالیٰ کا ہر ایک وعدہ سچا ہے اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں کی سچائی کی صرف ایک ہی شرط ہے کہ ان وعدوں پہ بھروسہ کیا جائے۔ انسانی عقل کا تقاضہ تو یہ ہے کہ آج سے بہت پہلے آزاد جہاد کی یہ تحریک ختم ہونی چاہیے تھی لیکن یقین مانیے ہمارے لیے ہر دن نئی مدد آجاتی ہے اور نئے ساتھی جڑ جاتے ہیں۔ ہماری کوشش تو آزاد جہاد کی ایک اذان ہے۔ اور یہ اذان کشمیر کے ہر خطے میں گھر کر گئی ہے اور نہ صرف کشمیر بلکہ ہندوستان اور پاکستان سے بھی بہت سے ساتھی ہمارے ساتھ جڑ چکے ہیں۔ ان شاءاللہ ہم اس دن کی تیاری میں ہیں جب ہم اپنی کارروائیاں شروع کریں گے اور تب ہندوستان کے مکاروں اور قاہروں کے لیے کوئی بھی چھپنے کی جگہ نہیں ہو گی، ان شاءاللہ۔

میرے محترم مجاہد ساتھیو!

آج ہم اس دور میں ہے جب کشمیر کے جہاد کے خلاف بہت ساری سازشیں ہو رہی ہیں۔ اس جہاد کو ختم کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں اور مجاہدین کو سرد خانے میں ڈالنے کی کوشش ہو رہی ہیں۔ امریکہ کی شاگردی میں پاکستان اور ہندوستان دونوں مل کر اس جہاد کو نہ صرف کمزور بلکہ ختم کرنے کی سازش میں مگن ہیں اس لیے ہوشیار ہو جائیے! ہمارے پاس اطلاعات بھی ہے کہ بہت ساری ایسی تنظیمیں ہیں کہ جن پہ کریک ڈاؤن شروع ہو چکے ہیں۔ یہ اسی ایک سازش کی ایک کڑی ہے۔ اگر اس جہاد کو آج ختم کیا جائے گا تو اس کے قصوروار ہم بھی ہونگے اور روزِ محشر میں یہ پوچھا جائے گا کہ ہم نے اس جہاد کی حفاظت کیوں نہیں کی۔

اور اس بات کو میں واضح کر دوں کہ کشمیر کا فیصلہ صرف جہاد سے ہو گا اور اس کا فیصلہ صرف اس بات پہ ہو گا کہ ہندوستان کے ان محلات پر اسلام کا پرچم بلند ہو جائے اور کشمیر کے ساتھ ساتھ پورے برصغیر میں شریعت کا نفاذ ہو۔ اس فیصلے کے علاوہ کوئی بھی فیصلہ یا کوئی بھی Agreement کوئی بھی Treaty، کوئی بھی فارمولا اسلامیانِ کشمیر کو منظور نہیں ہے۔ ہم نے تو اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا ہے کہ ہماری آزادی کا مطلب لا اِلٰہ الا اللہ ہے۔ ہم نے رب المشرقین اور رب المغربین سے یہ وعدہ کیا ہے کہ کشمیر میں صرف نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قائم ہو گا۔ اگر ہم ان وعدوں کی خلاف ورزی کریں گے تو یاد رکھیے ہماری سزا اجتماعی ہو گی۔ جس طرح سے قومِ ثمود کی سزا تھی جنھوں نے اللہ کے رسول سے کیے وعدے کی خلاف ورزی کی۔

اگر آپ اس غلط فہمی میں ہیں کہ مجاہدین اور جہاد کی طرف پاکستان کی پالیسی، کسی ایک سیاستدان یا فوجی جرنیل کی وجہ سے گرم اور سرد ہوتی ہے اور یہ وقت بھی بیت جائے گا تو یہ آپ کی خوش فہمی اور نادانی ہے۔ پاکستانی فوج اور حکومت اس خطے میں جہاد اور مجاہدین کے اولین دشمن ہیں، جو اپنی مکاریوں سے مجاہدین کو ایک طرف شہید کرتے ہیں تو دوسری طرف خود کو جہادی فتوحات کا مغز پیش کرتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ امریکی غلام فوج اور حکومت اپنے آقا امریکہ سے بالکل بھی مختلف نہیں ہیں۔ بس وقتی طور پر یہ لوگ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر خصوصاً آزاد کشمیر میں مجاہدین کو بے وقوف بناتے ہیں۔ لہٰذا ہوشیار ہو جائیے۔ ایک مسلمان کبھی بھی ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا۔

میرے عزیز مجاہد ساتھیو!

یہ صرف اللہ عزّوجلّ کی ذات ہے جو مجاہدین کو فتوحات دیتی ہے۔ ہمیں ہر لمحہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرنی چاہیے کہ وہ ہمیں وہ دل عطا کریں جو اس کی رحمت کو دیکھے اور دیکھنے کے بعد ہمیں عمل کی توفیق عطا کرے۔ کیا آپ لوگ نہیں دیکھ رہے کہ کیسے پوری دنیا نے افغانستان میں جہاد کو ختم کرنے کی سازش کی۔ سترہ سال سے مجاہدین کا اللہ کے سوا کوئی محافظ نہیں تھا۔ ہر ملک اس سازش میں شامل تھا اور مجاہدین پر بم برسا رہے تھے اور آج دیکھیے کیسے اللہ تعالیٰ کی نصرت واضح ہو گئی۔ آج افغانستان میں مجاہدین اور شریعت کی فتح ثابت ہے۔ اگر ہم آج بھی اس نصرت کو نہیں دیکھیں گے تو ہم اللہ کے وعدوں کا انکار کرتے ہیں۔ افغانستان میں مجاہدین کی فتح تب ہی ممکن ہوئی جب انہوں نے اپنے جہاد کو سازشوں سے محفوظ رکھا۔ کسی کو یہ حق نہیں دیا کہ جہاد کی پیٹھ میں خنجر گھونپے۔ وہ آزاد جہاد کے مجاہدین ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

کشمیر میں رہنے والے میرے محترم بھائیو!

آپ سے التجا ہے کہ مجاہدین کے لیے ہر لمحہ دُعا کریں اور جس کی جو استطاعت ہے وہ اس حساب سے جہاد کی مدد کرے۔ استطاعت کا مطلب یہ ہے کہ نوجوان جہاد کی تیاری کریں اور آزاد جہاد کی صفوں میں شامل ہو جائیں اور جو لوگ اس جہاد کے لیے اپنے آپ کو اہل نہیں سمجھتے ہیں وہ مال اور دعا سے مدد کریں اور اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ آپ کے مال پر سب سے پہلے جہاد کا حق ہے۔ یہ ذمہ داری آپ پر ہے کہ آپ مجاہدین کی مالی معاونت کریں۔ آپ سے اس بات کا پوچھا جائے گا کہ جب مجاہدین فاقہ کشی کی حالت میں تھے تو آپ نے اپنا مال، زکوٰۃ اور صدقے کہاں پر خرچ کیے۔

میرے محترم علما حضرات!

آپ اللہ کے دین کے محافظ ہے۔ آپ پر بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ دین اور مسلمانوں پر جب یلغار ہو تو اسلام کا دفاع اور مجاہدین کا دفاع کریں۔ میرے محترم علما صاحبان! جس روز اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ زبان پر تالے لگائے جائیں گے تو آپ سے پوچھا جائے گا کہ آپ نے اپنے علم کو کیسے خرچ کیا! اس بات کو یاد رکھیے کہ یہ علم آپ کے پاس امانت ہے اور اس علم کا آپ سے حساب لیا جائے گا۔

اس موقع پہ میں اسلامیانِ کشمیر کو یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ شریعت کی فضا ہماری وادی میں تب ہی آئے گی، جب ہم ہندو کفار کے ساتھ اس جہاد میں فتح یاب ہونگے۔ اللہ تعالیٰ نے فتح کا وعدہ ان سے کیا ہے جو اپنے اعمال درست کریں۔ خود کو تقویٰ گزار بنائیے اور خالص اللہ کی رضا کے لیے خود کی اصلاح کریں۔

یہ بات ذہن نشین کر لیجیے کہ محض ہندوستانی کفار کو اپنا دشمن سمجھنا کافی نہیں ہے۔ جہاں پر ان سے برأت ضروری ہے وہیں پر اسلامی طرزِ زندگی سے جڑنا بھی اتنا ہی اہم ہے۔ یہ دونوں چیزیں جب ساتھ ساتھ چلیں گی تب ہی اللہ تعالیٰ کی نصرت آئے گی اور ہم فتح سے فیض یاب ہونگے، ان شاءاللہ۔ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اس امت کا مستقبل ہیں۔ لہٰذا خود کو ہر طرح کی فحاشی سے دور رکھیے۔ نماز قائم کیجیے اور نیک اعمال کیجیے۔ گناہ ایک مسلمان کے دل پر ضرب لگاتے ہیں اور اس کی آخرت کو خراب کرتے ہیں۔ آپ کے پاس اللہ کے فضل سے ان گنت وسائل موجود ہیں، جنہیں آپ اپنی اصلاح کے لیے استعمال کریں تاکہ آپ اور آپ کے والدین کو آخرت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عظیم میں شرمسار نہ ہونا پڑے۔ یاد رکھیے جہاد کے بغیر کسی بھی دوسرے طریقے کا استعمال... چاہے وہ کینڈل مارچ (مشعل بردار ریلی) ہو یا اپنے لوگوں کی ہی گاڑیاں یاد کانیں بند کرانا یا باقی دیگر طریقے جو ہمیں زیادہ اور دشمن کو کوئی بھی نقصان نہیں پہنچاتے... یہ سب ایک سراب ہے۔ بس جہادی عملیات ہی واضح راستہ ہے ہندو کفار کو نیست و نابود کرنے کا، ان شاءاللہ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سرزمینِ پاکستان میں رہنے والے جہاد پسند بھائیو!

آپ نے ہمیشہ کشمیر کے جہاد کے لیے مال اور جانیں حاضر کی ہیں تو آج ایسا کیا ہوا کہ جب کشمیر کی بستیوں اور بیابانوں میں مسلمانوں کا خون ہو رہا ہے تو آپ لاہور اور کراچی میں نالیاں صاف کر رہے ہیں۔ اگر کل تک آپ جمہوریت کو حرام کہتے تھے تو آج ایسا کیا ہوا کہ آپ اس جمہوریت کی قسمیں کھا رہے ہیں۔ یاد رکھیے محشر کے روز آپ کا حساب آپ سے لیا جائے گا اور اس وقت آپ کے امراء آپ کی سفارش کے لیے نہیں ہوں گے۔ یہ کیسی مدد ہے کہ جب آپ کا دل چاہے اور جب آپ کو اجازت ملے تو آپ مدد کے لیے آتے ہیں اور جب آپ کا دل چاہے لیکن آپ کو اجازت نہ ملے تو آپ رُک جاتے ہیں۔ آپ سے اس بات کا حساب لیا جائے کہ اگر آپ کشمیر کے جہاد میں شامل تھے تو آپ کیوں دس دس سال تک اس جہاد کو بھول گئے۔ جہاد آپ کی مرضی سے نہیں چلتا ہے بلکہ آپ کی مرضی جہاد کے ماتحت ہونی چاہیے۔ آپ کی مرضی اور آپ کی مجبوریوں کی وجہ سے ہی کشمیر کے جہاد کے ثمرات ضائع ہو رہے ہیں۔ جب آپ نے ۲۰۰۳ میں کشمیر کے جہاد سے قدم پیچھے ہٹا لیے تو آپ نے اس جہاد کو تیس سال پیچھے کر دیا۔ یہی وہ وجہ ہے کہ پھر ایسا وقت بھی آیا جب جہادِ کشمیر گہری پستیوں میں گر پڑا اور اس جہاد کو پھر سے شروع کرنا پڑا۔

میرے محترم بھائیو!

اس بات کو سمجھیے کہ جب پاکستان کی حکومت پر زخم لگے تو یہ ایک دن میں ہندوستان سے جنگ کے لیے تیار ہو گئے اور جب کشمیر میں ہماری کسی ماں کے جگر پر زخم لگتے رہیں، جب ہمارے بہنوں کی روح پر زخم لگتے رہیں... (بقیہ صفحہ نمبر ۶۳ پر)

اب منزلِ ثبات شہادت گہِ جنوں

قاضی ابو احمد

یہ کیسی عید ہے، ہر غنچۂ گلشن فسردہ
نسیمِ صبح میں کتنی جلن ہے عید کے دن
عجب دل سوز منظر چشمِ حیراں دیکھتی ہے
فساد و ظلم میں ڈوبا وطن ہے عید کے دن

"کوئی نہیں جانتا کہ ہماری عید الاضحیٰ کیسی گزری۔ کس نے قربانی کی اور کس نے نہیں۔ کس کو گوشت ملا اور کس کو نہیں..."

"۴ اگست کی دوپہر کو تمام زمینی ٹیلی فون لائنیں بند کر دی گئیں، انٹرنیٹ کا نظام ختم ہو گیا، شام تک موبائل فون نے بھی کام کرنا چھوڑ دیا اور ۵ اگست کی صبح جب ہم اپنے گھروں سے باہر نکلے تو کشمیر کے چپے چپے پر فوج اور پولیس کھڑی تھی اور غیر اعلانیہ کرفیو نافذ کر دیا گیا تھا..."۔

"۴ اگست کا سورج طلوع ہونے سے قبل ہی ہم سب بہت خوف کی حالت میں تھے ۔کسی کو کچھ معلوم نہ تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔ مگر جو ہوا، اس کا گمان بھی نہ تھا۔ کشمیر میں مزید فوج کی تعیناتی کی خبریں مسلسل آ رہی تھیں جو کشمیر میں پہلے تعینات فوج کی موجود اضافی کمک پر مزید اضافہ تھی۔ ڈاکٹروں کے لیے خصوصی اجازت نامے تیار کیے جا رہے تھے اور انہیں ہسپتالوں میں حاضر رہنے کا حکم تھا، شہریوں کو تین ماہ کا راشن اور دوائیں وغیرہ جمع کرنے کے مشورے دیے جا رہے تھے، غیر کشمیریوں کو کشمیر سے نکل جانے کی ہدایات دی جا رہی تھیں گویا کہ غیر کشمیریوں کی حفاظت تو مطلوب ہے مگر کشمیریوں کے ساتھ جو بھی ہو اس کی کسی کو پروا نہیں......"

"رات گئے چھاپوں میں کشمیری نوجوانوں کو اٹھا لیا جاتا ہے۔ کرفیو، زمینی، برقی اور ٹیلی فون رابطوں کے خاتمے، اخبارات کی بندش کے سبب کشمیر ہی میں رہنے والے اپنے رشتہ داروں کی خیریت سے ہم بے خبر ہیں۔ ہم نہیں جانتے کس پر کیا گزری یا گزر رہی ہے..."

یہ ایک ہلکی سی جھلک ہے اس غیر انسانی سلوک کی کہ گزشتہ بائیس دن سے کشمیری مسلمان جس کا شکار ہیں۔ بی جے پی کی اسلام و مسلمان دشمن حکومت نے دوسری مرتبہ حکومت میں آتے ہی کشمیر اور کشمیری عوام پر اپنا زہر انڈیلنا شروع کیا۔ الیکشن میں کامیابی کے اگلے ہی ہفتے ذاکر موسیٰ رحمہ اللہ کی شہادت اور ابھی اس سانحے کو تین ماہ بھی نہ گزرے تھے کہ کشمیری مسلمانوں پر یہ ظلم! اسے آپ اسلام و مسلمان دشمنی نہیں کہیں گے تو کیا "بھارت کا اندرونی معاملہ" کہہ کر خاموشی اختیار کر لیں گے؟

۲۰۱۴ء کے عام الیکشن میں بی جے پی کے پارٹی منشور کا ایک حصہ یہ بھی تھا کہ ریاست جموں اور کشمیر کو بھارت میں ضم کیا جائے اور حکومت میں آنے کے بعد بی جے پی نے اس کی بھرپور کوشش بھی کی جس میں اسے آر ایس ایس اور کانگرس لیڈر کَرَن سنگھ (ولد مہاراجہ ہری سنگھ) کی حمایت حاصل تھی۔ بعد ازاں جموں و کشمیر ہائی کورٹ نے فیصلہ دیا کہ بھارتی آئین کے آرٹیکل ۳۷۰ کو منسوخ اور کالعدم قرار دیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس میں ترمیم کی جا سکتی ہے۔ یوں یہ معاملہ وقتی طور پر دب گیا۔ مگر بی جے پی کی دشمنی اندر ہی اندر پلتی رہی اور اس اقدام کے لیے منصوبہ بندی قوی تر ہوتی رہی اور پھر یکایک ہندو نے اپنی روایتی مکاری اور پیٹھ میں چھرا گھونپنے کی روایت نبھائی اور دیگر سیاسی پارٹیوں کے اتفاقِ رائے کے بغیر ہی کشمیریوں کے کچھ سوچنے سمجھنے سے قبل، آرٹیکل ۳۷۰ کو کالعدم قرار دے کر ریاست جموں و کشمیر کی امتیازی حیثیت ختم کر دی۔

پاکستان جو کئی سال قبل ہی باضابطہ طور پر کشمیر کے معاملے سے دست بردار ہو چکا تھا—جب کیانی نے اعلانیہ یہ کہا کہ ہم نے کشمیر کاز کو ترک کر دیا ہے کہ یہی ہمارے قومی مفاد میں ہے—اب فقط دنیا دکھاوے کو لکیر پیٹ رہا ہے۔ کبھی پاکستانی عوام کو جھانسہ دینے کے لیے عالمی عدالتِ انصاف کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور کبھی اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے بند کمرے کے اجلاس پر خوشی کے شادیانے بجاتا ہے مگر نتیجہ! وہی ڈھاک کے تین پات۔ سلامتی کونسل نے پہلے کبھی مسلمانوں کے لیے کچھ کیا ہے جو اب کرے گی؟ ہاں! اگر معاملہ اسرائیل کا ہو تو نہ صرف اقوام متحدہ 'فیصلے' دے سکتی ہے بلکہ ان فیصلوں کو پورے زور سے نافذ بھی کروا سکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو خود اپنا حق نہیں پہچانتا، جو اس کے لیے اٹھ کھڑا ہونے کی حوصلہ نہیں رکھتا، جسے اس سے غرض ہی نہیں کہ کشمیری مریں یا جئیں، کشمیر رہے یا بھارت میں ضم ہو جائے، جو خود کو امتِ مسلمہ سے جوڑنے کی بجائے عالمی طاقتوں کے تلوے چاٹنے کو اپنا شیوہ بنانا پسند کرتا ہے اور وفادار کتے کی مانند کبھی امریکہ اور کبھی چین کے سامنے دم ہلانا ہی اپنی نوکری سمجھتا ہے، وہ جان لے کہ

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال، آپ اپنی حالت کے بدلنے کا!

وہ مقبوضہ کشمیر جس پر جب بھارت کا صرف قبضہ تھا تو وہ اسے اپنا اٹوٹ انگ قرار دیتا تھا، اب اسی کشمیر کو بھارت نے حقیقتاً اپنا اٹوٹ انگ بنا لیا ہے اور اس کی امتیازی حیثیت ختم کر کے اس کا

انتظام وفاق کے ماتحت کر دیا ہے۔

کشمیری عوام سالہا سال سے اس دین اور اس زمین کے لیے قربانیاں دیتے چلے آرہے ہیں۔ ایک طرف اس مظلوم کشمیری عوام پر پاکستانی فوج اور ایجنسیاں مظالم ڈھاتی رہیں، دین اور نصرتِ جہاد کے نام پر ان کے جذبات اور زندگیوں کے ساتھ کھیلتی رہیں اور ان کی خیر خواہی کی آڑ میں انہی کی جہادی تحریکات کی جڑیں کاٹتی رہیں اور دوسری طرف مشرک بھارتی فوج نے کون سا ایسا ظلم ہے جو کشمیری عوام پر نہیں ڈھایا؛ گمشدگیاں، گرفتاریاں، تشدد، شہادتیں، خواتین کی آبروریزی، قیدیوں کے ساتھ فحش سلوک، چھروں والی بندوق سے عوام کی آنکھیں اور جسم چھلنی کرنا...... غرض کشمیریوں نے ہمہ جہت و ہمہ نوع ظلم برداشت کیے مگر اپنے موقف سے پیچھے نہ ہٹے۔ ان کی ان قربانیوں اور ثابت قدمی کے نتیجے میں اللہ رب العزت نے انہی کی قوم میں وہ قائدین پیدا فرمائے جنہوں نے کشمیر میں جاری آزادی کی تحریک کو جہادی تحریک کا رخ دیا اور یوں فقط زمین کے حصول کی یہ جنگ اپنے دین کے نفاذ کی جنگ بھی بن گئی۔ اور یہی وہ مقام ہے جو مشرک ہندوؤں کو کیا، نام نہاد مسلمانوں کو بھی گوارا نہیں ہے۔ یہی تو وہ جذبہ اور ولولہ ہے جس کو پاکستان اور افغانستان سمیت پوری دنیا میں کچلنے کی کوشش کی جارہی ہے اور تمام کی تمام عالمی طاقتیں اسی جذبۂ جہاد کے پیچھے پنجے جھاڑ کر اور اپنی تمام تر قوت و ٹیکنالوجی میدان میں جھونک کر پڑی ہوئی ہیں مگر اللہ رب العزت اس دین کو بہر حال غالب کر کے رہے گا:

﴿يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (سورة الصف)

"یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھا دیں، حالانکہ اللہ اپنے نور کی تکمیل کر کے رہے گا، چاہے کافروں کو یہ بات کتنی ہی بری لگے"۔

جس طرح آج اٹھارہ سالہ جنگ کے بعد امریکہ افغانستان سے بے نیلِ مرام اپنے زخم چاٹتا واپس جا رہا ہے، اسی طرح ہر محاذ پر کفار و مشرکین اور ان کے آلۂ کاروں کا یہی انجام ہونے والا ہے بشرطیکہ مسلمان، اہلِ اسلام ہونے پر فخر کرنے والے بن جائیں اور اللہ رب العزت کی ذات اور اس کے وعدوں پر کامل اعتماد کرتے ہوئے اپنے رب کے احکامات بجالانے میں ذرہ برابر تامل نہ کریں۔ جس طرح اللہ رب العزت نے نہتے افغان مجاہدین کی دو عالمی طاقتوں اور تمام تر نیٹو قوت کے مقابل مدد کی اور انہیں کامیابی سے ہمکنار کیا، وہی رب کشمیر و فلسطین کی آزادی پر بھی پوری طرح قادر ہے، مگر ہم اپنا ایمان تو پیش کرنے والے بنیں۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ امت مسلمہ کی درست سمت اور درست منہج کی طرف رہنمائی فرمائے اور ہمیں موت نہ آئے مگر ہم اپنے دین پر ثابت قدم ہوں۔

اب منزلِ ثبات شہادت گہِ جنوں

اور جادۂ حیات ہے خنجر کی تیز دھار

بقیہ: پھر بھی ہے جہاد کا یہ قافلہ رواں دواں!

جب ہمارے بھائیوں کے جسموں پر زخم لگتے رہیں تب یہ حکومت ہندوستان سے دوستی اور وفاداری کی باتیں کرتی ہے۔ ایسی کیا بات ہے کہ انہوں نے تب اپنے جہاز نہیں اُڑائے! جب آسیہ اور نیلوفر کا خون اس زمین پر گرا تھا، جب شفیان اور پلگام میں مجاہدین کی جلی لاشیں وارثین کو ملی، جب ۲۰۰۸ء، ۲۰۱۰ء اور ۲۰۱۶ء میں ہمارے بچوں کے سینے ہندوستانی گولیوں سے بھر دیے گئے۔ یاد رکھیے ان کو آپ سے کوئی محبت نہیں ہے۔ جیسے کہ میرے عزیز ساتھی ریحانؒ نے فرمایا تھا کہ ان ملکوں کا کوئی ایمان نہیں ہوتا ہے ان ملکوں کا صرف مفاد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں پاکستانی حکومت اور ہندوستان کے کافروں کی سازشوں سے محفوظ رکھیں۔

سرزمینِ ہندوستان میں رہنے والی میری مسلمان ماؤں!

مجھے آپ کے دل کا درد اور غم معلوم ہے اور مجھے یہ بھی خبر ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں سے کیا دھوکے ہوئے ہیں، کیسے آپ کو تنہا چھوڑا گیا، کیسے آپ کو کسی قوت کے بغیر رکھا گیا۔ آپ یقین مانیے کہ آپ پہ کیے گئے ہر ظلم کی نجات صرف اس بات میں ہے کہ آپ اپنے بیٹوں کو صرف جہاد کے لیے تیار کریں۔ صرف جہاد ہی ہے جس نے آپ کے آباواجداد کو عزت بخشی اور صرف جہاد ہی ہے جو آپ کو اور آپ کے بچوں کو سلامتی دے گا۔ وقت بہت کم رہ چکا ہے اور محنت بہت زیادہ ہے۔ اس سے پہلے کہ آپ کی ہر مسجد کو شہید کر دیا جائے، آپ کے گھروں میں ہر کسی کا حال پہلو خان کی طرح ہو جائے، اپنے بیٹوں کو جہاد کے میدانوں کی طرف بھیجیے۔ اسی میں آپ کی آپ کے گھر اور آپ کے دین کی حفاظت ہے۔ آخر میں ایک شہید مجاہد کی دعا کو دہرانے کی کوشش کروں گا:

"جب ربّ العالمین نے لوح محفوظ کو بند کیا اور جب یہ کائنات بنائی تو لکھ دیا کہ میری رحمت میرے غضب کے اوپر غالب ہے، قیامت کے دن میں تمہیں اسی حال میں ملوں گا کہ میری رحمت میرے غضب کے اوپر غالب ہو گی۔ ابنِ آدم اگر تیرے گناہوں نے زمین اور آسمان کے تمام احاطے کو بھر رکھا ہو بشرطیکہ تم نے میرے ساتھ شرک نہ کیا ہو اور تو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں تجھے مغفرت عطا کروں گا میں تجھے بخش دوں گا۔ یاربّ العالمین اے آسمانوں اور زمینوں کے مالک ہمارے سینوں کو کھول دیں، ہمارے دلوں کو کھول دیں، ہمیں قرآن کو صحیح معنوں میں سمجھنے کی اور پھر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمادیں، آمین۔"

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین۔

غزوۂ ہند کے سپاہی!

سری نگر سے تعلق رکھنے والے مجاہد 'فیصل اشفاق بٹ' کی آپ بیتی (بشکریہ ادارہ السّحاب برِّصغیر)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! میرا نام فیصل اشفاق بٹ ہے اور میرا تعلق مقبوضہ کشمیر کے علاقے سری نگر سے ہے۔

آج میں کچھ اپنا حالِ دِل اور اپنی جہادی زندگی کا (باذن اللہ) احوال آپ کے سامنے بیان کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے حق بات کہنے کی اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

جیسا کہ میں نے کہا، میری پیدائش جموں و کشمیر کے مرکزی شہر، سری نگر میں ہوئی اور میں وہیں پر پلا بڑھا۔ تو ہم بچپن سے کبھی کرفیو، کبھی دکانوں اور مالوں کی لوٹ مار، کبھی اپنی عزت مآب ماؤں اور بہنوں کی آبروریزی اور کبھی اپنے نوجوان حریت پسند بھائیوں اور آزادی کے متوالے اپنے بزرگوں کو لاٹھیوں سے پٹتا اور جیلوں میں جاتا دیکھ رہے تھے۔ ہندوستانی فوجی، خفیہ ایجنسیوں والے اور پولیس جس کو چاہتے، شک کی بنیاد پر اٹھا کر لے جاتے۔ ٹارچر سیلوں کی روح فرسا کہانیاں ہر جگہ عام تھیں۔

ہم پندرہ سولہ سال کے تھے اور یہ ۱۹۹۲ء کا وقت تھا کہ ہمارے دل میں اس سب ظلم و ستم اور نظام باطل کے خلاف انتقام لینے اور نظام اسلامی کی بہاریں دیکھنے کی تڑپ پیدا ہوئی، ایک ایسا نظام جس میں مظلوم کو اس کا حق دیا جائے اور ظالم کا ہاتھ روکا جائے، جہاں کوئی غم نہ دیکھے۔ لیکن اس وقت تک ہمارے سامنے کوئی واضح راستہ نہ تھا۔ پھر ہم کالج میں پڑھتے تھے اور بی ایس سی کر رہے تھے کہ ہمارے کانوں سے اس ظلم سے نجات کی اصل دعوت ٹکرائی! جو راہ واضح نہیں ہو رہی تھی وہ اس دعوت کے ملنے سے کھل گئی۔

بیان کرنے والے نے قرآنِ کریم کی یہ آیت ہمارے سامنے بیان کی:

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ○ (سورۃ النساء: ۷۵)[29]

کہا گیا تھا کہ تم کیوں نہیں لڑتے اللہ کے راستے میں ان کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کے لیے جو پکارتے ہیں کہ اے ہمارے ربّ نکال ہمیں اس بستی سے جس کے لوگ ظالم ہیں اور بنا دے ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی دوست اور بنا دے ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی مدد کرنے والا... اس آیت میں فرمایا گیا تھا کہ تم کیوں نہیں لڑتے اللہ کے راستے میں؟ بس اللہ کے راستے کے لیے سب کچھ کرنا، اسی کی خاطر جینا اور مرنا... یہ الفاظ ہمارے لیے بنیاد بن گئے، مشعلِ راہ بن گئے! نظریہ بن گئے!

ہم کیا چاہتے؟ آزادی! ہندوستان کے ظلم سے، ہندوستان کی ظالم حکومت سے آزادی! ہر نا انصافی سے آزادی! انسانوں کی غلامی سے آزادی! انسانوں کے بنائے نظاموں سے آزادی! سیکولرازم، نیشنل ازم، ڈیموکریسی، کمیونزم... ہر ازم سے آزادی!

بندوں کی غلامی سے نکل کر اللہ کی غلامی میں آنے کی آزادی! اصل آزادی تو اللہ کی غلامی ہی ہے۔ ایسی غلامی جو ہر غلامی سے آزادی دلا دے! اللہ کی غلامی، اللہ کی شریعت کی فرماں برداری۔ اسی اطاعتِ خداوندی میں نفاذِ شریعت کی محنت، جہادِ فی سبیل اللہ... جس کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہو... اللہ کے سوا کسی اور کی رضا مقصود نہ ہو۔ نہ کوئی فارن ایجنڈا (foreign agenda) ہو اور نہ ہی کسی ایجنسی کی نام نہاد 'جہاد پالیسی'۔

اللہ کے فضل سے ہمیں شروع ہی میں ایسے رفقاء اور مربیّ مل گئے جنہوں نے ہمیں اللہ کے لیے جینے اور اللہ کے لیے ہی مرنے کا نظریہ بخشا۔ مجاہدینِ کشمیر کے قائد و مربیّ شہید غازی بابا رحمہ اللہ نے ہمیں ایجنسیوں سے آزاد ہو کر، شریعت کے بتائے ہوئے رہنما اصولوں کے مطابق جہادی سٹریٹیجی، جہادی حکمتِ عملی، جہادی منصوبہ بندی اور شرعی جہادی تربیت کے مطابق جہاد کو کھڑا کرنے کی تربیت دی۔

بانڈی پورہ میں مجاہدین کا ایک مرکز تھا، جسے ہم base کہا کرتے تھے۔ اس مرکز کے امیر، استاد اور مربی غازی بابا تھے۔ یہاں ہم نے سب سے پہلے بنیادی عسکری تربیت حاصل کی اور اسی عسکری تربیت کے ساتھ غازی بابا نے ہمیں کچھ بنیادی دینی اور شرعی تعلیم بھی دی۔ غازی بابا نے ہمیں جہاد کا نظریہ سمجھایا اور جہاد کے مقاصد سے آگاہ کیا۔

اس بنیادی تربیت کے بعد ہماری تشکیل، عسکری کارروائیوں کے لیے سری نگر میں ہی کر دی گئی۔ الحمدللہ ہمیں سری نگر میں کئی کامیاب ٹارگٹ کلنگ کی کارروائیاں کرنے کا موقع ملا۔ اسی دوران ہم شہید مجاہد شاکر بخشی رحمہ اللہ کے ساتھ بھی اللہ کے فضل سے کام کرتے رہے۔

---

[29] ترجمہ: "اور (اے مسلمانو) تمہارے پاس کیا جواز ہے کہ اللہ کے راستے میں اور ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو یہ دعا کر رہے ہیں کہ: اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس بستی سے نکال لایئے جس کے باشندے ظلم توڑ رہے ہیں، اور ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی حامی پیدا کر دیجیے، اور ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی مددگار کھڑا کر دیجیے۔"

اس ابتدائی تشکیل اور پھر آئندہ کے چند سالوں کی تشکیلات میں ہم نے عسکریت، تربیت اور دعوت کا کام وادی اور اطراف میں جاری رکھا۔ غازی بابا ہمارے امیر تھے اور ہم ان کی قیادت میں یہ سب کام جاری رکھے ہوئے تھے۔ اللہ کے فضل سے مجھے غازی بابا کے ساتھ بہت قریب رہ کر کام کرنے کا موقع ملا۔ اسی قربت نے ان کی شخصیت اور ان کے نظریات کو بہتر طور پر سمجھنے کا بھی موقع دیا۔

ٹارگٹ کلنگ کی کارروائیاں ہوں یا دیگر عسکری کارروائیاں، ان سب میں ہدف کے چناؤ کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ جس نظریے اور منہج سے واقفیت ہمیں دس سال بعد باقاعدہ طور پر القاعدہ میں شامل ہو کر ہوئی، غازی بابا ۹۰ کی دہائی کے وسط میں، مجاہدینِ کشمیر کو وہ نظریہ دے رہے تھے۔

غازی بابا جنہوں نے وادی میں 8 سال سے زائد کام کیا فرمایا کرتے کہ الكفر ملة واحده، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف عالَمِ کفر ایک متحد ملت ہے اور امریکہ ان کا سب سے بڑا سرغنہ ہے۔ لہٰذا کشمیر کی آزادی اور مسلمانوں کو ان کا حق ملنے کے معاملے میں ان سب سے کوئی امید ان کو نہیں تھی۔ بلکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ دنیا بھر کے اندر مسلمانوں پہ مظالم میں یہی ذمہ دار ہے انہی کا سب سے بڑا ہاتھ ہے لہٰذا جو کچھ بھی کرنا ہے وہ امت مسلمہ اور مجاہدین خود کریں، یہی وجہ ہے کہ جب نائن الیون کی مبارک کارروائی ہوئی تو غازی بابا بہت زیادہ خوش ہوئے۔

غازی بابا فرماتے کہ ہندوستان کے اصل چلانے والے برہمن اور ان برہمنوں کی قیادت میں حکومت...لوک سبھا اور راجیا سبھا میں بیٹھے صاحبِ اختیار افراد کو نشانہ بنایا جائے۔ جرنیلوں کو نشانہ بنایا جائے، فوج کے بڑے بڑے افسروں اور پولیس کے سینئر افسروں کو ہدف بنایا جائے۔ القاعدہ کے نظریے کو سمجھنے اور القاعدہ میں شامل ہو جانے کے بعد ہمیں غازی بابا بہت یاد آئے۔ آج بھی مجاہدینِ کشمیر بالخصوص اور برصغیر کے مجاہدین کے لیے غازی بابا کا طریقہ لائقِ پیروی ہے۔

مجاہدینِ کشمیر اپنی مسلمان عوام کی حمایت اور نصرت کے ساتھ اپنا جہاد جاری رکھے ہوئے تھے کہ سنہ ۹۸–۹۹ء میں مجاہدین کے درمیان اندرونی اختلافات پیدا ہونا شروع ہو گئے۔ تنظیمیں ٹوٹنے لگیں اور نئی تنظیمیں بننے لگیں۔ بدقسمتی سے مسلکی بنیادوں پر بھی تنظیموں کو کھڑا کیا جانے لگا۔ ان سب اختلافات کے پیچھے بنیادی کردار پاکستانی خفیہ ایجنسیوں کا تھا۔ ایجنسیوں نے اپنے مفادات کی خاطر ان میں پھوٹ ڈلوائی، ان ایجنسیوں کے مقاصد کا ذکر ہم ذرا دیر میں کریں گے۔

یہ اختلافات اپنے زور پر تھے اور ہم بھی اس سب کے سبب پریشان تھے۔ اس زمانے میں حالات کے سبب ہمارے اور غازی بابا کے درمیان لمبے اور مشکل سفر اور سکیورٹی مسائل حائل ہو گئے اور ہماری ملاقاتوں کی کوئی سبیل نہ رہی۔ ۹۰ء کی دہائی کے آخر میں ہمیں ایک اور تنظیم کے لوگ ملے اور ان سے ہماری تربیت اور تعلیم کے حوالے سے بات ہوئی اور جہاد کو عسکری اور سٹریٹیجی کے اعتبار سے بہتر کرنے کی غرض سے فنون سیکھنے کے لیے ہم نے پاکستان جانے کا ارادہ کیا۔ پھر ہمارے ذہنوں میں یہ بات تھی کہ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے تو اس کی طرف ہجرت کرنی چاہیے۔ انہی اسباب سے کافی کوشش کے بعد سنہ 2001ء میں، مَیں نے دیگر ساتھیوں کے ساتھ پاکستان ہجرت کر لی۔ لیکن یہاں پہنچتے ہی مجھ پر جہادِ کشمیر کی معاون فوج اور آئی ایس آئی کی حقیقتِ حال واضح ہونے لگی اور یہاں کتنا اسلام نافذ تھا یہ بھی نظر آ گیا۔

پانچ دن اور پانچ راتیں مستقل، شدید سردی میں، چھ چھ فٹ برف سے ڈھکے سخت پہاڑوں پر پیدل سفر کر کے ہم ایل او سی پر پہنچے۔ جس تنظیم سے ہم وابستہ ہوئے تھے، اس تنظیم نے ہمارے لیے ایک guide یعنی رہبر کا انتظام کیا تھا۔ بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ یہ گائیڈ اکثر پاکستانی ایجنسیوں کے لوگ ہوتے ہیں جو پیسوں پر کام کرتے ہیں اور جہاد سے انہیں کوئی ہمدردی نہیں ہوتی۔ یہ گائیڈ مجاہدین کو راستے میں اس طرح ہانکتے ہیں جس طرح بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کو ہانکا جاتا ہے۔ ان کے ہاتھ میں ڈنڈے ہوتے ہیں اور یہ ہجرت کرنے والے مجاہدین پر ڈنڈے برساتے ہوئے جاتے ہیں۔ ہاں گائیڈز کی ایک قلیل تعداد مخلص مجاہدین پر بھی مبنی ہوتی ہے جو مجاہدین سے انسانی سلوک ہی کرتے ہیں۔

کشمیر سے پاکستان ہجرت کر کے آنے والے ہزاروں مجاہدین ایجنسیوں کے گائیڈوں اور ان فوجی معاونین کی حقیقت جانتے ہیں اور اس حیوانی سلوک کے گواہ ہیں۔ گائیڈوں کے ڈنڈے کھانے والے، بعض ظالم گائیڈوں کے ہاتھوں ذبح ہو کر شہید ہو جانے والے اور برف میں یوں جسموں کے ٹھنڈے ہو جانے والے مظلومین کل قیامت کے دن ان نام نہاد محسنوں کے گریبان پکڑے ہوئے ہوں گے۔

ہم چھ ساتھی جو یہاں پہنچے تھے تو ان کی بھی حالت یہ تھی کہ پاؤں کے تلووں میں ٹھنڈ کے سبب جان نہیں تھی، کسی کی ایڑی برف سے جل چکی تھی اور کسی کی انگلیاں نہیں تھیں اور خود میں نے جب اپنا بوٹ اتارا تو پاؤں کی انگلیاں تو تھیں مگر ناخن نہ تھے یوں ہم کافی عرصے تک زیرِ علاج رہے۔

اس کے علاوہ چھ مجاہدین پر مبنی ایک اور مجاہدین کے گروپ کی یہاں پہنچنے کی کہانی یہ تھی کہ گائیڈ اس گروپ کو کئی دن اور کئی رات کا سفر کروا کر بارڈر جب پار کرا چکا تو اس نے انہیں بتایا کہ سامنے پاکستانی فوج کی چیک پوسٹ ہے اور وہ بارڈر پار کر چکے ہیں۔ یہ سنتے ہی خوشی کے مارے ایک ساتھی جو پاکستانی تھا اور جہاد کی غرض سے کشمیر گیا تھا اور اب واپس لوٹ رہا تھا وہیں برف میں لیٹ گیا کہ اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔ باقی ساتھی چیک پوسٹ میں پہنچے۔ وہاں پاکستان آرمی کا ایک میجر تھا اور اس نے کہا کہ جلدی جلدی کاغذوں میں اندراج کرواؤ کہ تم کتنے لوگ ہو اور کون کون ہو۔ ان ساتھیوں نے تعارف کروایا اور بتایا کہ ہم کل چھ ساتھی ہیں۔ اس نے کہا تم تو پانچ ہو، چھٹا کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ وہ پاکستان پہنچنے کی خوشی میں وہیں برف پر لیٹ گیا ہے۔ اس پر میجر نے بغیر کسی انسانی جذبات کے کہا کہ وہ تو مر گیا ہو گا اور اپنے ایک ماتحت کو

آرڈر کیا کہ اس کی لاش اٹھا کر لاؤ۔ جب وہ ماتحت اور اس کے ساتھی واپس آئے تو یہ مہاجر مجاہد واقعی شہید ہو چکا تھا اور اس کی لاش ہی اندر آئی تھی۔ دراصل سردی شدید ترین تھی اور درجۂ حرارت منفی بیس کے قریب محسوس ہوتا تھا۔ ان ساتھیوں کا جسم پیدل چل کر آنے کے سبب گرم تھا اور اس بھائی کے فوراً برف پر لیٹ جانے کے سبب ان کا جسم بالکل ٹھنڈا ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس بھائی پر رحم فرمائیں اور شہداء کے ساتھ اس کا معاملہ فرمائیں۔

ابتدائی تجربات سے ہی ہم پر جہادِ کشمیر کے نام نہاد معاونین کی حقیقت واضح ہو گئی۔

مجھے اب سمجھ میں آنا شروع ہوا کہ غازی بابا کیوں پاکستان کی ایجنسیوں کے خلاف تھے اور اسی وجہ سے وہ کشمیر میں ہی معسکرات چلاتے تھے وہیں عسکری تربیت دیتے تھے، چاہے یہ عسکری تربیت وسائل اور مہارتوں کے اعتبار سے کم ہی کیوں نہ ہوتی۔ جو ساتھی غازی بابا کو جانتے ہیں اور جو اب بھی حیات ہیں وہ اس بات کی گواہی دیں گے کہ غازی بابا ایجنسیوں سے بیزار تھے، پھر ہمارے شہید بھائی افضل گورو نے بھی اپنی کتاب ’آئینہ‘ میں جابجا اس کا ذکر کیا ہے۔

بہر کیف ہم یہاں آنے کے بعد ایک پیچ کی کیفیت میں پھنس گئے تھے اور اللہ سے دعا مانگا کرتے تھے کہ وہ ہمارے لیے راستے کھول دے۔ اور ہماری یہ دعائیں قبول بھی ہوئیں، الحمدللہ۔

بلاشبہ ان تنظیموں میں تب بھی اور اب بھی بڑی تعداد مخلصین کی ہے۔ ایسے مخلصین جو ان مکار ایجنسیوں کو اسلام کے لیے کوشش کرنے والا سمجھتے ہیں۔ اگر ان مخلص مجاہدین کی بات کی جائے تو یہ حضرات ایجنسیوں کے سامنے مجبور ہیں۔ ایجنسیوں نے ان کو گھیر رکھا ہے، ان کو پھنسا رکھا ہے ہم نے ان تنظیموں کو ایجنسیوں کے ہاتھوں یرغمال دیکھا ہے، ان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ میں خود اس بات کا گواہ ہوں بلکہ شریکِ کار تھا کہ سنہ ۲۰۰۵ میں جب ہم پاکستان میں تھے اور یہاں کی ایک کشمیر میں کام کرنے والی تنظیم کے ساتھ تھے تو ہم نے غازی بابا والے اہداف پر کام کرنا چاہا... سب کچھ تیار تھا، پوری ترتیب، پوری setting ہو چکی تھی، اسلحہ تک پہنچا دیا گیا تھا لیکن... عین آخری وقت میں ہمیں یہاں تنظیم کے ذمہ داران نے کہا کہ یہ کام ہم نہیں کرنے دے سکتے، ایجنسیوں کی طرف سے اس کی اجازت نہیں ملے گی کیونکہ اس کارروائی سے ہمارے ملک کی سیاسی حالت خراب ہو جائے گی اور وہ کہیں گے کہ اس سے پاکستان میں مسائل پیدا ہوں گے۔ ایجنسیوں کے نزدیک ہدفِ جہاد اعلائے کلمۃ اللہ اور قاتلوا أئمة الكفر[30] کے بجائے ملکی مفاد، فارن پالیسی ہے۔

جب کہ ہم دیکھتے ہیں افضل گورو اور غازی بابا جیسے مجاہدوں کے نمایاں اہداف میں سے ایک ہدف انڈین پارلیمنٹ تھا۔ اس میں بھی اسی حکمتِ عملی کو ملحوظ رکھتے ہوئے بطورِ ہدف چنا گیا جس کے متعلق ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔ میں اس وقت ان کے ساتھ تو نہ تھا، لیکن جتنا قریب سے میں غازی بابا کو جانتا ہوں تو میرا یہ تجزیہ ہے، میرا اندازہ ہے کہ اس کارروائی میں پہلے خیال سے لے کر ہدف کو نشانہ بنانے تک ان دو عظیم مجاہدوں نے ایجنسیوں سے کچھ بھی مدد نہیں لی اور نہ ہی ان کو اس کی خبر ہونے دی۔ ورنہ شاید یہی پاکستانی ایجنسیاں اور ان کے نام نہاد محسن اس کارروائی کو ناکام بنوا دیتے۔ آپ دیکھیے کہ انڈین پارلیمنٹ پر حملے میں کون کون ہدف تھا؟ چند چیدہ چیدہ ناموں میں، اس وقت مسلمانوں کا بدترین دشمن ہوم منسٹر ایل کے ایڈوانی، وزیرِ دفاع ہرین پاٹھک، انڈین نائب صدر کرِشن کانت جیسے لوگ شامل تھے اور یہ سب لوگ اس وقت انڈین پارلیمنٹ کے اندر ہی موجود تھے!

ہم نے عملاً تجربہ کیا۔ کشمیر میں ہم سنتے تھے کہ کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے اور ہم ایجنسیوں کو جہاد کا انصار و مددگار جانتے تھے، لیکن یہاں پاکستان آ کر ہمیں براہِ راست تعامل پر معلوم ہوا کہ یہ صرف جرنیلوں کے بین الاقوامی دوروں، بینک بیلنسوں اور strategic depth کی پالیسی ہے، کوئی جہاد نہیں ہے۔

ایجنسیاں بالکل اسی طرح کشمیری جہادی تنظیموں کو استعمال کرنا چاہتی ہیں اور کر رہی ہیں جیسے اپنے جرائم اور کالے کرتوت چھپانے کے لیے اس فوجی اسٹیبلشمنٹ نے اس وقت کے مشرقی پاکستان اور بعد کے بنگلہ دیش میں ... ۱۹۷۱ میں اہلِ دین کی جہادی تنظیموں کو استعمال کیا، اور وہاں کے اہلِ دین آج تک اس کا ساتھ دینے کا خمیازہ بھگت رہے ہیں اور پھانسیوں پر چڑھ رہے ہیں۔ خود اس اسٹیبلشمنٹ نے وقت آنے پر ۹۰ ہزار فوج ہونے کے باوجود ہتھیار ڈال دیے۔

پاکستانی اسٹیبلشمنٹ کے کچھ اپنے مقاصد ہیں، فارن ایجنڈا ہے، ہندوستان پر پریشر رکھنا چاہتی ہے، ایک گیم ہے، پالیسی کا حصہ ہے۔ اس طرح کے مقاصد کے حصول کے لیے ان کو ہیومن ریسورس کی ضرورت ہے، فُٹ سولجرز چاہییں۔ اس سب کے لیے انہوں نے ایک ایسے کاز کا سہارا لیا جس پر امتِ مسلمہ کے غیور نوجوانوں کو استعمال کیا جا سکے۔ ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ اللہ ان ایجنسیوں کے مکر کا پردہ فاش کریں اور ہمارے ان تنظیموں میں موجود مجاہد بھائیوں کے لیے آسانیاں کریں اور راہیں کھول دیں اور ہمیں اور انہیں اکٹھا فرما دیں۔

میں کہتا ہوں کہ جرنیلوں کی سازشوں سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ ان جرنیلوں کا مقصود اپنے مفادات کی آبیاری ہے۔ ان کو اگر جہاد میں مفاد نظر آئے تو یہ ایل او سی کھول دیتے ہیں اسلحہ، بارود، افراد سب کا آنا جانا legal ہو جاتا ہے۔

میں مثال کے طور پر ایک خائن اور غدار جرنیل... پرویز مشرف ہی کی مثال پیش کرتا ہوں۔ کارگل کی جنگ میں سیاچن جیسے دنیا کے سخت ترین محاذ پر مجاہدین کو فٹ سولجر بنایا، جنگ کی حکمتِ عملی غلط تھی، تو ان مجاہدین کو بے آسرا چھوڑ دیا۔ زبان سے پھر بھی ان مجاہدین کی حمایت کرتا رہا۔ پھر اسی نے یوٹرن لیا اور کل کے مجاہد، دہشت گرد قرار دے دیے گئے۔ پھر تقریباً دس سال جب مزید گزر گئے تو یہی پرویز مشرف ایک بار پھر انہی مجاہدین کو فریڈم فائٹر کہتا

[30] کفر کے اماموں / قیادت کے خلاف جنگ کرو۔

دکھائی دیا۔ بلکہ دو تین سال پہلے بی بی سی کو ایک انٹرویو میں اس نے بعض تنظیموں کا نام لے کر کہا کہ وہ جہادی ہیں، میں ان کا حامی ہوں، یہ فریڈم فائٹر ہیں اور یہ جہادی تنظیمیں ہماری بہترین این جی اوز ہیں۔ ان جرنیلوں کے ہاں کوئی چیز اہم ہے تو بس اپنا مفاد اور اپنا اقتدار۔

سابق آرمی چیف جنرل اشفاق پرویز کیانی فوجی افسروں کے درمیان گفتگو میں کہتا ہے:

"نائن الیون کے واقعے نے مکمل طور پر کئی پیمانوں (equations) کو یا تو بدل دیا ہے یا انہیں دوسری شکل دے دی ہے۔ ہم نائن الیون سے قبل اور اس کے بعد کے معاملات کو پرکھنے کے لیے ایک ہی انداز کا فہم نہیں رکھ سکتے۔ جسے نائن الیون سے پہلے "جدوجہدِ آزادی" کہتے تھے، نائن الیون کے بعد اسے کچھ اور کہتے ہیں (دہشت گردی)! ہم اب بھی یہی سمجھتے ہیں کہ کشمیر میں جاری جدوجہدِ آزادی... آزادی کی جدوجہد ہے۔ لیکن اگر آپ کو کسی کی حمایت حاصل نہ ہو تو آپ کو حالات کے مطابق بدلنا، موافق ہونا پڑتا ہے۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی جھجک نہیں ہے کہ ہم نے کشمیر کی جدوجہدِ آزادی کو تنہا کیا ہے کیونکہ یہ ہمارے 'قومی مفاد' میں ہے!"

جنرل کیانی کہتا ہے کہ ہم نے کشمیر جہاد کو abandon کیا ہے... تنہا کیا۔ چھوڑ دیا ہے! کیوں؟ اس لیے کہ اب وہاں مفاد وابستہ نہیں رہا!

اس جہاد کے سچے خیر خواہ یہ جرنیل اور آئی ایس آئی کے کوئی میجر حمزہ، کوئی بریگیڈیئر ریاض یا ان جیسے جعلی نام نہیں بلکہ غازی بابا، بھائی افضل گورو، کمانڈر الیاس کشمیری، انجنیئر احسن عزیز اور کمانڈر برہان مظفر وانی جیسے مجاہد ہیں۔

سچی بات یہ ہے کہ جہادِ کشمیر کے لیے خیر خواہ افراد اور زرخیز فضائیں یہاں افغانستان کی فضائیں ہیں، یہاں موجود امارتِ اسلامیہ کی قیادت میں مصروفِ جہاد جماعتوں میں القاعدہ برِّ صغیر ہے۔ غازی بابا، افضل گورو اور برہان وانی کے نظریے کی امین یہ جماعت ہے جس کی آبیاری کشمیر اور پھر افغانستان میں لڑنے والے شیخ الیاس کشمیری، شیخ احسن عزیز، کماندان بدر منصور، شیخ حاجی ولی اللہ، قاری عمران، مولانا سعید اللہ، کماندان افضل، کماندان خرم سعید کیانی، رانا عمیر افضال[31] اور ان جیسے کئی دیگر مجاہدین کے لہونے کی ہے۔ پس غازی بابا اور افضل گورو جیسے عظیم مجاہدین کی تربیت اور نظریہ ہمیں القاعدہ میں لے آیا، وللہ الحمد۔

ہم یہاں کے مجاہدین میں عموماً اور قائدینِ جہاد میں خصوصاً کشمیر کی آزادی اور وہاں شریعت کے نفاذ کی تڑپ دیکھتے ہیں۔ مجاہدین یہاں اپنے کشمیری بھائیوں سے ملنے کو بے چین ہیں اور عنقریب وہ کشمیر میں اپنے بھائیوں کے ہم رکاب ہوں گے۔ کشمیری مورچوں میں بیٹھ کر وہاں کے ظالم برہمن اور وہاں کی ظالم فوج اور پولیس کو نشانہ بنائیں۔ وہاں کی دھواں دھواں فضاؤں کو ایک بار پھر خوش گوار بنائیں۔ نفاذِ شریعت کی مبارک محنت کا پرچم وہاں بلند ہو۔ وہاں کسی بیٹی، ماں اور بہن کی عزت کو لوٹنے کے لیے کوئی ناپاک ہندو آگے نہ بڑھے، کسی عزت دار خاتون کے دوپٹے پر سنگینوں کا وار نہ ہو! یہاں کے مجاہدین وہاں کی جھیل ڈل میں پھر کسی کشمیری مسلمان کی لاش کو تیرتا نہیں دیکھنا چاہتے۔ یہاں مجاہدین اپنے مظلوم مسلمان تاجروں سے ہندو بنیے کے ہاتھوں لوٹ کھسوٹ کا بازار بند کرنا چاہتے ہیں۔

مجاہدینِ اسلام کشمیر اور برِّ صغیر، پیر پنجال کی چوٹیوں، لاہور کے شاہی قلعے اور دِلّی کے لال قلعے میں اسلامی علَم کو ایک بار پھر لہرانے کے لیے، غزوۂ ہند لڑنے والا مبارک لشکر بن کر روانہ ہو چکے ہیں!

وصلی اللہ علی النبی وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربِّ العالمین۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میں بھارتی حکومت کو چند لفظوں پر مشتمل یہ مختصر سا پیغام دینا چاہوں گا کہ جان رکھو! مجاہدین تمہیں پاکستان میں بسنے والے مسلمانوں اور ان کی سرزمین پر چڑھائی ہرگز نہ کرنے دیں گے۔ اور اگر تم نے یہ غلطی کر ہی لی تو، اللہ کے حکم سے، تمہیں اس کی بہت بھاری قیمت چکانا پڑے گی اور بالآخر ندامت ہی تمہارا مقدر بنے گی۔ ایسی صورت میں ہم تمام امتِ مسلمہ کے مجاہدین اور فدائیوں کو تمہارے مقابل لا کھڑا کریں گے اور ہر جگہ تمہارے اقتصادی مراکز کو نشانہ بنائیں گے یہاں تک کہ تمہارا سارا نظام زمیں بوس ہو جائے اور تم مفلس ہو کر رہ جاؤ، جیسا کہ آج امریکہ ہو چکا ہے۔ ان شاء اللہ ہمارے ہاتھوں تمہیں کرب و اذیت کے سوا کچھ نہ ملے گا۔

شیخ مصطفیٰ ابو الیزید رحمہ اللہ

[31] میادینِ جہاد میں موجود مجاہدین رانا عمیر افضال رحمہ اللہ کو 'شیخ مصطفیٰ عبد الکریم'، 'حسین' اور 'مزمّل' کے رمزی ناموں سے جانتے ہیں۔

سلامتی کونسل اجلاس کا جشن کب تک

وسعت اللہ خان

وسعت اللہ خان ایک سیکولر شناخت و نظریہ رکھنے والا، برطانوی نشریاتی ادارے بی بی سی سے وابستہ ایک صحافی ہے۔ اس کے زیرِ نظر مضمون پر حدیثِ نبوی ﷺ کا وہ جزو صائب تبصرہ ہو گا کہ ''صدق وھو کذوب''۔ وسعت اللہ خان کی ساری زندگی اور صحافت ایک طرف لیکن اس مضمون میں اس نے پاکستانی حکومت کے مسئلۂ کشمیر پر حالیہ موقف کی بابت لکھا ہے اور پاکستانی حکومت و اسٹیبلشمنٹ کی اصل کیفیت بیان کی ہے۔ (ادارہ)

پاکستان کی تشفی کے اعتبار سے مسئلۂ کشمیر دو صورتوں میں ہی حل ہو سکتا ہے:

- یا تو کشمیری مزاحمت انڈیا کو سیاسی و اقتصادی طور پر اتنی مہنگی پڑ جائے کہ وہ کسی بھی آبرو بچاؤ فارمولے کے سہارے کشمیر کی جان چھوڑ دے۔
- دوسرا طریقہ یہ ہے کہ بین الاقوامی سفارتی و اقتصادی دباؤ انڈیا کے لیے اتنا ناقابلِ برداشت ہو جائے کہ وہ بدنامی اور دنیا سے کٹ جانے کے امکان کی تاب نہ لا سکے اور کشمیر کے کسی سہہ طرفہ حل پر آمادہ ہو جائے۔

پاکستان کا خیال ہے کہ اقوامِ متحدہ کی قراردادیں آج بھی اس مسئلے کے حل میں معاون ثابت ہو سکتی ہیں۔ مگر کیا کیا جائے کہ کشمیر کے بارے میں سلامتی کونسل کی تمام قراردادیں اقوامِ متحدہ کے چارٹر کے باب ششم کے تحت منظور کی گئی ہیں۔

ان کی نوعیت محض اخلاقی و سفارشی ہے۔ اگر کوئی فریق ان قراردادوں پر عمل نہیں کرتا تو اس کے خلاف اقوامِ متحدہ کوئی ٹھوس تادیبی کارروائی نہیں کر سکتا۔ اسرائیل کے خلاف منظور کی جانے والی قراردادوں کی نوعیت بھی ایسی ہی ہے۔

اگر یہی قراردادیں اقوامِ متحدہ کے چارٹر کے باب ہفتم کے تحت منظور ہوتیں تو پھر ان پر عمل درآمد کے لیے سلامتی کونسل رکن ممالک کو اقتصادی و عسکری طاقت کے استعمال کا حکم بھی دے سکتی تھی۔ جیسا کہ سنہ ۱۹۵۰ء کی جنگ کوریا اور پھر کویت پر سے عراقی قبضہ چھڑوانے والی قراردادوں کے نتیجے میں ہوا۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ پاکستان کے دوست یا برادر ممالک کھل کے پاکستان کا ساتھ دیں بھلے کوئی بھی قیمت ادا کرنا پڑے۔ مگر پاکستان نہ تو امریکہ ہے اور نہ چین کہ اپنی بے پناہ اقتصادی و سیاسی اہمیت یا دباؤ کے بل پر زیادہ سے زیادہ ممالک کو اپنے موقف کی چھتری تلے اکٹھا کر سکے۔ کل اور بات تھی لیکن آج برادر سعودی عرب کیوں کشمیر پر پاکستان کی واضح حمایت کرے جبکہ پاکستان تو تیل بھی ادھار لیتا ہے۔ اس کے برعکس انڈیا اٹھائیس ارب ڈالر سالانہ کا سعودی تیل خریدتا ہے۔

سعودی ولی عہد محمد بن سلمان اگلے دو برس میں انڈیا میں سو (۱۰۰) ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کا ارادہ رکھتے ہیں۔ کشمیر کی خصوصی حیثیت کے خاتمے کے فوراً بعد سعودی تیل کمپنی آرامکو انڈین کمپنی ریلائنس کے پٹرولیم کاروبار میں ۲۰ فیصد کی پارٹنر بن گئی۔

برادر متحدہ عرب امارات نے بھی پاکستان کو تین ارب ڈالر کا ڈپازٹ توازنِ ادائیگی بہتر بنانے کے نام پر دیا ہے جبکہ انڈیا سے اماراتی تجارت کا حجم ۵۰ ارب ڈالر اور امارات میں انڈین سرمایہ کاری کا حجم ۵۵ ارب ڈالر ہے۔ اسی لیے جب عرب امارات کہتا ہے کہ کشمیر انڈیا کا اندرونی معاملہ ہے تو حیرت کیوں؟

سلامتی کونسل کے مستقل رکن چین کی انڈیا کے ساتھ کی تجارت کا حجم سو (۱۰۰) ارب ڈالر ہے۔ چین کیوں انڈیا سے کھلی محاذ آرائی چاہے گا؟ چین نے اپنے زیرِ دعویٰ لداخ کی حیثیت میں تبدیلی کا تو سخت بُرا منایا ہے مگر کشمیر کی بابت پاکستان اور انڈیا پر زور دیا ہے کہ وہ دو طرفہ بنیاد پر مسئلے کا پُرامن حل نکالیں۔

سلامتی کونسل کا مستقل رکن روس آج بھی انڈیا کو سب سے زیادہ اسلحہ فروخت کرتا ہے اور اگلے برس وہ پانچ ارب ڈالر کی مالیت کا ایس فور ہنڈرڈ (S400) میزائیل سسٹم فراہم کر دے گا۔ روس نے بھی یہی سمجھایا ہے کہ دونوں ملک تحمل سے کام لیں۔

انڈیا کو رفال طیارے بیچنے والے سلامتی کونسل کے ایک اور مستقل رکن فرانس اور ایک اور مستقل رکن برطانیہ نے بھی روس والی لائن دہرائی ہے۔

صدر ٹرمپ کا پانچ اگست کے بعد سے کشمیر پر کیا موقف ہے۔ کوئی جانتا ہو تو ہمیں بھی بتائے۔

جہاں تک سلامتی کونسل کے دس غیر منتخب ارکان کا معاملہ ہے تو جرمنی، جنوبی افریقہ، کویت اور انڈونیشیا سمیت کسی بھی رکن نے اجلاس سے باہر آ کے کیا ایک لفظ بھی منہ سے نکالا؟

اگر تو مسئلۂ کشمیر پر سلامتی کونسل کا پچاس پچپن برس بعد ڈیڑھ گھنٹے کا بنا کسی نئی قرارداد بند کمرے کا اجلاس ہی تاریخی کامیابی ہے تو پھر تو پاکستان جیت گیا۔

اب اس جیت کا جشن کب تک منانا ہے اور اس کے بعد کیا کرنا ہے؟ اپنے بل پر ٹرک روکنا ہے یا ٹرک کی بتی کا تعاقب جاری رکھنا ہے؟

جن سے وعدہ ہے مر کر بھی جو نہ مریں...

وَعَجِلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَى

اسامہ شہید رحمہ اللہ کی سوانح حیات بزبان ابو اسامہ (والد) عفی اللہ عنہ

ابتدائی معلومات

- نام: اسامہ۔
- جہادی نام: اسید۔
- تاریخ پیدائش: 6 اکتوبر 2000ء۔
- تاریخِ شہادت: 20 جنوری 2018ء۔
- جائے ولادت: پاکستان۔
- جائے شہادت: افغانستان۔
- عمر: 17 سال اور ساڑھے 3 ماہ۔

لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ

میرا بیٹا اکتوبر 2000 میں پیدا ہوا۔ نام اس کی امی نے اسامہ رکھا۔ اور یقیناً اس وقت میرے ذہن میں نام کی نسبت حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے تھی۔ حِبُّ حِبِّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب، یار سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے کے چہیتے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس تعلق کے ساتھ ساتھ ان کی دوسری نمایاں خصوصیت انہی کے نام کا لشکر ہے "جیش اسامہ" جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انتقال سے کچھ عرصے قبل رومیوں کے مقابلے کے لیے تیار کر رکھا تھا اور 18 سالہ نوجوان حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اس کا امیر مقرر کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سخت ترین حالات میں اس لشکر کو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ ہی کی قیادت میں روانہ کیا۔

یہ محض اتفاق تھا کہ اس کی پیدائش کے اگلے سال ہی شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کے لشکر نے جدید رومیوں پر گیارہ ستمبر کا حملہ کیا۔ اس حملے کے بعد دنیائے اسلام میں بہت سے لوگوں نے اپنے بچوں کا نام اسامہ رکھا۔ کئی لوگوں کو میرے بچے کے بارے میں بھی یہ مغالطہ ہوتا تھا کہ میں نے اسی نسبت سے رکھا۔ لیکن میں تصحیح کرتا کہ نہیں، میں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی نسبت سے رکھا ہے۔ چاہے شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کتنی ہی قابلِ قدر ہستی ہوں لیکن کسی صحابی کے سامنے اللہ کا کوئی ولی کیسے مقابلہ کر سکتا ہے۔ اس وقت میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ میرا بیٹا اسامہ سنتِ اسامہ رضی اللہ عنہ کی پیروی میں شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کے لشکر کا ایک سپاہی بن کر سرزمینِ افغانستان پر امریکہ کی شکل میں جدید رومیوں سے لڑتے ہوئے شہید ہو گا۔ یہ محض اللہ کا کرم ہے۔

بچپن اور اسکول کے دوست

لوگ کہتے ہیں کہ پہلی اولاد کو زیادہ توجہ ملتی ہے۔ اور ہر اگلے پر توجہ کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ ایک لحاظ سے یہ بات صحیح ہے۔ ظاہر ہے کہ ماں باپ کے سامنے ایک ہی بچہ ہو تو وہی تمام توجہ کا مرکز ہو گا۔ دوسے توجہ بٹ جائے گی۔ اور بڑی اولاد پر اس زائد توجہ کے سبب والدین کے بعد ذمہ داری بھی زیادہ ہوتی ہے۔ والدین کے بڑھاپے میں وہی والدین سمیت چھوٹے بھائی بہنوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ نظام زندگی اسی طرح چلتا ہے۔

اسامہ کے تمام کزن لڑکے اس سے عمر میں بڑے تھے یا چھوٹے۔ جب بڑوں سے اس کی نہ بن سکی اور ہوتا بھی اسی طرح ہے، تو اس نے اپنے چھوٹوں سے دوستی بنائی۔ اور اس میں بھی اس کو صرف چھوٹے چچا کا بیٹا ملا کیونکہ باقی اس سے دور رہتے تھے۔

جب اسامہ سرزمین جہاد میں ہجرت کر کے آیا تو چھٹی جماعت کا طالبِ علم تھا۔ اسکول کے بارے میں اس کے انتہائی منفی تاثرات تھے۔ ایک دفعہ تو رویا بھی یہ کہتے ہوئے کہ "کاش میں سکول نہ گیا ہوتا اور ایسے دوستوں اور ماحول سے واسطہ نہ پڑا ہوتا جو محض گناہ پر ابھارتا ہے"۔ اور اس عرصے میں وہ والد کی سرپرستی سے بھی محروم رہا۔

ہجرت

ہجرت کے وقت اس کی عمر 11 سال تھی۔ یہاں آکر اسے کئی خوشیاں نصیب ہوئیں۔ ایک ابو کا ملنا۔ ایک اپنے ہم عمر دوستوں کا ملنا۔ ایک اسکول کے برے ماحول سے خلاصی۔ اور سب سے بڑھ کر امت کے غم اور جہاد کی عظیم عبادت کے ساتھ جڑنا۔

بیماریاں

لیکن یہ تمام خوشیاں مسلسل نہ رہیں۔ جیسے اللہ کو منظور ہو۔ ہوا یوں کہ یہاں رہتے ہوئے اسے دل کی تکلیف شروع ہو گئی۔ تکلیف سر درد اور سینے میں دباؤ کی صورت میں ظاہر ہوتی تھی۔ اور یہاں تک پہنچی کہ کبھی کبھار بے ہوش ہو کر گر پڑتا۔ کہتا تھا کہ ابو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کسی نے دل پر مارا ہے جس کے بعد آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا آجاتا ہے اور مجھے پتہ نہیں چلتا کیا کروں۔ پھر مزید آزمائش یہ کہ اسے اپنڈکس کا سخت درد ہوا اور ساتھ ہی ساتھ سوزشِ جگر (ہیپاٹائٹس) بھی۔ الحمدللہ اس کا آپریشن تو ہو گیا لیکن مجموعی صحت کو دیکھتے ہوئے فیصلہ کیا کہ واپس بھیج کر اس کا مکمل معائنہ ہو جائے۔

بعد میں معلوم ہوا کہ اس کے اپنڈکس کا زخم خراب ہو گیا تھا جس کے سبب اسے مختلف ہسپتالوں کے چکر لگانے پڑے۔ جبکہ دل کے مرض کی تشخیص کوئی لمبے چوڑے نام سے ہوئی۔

جس کا مختصر مفہوم یہ سمجھ میں آیا کہ اس کی دل کی دھڑکن نسبتاً تیز رفتار بھی ہے اور عام توازن سے بھی ہٹ جاتی ہے۔ (اے ریتھمیا)۔ لمبے نام کے باوجود ڈاکٹروں نے تسلی دی تھی کہ یہ عارضی ہے اور عمر کے ساتھ ساتھ صحیح ہو جائے گا۔ کسی خاص دوائی کی ضرورت نہیں لیکن ورزش زیادہ اور وزن کم کرے۔

روز مرہ کا معمول

علاج معالجے کے لیے جانے سے پہلے میں نے اسے قرآن حفظ کروانے کے ساتھ ساتھ تجوید، ایمانیات اور عبادات پڑھانا شروع کیا۔ اور تھوڑی بہت ریاضی۔ سکول میں لادین ماحول اور تعلیمی نصاب میں مغربی فکر کے اثرات کے پیش نظر باقی علوم وفنون کو مؤخر کیا۔ پڑھنے کے علاوہ، ماشاء اللہ، یہ گھر کے تمام کام کاج کرتا تھا۔ ٹنکی میں پانی بھرنا۔ دکان سے سودے سلف لانا۔ ہمسائیوں اور ساتھیوں سے علیک سلیک اور مہمانداری۔ گھر کی چوکیداری۔ غرض اتنی سی عمر اور بیماریوں سمیت یہی گھر بھی چلاتا تھا۔ سردیوں کے موسم میں صرف ایک لکڑیاں کاٹنا اس کے لیے مشکل تھا جس میں میں اس کی مدد کرتا تھا۔

جذبۂ جہاد اور شوق شہادت

جب وہ علاج کے لیے گیا ہوا تھا تو پیچھے ایک دن میں اس کی چیزوں کو ٹٹولنے لگا کہ اس کے موبائل میں ایک ریکارڈنگ ملی۔ اس نے اپنی طرف سے ایک نظم بنائی اور اسے اپنے ہی سُر میں گنگنا کر پڑھا۔ اگرچہ اس میں کوئی قافیہ اور وزن نہیں تھا۔ لیکن اس عمر میں اس کے احساسات کی بھرپور عکاس تھی۔ اس کے بول کچھ یوں تھے:

میں جا رہا ہوں دوستو
اللہ کے راستے میں جا رہا ہوں
شہید ہونے میں جا رہا ہوں
اے دوستو مجھے بھول نہ جانا
دعاؤں میں بھول نہ جانا
آؤں گا ان شاء اللہ شریعت پہ
ورنہ سمجھو کہ شہید ہو گیا
جہاد فی سبیل اللہ کے کام کرو
یہ کام فرض ہے
فرض ہے تو تم بھی ساتھ چلو
چاہتے ہو تو ضرور چلو
نہ چل سکو تو خدمت کرنا
یہاں سے وہاں سامان بھیجنا
افغانستان میں کیا حال ہے
مائیں بچے قتل ہو رہے ہیں
میں جا رہا ہوں اے دستو
اللہ کی راہ میں جا رہا ہوں

یقین جانیے میں نے اسے نہ جہاد کی تلقین کی تھی نہ شہادت کی تمنائیں سجھائیں تھیں۔ اس وقت اس کی مسیں تک نہ بھیگیں تھیں۔ یہ میرے اللہ کا کرم ہے۔

راستے کی مشکلات

علاج کے بعد اس کا کچھ قد کاٹھ نکل آیا اور اب کی دفعہ اسے پاکستانی فوج کی پوسٹوں سے بچتے ہوئے مجاہدین کے خفیہ راستوں سے آنا تھا۔ راستے میں ایک جگہ فوج کا سامنا کرنے کا خطرہ بھی پیش آیا۔ لیکن ساتھیوں کے بقول یہ مکمل اطمینان سے تھا۔ یہاں تک کہ ایک جگہ راستے کے تعین کے لیے رہبر کچھ وقت کے لیے رکا تو وہیں اسے نیند آ گئی اور سو گیا۔

جہادی ٹریننگ کی تمنا

آنے کے بعد پڑھائی اور گھر کے کام تو اسی طرح جاری رہے لیکن اس کی مسلسل ضد تھی کہ عسکری تدریب (ٹریننگ) کراؤں۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ اس کی داڑھی نہیں نکلی تھی۔ اور مجاہدین کا اصول یہ ہے کہ داڑھی کے بغیر معسکرات میں کوئی نہیں رہ سکتا۔ اس پورے عرصے میں وہ مسلسل داڑھی نکلنے کی دعائیں کرتا رہا۔ جب ایک دو بال نکلے تو پھر مجھ سے اور امیر صاحب سے ضد کی۔ بالوں کی لمبائی بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کی ضد بھی بڑھتی رہی۔

قریب ہی رہنے والے مجاہد کے دو ہم عمر بیٹوں سے اس کی دوستی ہوئی۔ ان میں سے ایک تقریبا 2 مہینے بڑا تھا اور ایک ڈیڑھ سال چھوٹا۔ اب ان تینوں کو میں نے اور ایک حافظ بھائی نے پڑھانا شروع کیا۔ حافظ صاحب انہیں قرآن ناظرہ اور حفظ پڑھاتے جبکہ میں انہیں مکاتب قرآنیہ کا مرتب کردہ تربیتی نصاب اور عربی زبان پڑھاتا۔

ان سب کی جہادی جذبے کی تسکین کے لیے ہفتہ میں ایک دفعہ کوہ پیمائی اور چھرہ دار بندوق سے شکار کی اجازت دی گئی۔

موٹر سائیکل کی فنی تعلیم

میرے بیٹے کے دوستوں کے والد "بھائی جان" اکثر مہاجرین کی طرح یہی سوچتے رہتے تھے کہ بچوں کی تعلیم اور تربیت کا سلسلہ کیسے جاری رکھا جائے۔ الحمدللہ میں ان کے اپنے اور بے شمار مجاہدین کے عملی تجارب کی روشنی میں وثوق کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ مجاہدین انتہائی مشکل حالات کے باوجود اپنے بچوں کو بہتر تعلیم و تربیت فراہم کر سکے ہیں۔ اسامہ کی زندگی خود اس پر گواہ ہے۔ آپ خود ملاحظہ کر لیں۔

ہمارے مجاہد بھائی جان کی یہ بھی سوچ تھی کہ بچوں کو پڑھائی لکھائی کے علاوہ فنی تربیت کی بھی ضرورت ہے۔ اس کے لیے انہوں نے بچوں کو موٹر سائیکل مکینک کورس کرانے کا منصوبہ

بنایا۔ خاص کر اس لیے کہ موٹر سائیکل تقریباً ہر مجاہد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ کی توفیق سے ایک مجاہد مکینک بھی دستیاب ہو گیا۔ اس طرح ان تینوں بچوں کے ساتھ دیگر کئی لڑکوں نے موٹر سائیکل مکینک کا دورہ (کورس) کیا۔

مکینک استاد کو موتیوں کا بھی کام آتا تھا جو اس نے جیل کی قید کے دوران سیکھا تھا۔ اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے سب نے موتی جڑنے کا کام بھی سیکھ لیا۔ اس طرح یہ تعلیم ہمارے مجاہد بھائی کے لیے صدقۂ جاریہ بن گئی۔ اور سب سے بڑھ کر تمام مہاجر مجاہدین کے لیے ایک مثال رقم کر گئے۔ اللہ تعالی ان کے درجات بلند فرمائیں، آمین۔ اس کے بعد اسامہ موٹر سائیکل کا اکثر کام خود ہی کر لیا کرتا تھا، وللہ الحمد۔

آپریشن شمالی وزیرستان 2014ء

آپریشن کے دوران میں نے بیٹے کو کہا کہ تم نیچے چلے جاؤ تو اس نے یہ کہتے ہوئے صاف انکار کیا کہ: ''میں اس دنیا میں دوبارہ نہیں جانا چاہتا۔ کیا آپ مجھے آزمائش میں ڈالنا چاہتے ہیں!''

اس وقت تک عسکری تدریب تو نہیں کر سکا تھا لیکن کلاشن کوف کی کھول جوڑ اور نشانہ بازی تو ویسے ہی بیٹھے بیٹھے گھر میں سیکھ لی تھی۔ میرا اس پر اتنا اعتماد تھا کہ لڑائی کے وقت پیچھے نہیں ہٹے گا بلکہ کام آئے گا۔

زخمیوں کی خدمت

آپریشن کے عرصے میں مجاہدین نے زخمیوں اور عوام کے لیے ایک ہسپتال قائم کیا تو اسے بھی شوق چڑھا اور خدمت میں لگ گیا۔ اور ساتھ ساتھ فارمیسی چلانے میں بھی مدد کرتا تھا۔ مدد کیا کرتا تھا، دن بھر کے لیے فارمیسی وہی چلاتا تھا۔ دوائی دینا، مریضوں کو سمجھانا اور حساب کتاب رکھنا، یہ سب کچھ اس مدد میں شامل تھا، وللہ الحمد۔

تیر اکی اور گھڑ سواری

اسی عرصے میں ہمارے مجاہد بھائی جان نے وقت اور موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بچوں کو تیر اکی سکھانے کا بھی بندوبست کیا۔ قبائل کے سرحدی پہاڑوں سے جہاں کرومائٹ کے پتھر نکالے گئے تھے وہاں کئی جگہوں پر مائن کاری کے بعد بارش اور چشموں کا پانی جمع ہو کر پہاڑوں کے درمیان خوبصورت جھیلوں کی صورت اختیار کر لیتا۔ ہمارے مجاہد بھائی جان خود مشاق تیراک تھے۔ انہوں نے ان تین لڑکوں کے علاوہ بے شمار مجاہدین کو عین آپریشن کے دنوں میں تیر اکی سکھانا شروع کی۔ نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کے مطابق کہ اگر موت کے وقت بھی کسی کے ہاتھ میں پودا ہو تو اسے زمین میں لگا دے۔ یعنی کہ موت کی فکر کیے بغیر نیکی کے کاموں کو آخری دم تک جاری رکھے۔ الحمد للہ اس طرح دیگر بچوں اور ساتھیوں کی طرح اسامہ کو تیر اکی بھی آ گئی۔

یہاں مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث یاد آئی۔ انہوں نے فرمایا۔ علموا أولادكم الرماية والسباحة وركوب الخيل۔ یعنی اپنے بچوں کو تیر اندازی، تیر اکی اور گھڑ سواری کی تعلیم دو۔ الحمد للہ ہمارے بھائی جان نے اس حدیث پر پورا پورا عمل کر کے دکھایا۔ تیر اکی اور جدید گھڑ سواری یعنی کہ موٹر سائیکل کا تو ذکر گزر چکا۔ جبکہ اس کے بعد انہوں نے بچوں کے لیے ٹی ٹی پستول اور کلاشن کوف کی تربیت کا بھی بندوبست کیا۔

ارضِ ہجرت کی برکت

ان بچوں نے 15 سال کی عمر میں ہی شرعی اور عصری علوم کے ساتھ ساتھ مختلف اقسام کے فنونِ حرب اور کاروبارِ زندگی نہ صرف سیکھ لیے بلکہ ان کا عملی تجربہ بھی کر گئے۔ کون سی زندگی بہتر ہے؟ جہاد کی زندگی... اللہ کی عبادت میں، میڈیا کی فحاشی اور لغویات سے دور... سود، رشوت اور دھوکہ دہی سے دور... علمِ شرعی اور حقیقی زندگی میں تعامل، پیشہ وارانہ صلاحیتوں، ہنر اور فنون میں مہارتوں کی زندگی۔ یا شہروں کی زندگی جہاں 25 سال کی عمر سے پہلے ڈاکٹر کیا کلرک بھی نہیں بنا جا سکتا۔

سرزمینِ افغانستان میں

گوریلا اُصول کے مطابق رفتہ رفتہ مجاہدین کو اپنا علاقہ یعنی کہ شمالی وزیرستان چھوڑنا پڑا۔ اور مجاہدین نے افغانستان کی طرف ہجرت کرنا شروع کر دی۔ نکلنے کے بعد باقی ماندہ ساتھیوں نے بتایا کہ پاکستانی جیٹ جہازوں نے مجاہدین کے ہسپتال کو نشانہ بنایا۔ اور اس طرح وہاں مجاہدین اور عوام الناس کی واحد طبی سہولت ختم کر دی گئی اور دعویٰ کرتے ہیں حقوقِ انسانی کا!

ایک مزید مرض

افغانستان کے علاقوں میں ہماری کوشش تھی کہ اپنی جگہ بنائیں۔ لیکن مسلسل امریکی و افغانی مشترکہ فضائی چھاپوں کے ساتھ یہ کوئی آسان کام نہیں تھا۔ دو مقام پر میں اور اسامہ بھی چھاپے کی زد میں آئے لیکن اللہ نے اپنی قدرت سے ہمیں مزید امتحانات سر کرنے کے لیے بچایا۔ ہم اللہ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

پہلے علاقے میں اسامہ کو ایک اور آزمائش کا سامنا ہوا۔ اور وہ اس کی سائینوسائٹس کی بیماری تھی۔ پہلے تو شرما شرمی میں نہیں بتا رہا تھا لیکن جب نہ رہا گیا تو بتایا کہ ابو میں اب پانی کے بڑے (کین) اٹھا کر نہیں لا سکتا کیونکہ گھٹنوں میں جان ہی نہیں۔ رات کو ہلکا بخار رہتا ہے اور سر بوجھل بوجھل۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں ٹی بی نہ ہو۔ لیکن لیبارٹری ٹیسٹ صحیح نکلے۔ اللہ توکل کسی ڈاکٹر نے اینٹی بائیوٹک تجویز کی جو کارگر رہی۔ اور اندازہ ہوا کہ یہ ناک کا انفیکشن ہے۔

دل کی بیماری کی طرح یہ مرض اس کی شہادت تک رہا۔ بار بار اینٹی بائیوٹک کا کورس کرنے کے بعد آخر میں تنگ آ کر اس نے دوائی لینے سے ہی انکار کر دیا۔ ان سب تکالیف کے باوجود وہ جہاد سے پیچھے نہیں ہٹا۔ اس نے اللہ کے راستے میں اللہ کی خاطر تمام تکالیف برداشت کیں۔

امریکی چھاپے

قبائل میں مجاہدین اور عوام المسلمین کے خلاف امریکہ کا ہتھیار پاکستانی حکومت کے تعاون سے ڈرون حملے تھے۔ جبکہ افغانستان میں فضائی چھاپے۔ ان چھاپوں میں چینوک ہیلی کاپٹر[32]، چھوٹے ڈرون، جیٹ جہاز اور اے سی 130- طیارے شامل ہوتے ہیں۔ افغانی کمانڈوز امریکیوں کی قیادت میں زمین پر اتر کر چھاپہ مارتے ہیں۔

اس طرح کا ایک چھاپہ ہمارے علاقے میں پڑا۔ اس میں ایک دو تاجک مجاہد اور تین چار عام لوگ شہید ہوئے۔ ظاہری اسباب میں علاقے میں ہمارے سمیت بیشتر مجاہدین اس لیے بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے کہ زمینی جاسوسی نہ تھی۔ چھاپے کو آنکھوں سے دیکھ کر افغانستان میں وحشیانہ امریکی یلغار کا صحیح ادراک ہوا۔ اس چھاپے میں امریکیوں نے مدرسے کے ایک طالب علم کو پہلے زخمی کیا۔ اور پھر ریڑھی میں بٹھا کر پورا بازار گھمایا اور پوچھتے رہے کہ بتاؤ ان لوگوں میں سے طالب کون ہے۔ اور القاعدہ والے مجاہدین کہاں ہیں۔ اس طالبِ عالم نے باوجود جان کے خطرے کے کچھ نہیں بتایا۔ امریکیوں کو بالآخر ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تو بازار میں دکانوں اور عوام کی گاڑیوں کو آگ لگا کر چلے گئے۔ اللہ نے انہیں اندھا کیا۔ اتنے وسائل اور جدید آلات کے باوجود بمشکل تین چار کلو میٹر دور افغانی اور غیر افغانی کم از کم سو مجاہدین کو نقصان نہیں پہنچا سکے۔

عسکری تدریب

احتیاطاً ہم لمبے سفر کے بعد دوسری ولایت (صوبے) میں منتقل ہوئے۔ یہاں بھی اسامہ حسب سابق گھر کے کام اور سودے سلف کے علاوہ نزدیک ہی ایک مقامی فارمیسی میں معاون بن گیا۔ ساتھ تعلیم بھی جاری رہی۔ یہاں تک کہ بالآخر اتنی داڑھی آگئی کہ تدریب کے لیے معسکر جا سکے۔ اور اللہ کا کرنا تھا کہ اسے دو دفعہ تدریب کا موقع ملا۔ پہلے افغانی طالبان کے ساتھ اور ڈیڑھ ماہ کے بعد مہاجرین کے ساتھ دوبارہ۔ جسے دورۂ تاسیسیہ کہا جاتا ہے، یعنی کہ بنیادی ٹریننگ۔ یہ اپریل 2015ء کی بات ہے۔ اس میں پستول، کلاشن کوف، پیکا، آر پی جی / راکٹ، کمپاس، جی پی ایس اور دیگر بنیادی اسلحے پر مہارت حاصل کرنے کے علاوہ سخت جسمانی ورزش سے گزرنا پڑتا ہے۔

تدریب کے بعد اس کی مقامی طالبان کے ایک مرکز میں مجاہدین کی خدمت کے لیے تشکیل ہوئی۔ جہاں اس کی ایک پشتون ساتھی اور اراکانی ساتھی سے گہری دوستی ہوگئی۔

دوسرا چھاپہ

اکتوبر 2015ء میں اس علاقے میں ایک امریکی چھاپے کے نتیجے میں سخت آپریشن ہوا۔ اس وقت اسامہ مرکز سے واپس آچکا تھا۔ رات کو امریکیوں نے گاؤں کو بھی گھیرے میں لے لیا۔ یہ دیگر مجاہدین سمیت پہلے گاؤں کے سامنے کھیتوں میں چھپ گئے جہاں ان کو امریکیوں کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ ڈرون، اے سی 130، ہیلی کاپٹر اور جیٹ طیارے مسلسل چکر لگا رہے تھے۔ اس کے قریب تین چار ساتھیوں نے چھاپے کے دائرہ سے باہر نکلنے کا فیصلہ کیا۔ جیسے ہی طیارے اور ہیلی کاپٹر چند منٹوں کے لیے تھوڑی دور محسوس ہوتے یہ حرکت کرتے۔ اور جب سر پر پہنچتے تو سمٹ کر بیٹھ جاتے۔ اس طرح کرتے کرتے چھاپے کے دوران ہی امریکیوں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوگئے۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے دشمن کو نائٹ وژن چشمے[33] جیسے جدید آلات کے باوجود اندھا رکھا۔

دشمن کے خلاف کارروائیاں

چھاپے کے بعد اس علاقے کو بھی چھوڑ کر ہم ایک اور علاقے منتقل ہوگئے۔ جہاں اسامہ پھر سے تعلیم اور مجاہدین کے مرکز کی خدمت میں لگ گیا۔ کچھ ہی عرصے بعد ایک تیسری ولایت میں عسکری محاذ پر تشکیل ہوگئی۔ محاذ پر پہنچتے ہی اسامہ کو کمربند (خط اول) پر بھیج دیا گیا جہاں سے ملی اردو (افغان فوج) اور چارواک (پولیس اور ملیشیا) محض ڈیڑھ دو سو میٹر کے فاصلے پر تھے۔ اسامہ اپنے تیر کش (مورچے) سے دشمن پر کلاشن سے فائر کرتا تھا۔ اگلے دن ہی مجاہدین کی مسلسل کارروائیوں کے نتیجے میں یہ علاقہ فتح ہوگیا اور دشمن بھاگ نکلا۔ اس پر اسامہ کا حوصلہ بہت بلند ہوا اور اسے سابقہ دو چھاپوں کا بدلہ لینے کا موقع ملا۔

تقریباً ایک مہینے بعد ساتھی واپس آئے لیکن کئی دنوں بعد دوبارہ انہیں اگلے علاقے میں تشکیل پر بھیج دیا گیا۔ یہاں بھی اسامہ نے کارروائیوں میں بھرپور شرکت کی۔ البتہ یہاں امارت کے ایک ذمہ دار کے دورے کے موقع پر داڑھی چھوٹی ہونے کے سبب اسے محاذ سے واپس بھیج دیا گیا جس پر اسے بہت افسوس تھا۔ کئی مجاہدین نے کہا کہ تم واپس مت جاؤ ہم سفارش کرتے ہیں لیکن وہ کہتا رہا ''نہیں! امیر کی اطاعت میں ہی خیر (بھلائی) ہے''۔ واپس آنے پر، پھر سے تعلیم اور مرکز میں موجود مجاہدین کی خدمت میں مصروف ہوگیا۔

عسکری تخصص کا دورہ

مجاہدین بنیادی عسکری تربیت کے بعد کئی اسلحوں میں تخصص کے دورے بھی کراتے ہیں۔ چنانچہ اکتوبر 2016ء میں اسے سنائپر کے دورے میں شرکت کا موقع ملا۔ اس وقت تک مجاہدین سابقہ ولسوالی (ضلع) مکمل فتح کر چکے تھے اور اب اگلی ولسوالی کی باری تھی۔ دورہ کرنے کے فوراً بعد وہ تقریباً 5 ماہ کی لمبی تشکیل پر چلا گیا۔

---

[32] Chinook Helicopter

[33] Night Vision Goggles

امریکیوں کے ساتھ جنگ

اس تشکیل میں ایسے دفاعی خط پر تعینات ہوا جو امریکی کیمپ سے محض 9 کلو میٹر کے فاصلے پر تھا۔ اس دوران ایک شام کو امریکی اور ملی فوجیں ان کی جانب آگے بڑھیں تو مجاہدین نے فائر کھول دیا۔ اس موقع پر اسامہ کو امریکی دشمن پر قریب سے کلاشن کوف چلانے کا موقع ملا۔ مجاہدین کی طرف سے فائرنگ کے نتیجے میں دشمن کو پسپا ہونا پڑا اور واپس ہوتے ہوئے ان کی گاڑی مجاہدین کی طرف بچھائی گئی مائن پر پھٹ گئی جس سے ان کا خاصا نقصان ہوا۔ نقصان کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ دشمن اس کے بعد دفاعی خط کے تیر کش پر دو دن تک بڑی توپ سے بمباری کرتا رہا یہاں تک کہ وہ مکمل تباہ ہو گیا۔ لیکن طالبان کا کوئی جانی نقصان نہیں ہوا اور روایتی افغانی چابک دستی سے طالبان نے اس کی بجائے قریب ہی دوسرا تیر کش بنا لیا۔

شرعی دورہ اور حرب المدن

اسامہ جیسے ہی اس تشکیل سے واپس آیا تو اسے شرعی دورے میں شرکت کا موقع ملا۔ اس دورے میں احکامِ جہاد کے علاوہ جمہوری حکومتوں اور دیگر جدید مسائل کے بارے میں پڑھایا جاتا ہے۔ شرعی دورہ ختم ہوتے ہی حرب المدن (شہری جنگ) کی دو ماہ لمبی اور خصوصی عسکری تربیت کا موقع ملا۔ جس میں گوریلا جنگ کی اسٹریٹیجی (strategy)، اقسام اور مرحلوں کے علاوہ شہری جنگ میں استعمال ہونے والے اسلحہ کی خصوصی ٹریننگ ہوتی ہے البتہ خاص توجہ پستول کے استعمال پر دی جاتی ہے۔

فدائی کا مطالبہ

فروری 2017ء میں شرعی اور حرب المدن کے دوروں کے اختتام پر ہی امراء سے ایک ملاقات کے دوران اس نے فدائیوں میں اپنا نام درج کرنے کا مطالبہ کیا۔ امراء کہتے رہے کہ اتنی جلدی شہادت کیوں مانگتے ہو ابھی تو بہت کام کرنے ہیں۔ پہلے تم ابو مصعب زرقاوی بنو۔ ان کے سامنے ہنس کر کہا "ابو مصعب زرقاوی کے لیے بہت سے ساتھی موجود ہیں، مجھے شہادت چاہیے"۔ بعد میں اپنے ایک قریبی ساتھی کو کہا کہ "پھر تو بہت لمبا وقت ہے۔ اتنا کون صبر کرے؟"۔

اپریل 2017ء میں دس دن پر محیط ابتدائی طبی امداد کے دورہ میں بھی شریک ہوا۔ جس میں ابتدائی امداد کے علاوہ ادویات کے استعمال، ٹانکے لگانے، پلستر کرنے اور ٹیکے اور ڈرپ لگانے کی بھی تربیت دی جاتی ہے۔

اس کے بعد اس سال کے شعبان اور رمضان کے مہینوں میں جب دینی مدارس کے طلبہ کی بڑی کھیپ جہاد کے لیے آتی ہے تو وہ مجاہدین کی طرف سے ان تدریبی ساتھیوں کی خدمت پر مامور ہوا۔

دل کی بیماری

اسی سال اسے بچپن کی دل کی بیماری نے درمیان میں مکمل غائب ہونے کے بعد دوبارہ تنگ کرنا شروع کیا۔ اس کا پھر سے ایک دفعہ ماہر امراضِ دل سے معائنہ کروایا۔ کوئی خاص بڑا مسئلہ اب بھی نہیں پکڑا گیا اور وہی پرانی دوا تجویز کی گئی۔ یہ رمضان 1438 (جون 2017) کی بات ہے۔ واپسی پر پھر حسب سابق تعلیم اور مرکز کی خدمت پر مامور ہو گیا۔

شہادت یا شادی

شہادت کو دور دیکھتے ہوئے ایک دن انتہائی لمبی تمہید کے بعد مجھ سے شادی کی درخواست کی۔ منع تو میں نے بھی نہیں کرنا تھا کہ اس کا حق ہے۔ لیکن سمجھایا کہ تم سے پہلے تم سے عمر میں بہت سے بڑے مجاہدین کی نہیں ہوئی۔ اتنی جلدی تو باری نہیں آئے گی۔ بے چارے نے دل میں کہا ہو گا کہ شہادت بھی دور ہے اور شادی بھی۔ اور بیماریاں ساتھ نہیں چھوڑ تیں۔ اب کیا کریں؟ حسبنا اللہ و نعم الوکیل۔ صبر اور شکر۔

شہادت

25 ذی الحج 1438ھ (16 ستمبر 2017ء) میں اس کی ایک دور کی ولسوالی میں تشکیل ہوئی جہاں سے مرکزی شاہراہ (main highway)، (جسے افغانی ڈمبر کہتے ہیں) بہت قریب تھی۔ یہ جنگ کے لحاظ سے سخت علاقہ تھا۔ یہاں طالبان کے جس مجموعے کے یہاں اس کی تشکیل ہوئی ان کے پاس امریکیوں سے غنیمت کی ہوئی تھرمل نائٹ وژن دوربین تھی جو کہ ڈرون کے مقابلے میں طالبان کے لیے فیصلہ کن ہتھیار تصور کیا جاتا ہے۔ اسی لیے اسے طالبان کا بزبزک بھی کہا جاتا ہے۔ (افغانستان کے چند خطوں میں ڈرون کی آواز کی وجہ سے اسے بزبزک کہا جاتا ہے)۔ اس دوربین کی قیمت تقریباً 30 لاکھ پاکستانی روپے ہوتی ہے۔ اور اللہ کا شکر ہے کہ اسامہ کو یہ دوربین استعمال کرنے کے کامیاب مواقع ملے۔

تشکیل ایک دفعہ تقریباً دو مہینوں بعد واپس ہوئی۔ لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ ہفتے دس دن بعد نئے ساتھیوں کے ساتھ دوبارہ اسی ولسوالی کی تشکیل ہے تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ مقامی افغان طالبان کمانڈر کو اسامہ کی جرأت اور سمجھداری پر اتنا اعتماد ہوا کہ شہادت سے دو ہفتے قبل تھرمل دوربین اسامہ کی مستقل تحویل میں دے دی۔ اس دوربین کے ذریعے اس نے کئی فوجیوں کو واصل جہنم کیا، وللہ الحمد۔

اس محاذ پر افغان فوج مجاہدین کی طرف سے ایسی کارروائیوں سے اتنے تنگ آئے کہ مجبوراً امریکی فوج کے اشتراک سے ایک بڑا فضائی چھاپہ مارنا پڑا اور انہوں نے چھاپہ عین کمربند (خط اول) پر مارا۔ حالانکہ عام حالات میں امریکہ اس سے اجتناب کرتا ہے کیونکہ یہاں مجاہدین کی کثرت ہوتی ہے اور اسے نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ لیکن ایک وجہ تھرمل نائٹ وژن کی کارروائیاں تھیں اور دوسری وجہ ان ساتھیوں کے بارے میں یہ مشہور ہو جانا تھا کہ یہ بیرونی یا

پاکستانی مجاہدین ہیں جنہیں افغان فوج انتہائی نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ کیونکہ موجودہ افغانی حکومت کی پالیسی پاکستان دشمنی اور بھارت دوستی پر مبنی ہے جیسا کہ پاکستان کی پالیسی بظاہر بھارت دشمنی اور چین دوستی پر مبنی ہے۔

چھاپے کے ایک عینی شاہد نے بتایا کہ 5 چینوک ہیلی کاپٹر اترے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بھاری نفری (100 سے 200 تک) کے ساتھ آئے تھے، ایک چینوک ہیلی کاپٹر میں 33 سے 55 فوجی آتے ہیں۔ جیٹ جہاز، ڈرون اور اے سی 130 طیارے اس کے علاوہ ہیں۔ جبکہ کمربند کے اس حصے پر اس وقت اسامہ سمیت محض 7 ساتھی موجود تھے۔ بلکہ اسامہ عین اسی وقت پہنچا تھا جب ہیلی کاپٹر اتر رہے تھے۔ ساتھ آنے والے ساتھی نے کہا کہ اب بھی نکلنے کا موقع ہے۔ لیکن اسامہ نے اپنے دیگر ساتھیوں کو تنہا چھوڑنے سے صاف انکار کیا۔ جلد ہی اپنے ساتھیوں سے جاملا اور اعلان کیا کہ جس نے جانا ہے ابھی ابھی نکل جائے۔ اور جس نے مقابلہ کرنا ہے تو یہاں رہے۔ 7 میں سے 3 ساتھیوں نے نکلنے کا فیصلہ کیا۔ اسامہ سمیت باقی چار نے ڈٹ کر 2 گھنٹے تک دشمن کی بھاری نفری اور جدید اسلحہ سے مقابلہ کرتے ہوئے دشمن کو شدید نقصان پہنچایا۔ جائے وقوعہ پر مورچہ کے ارد گرد خون کے بے شمار آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ دشمن میں سے ایک تعداد ضرور ہلاک اور زخمی ہوئی تھی۔

بالآخر 3 جمادی الاولی 1439ھ (20 جنوری 2018)، ہفتہ کے دن، تقریباً رات 9 بجے اسامہ اپنے 3 ساتھیوں سمیت شہید ہوگیا جن میں ایک افغانی تھا۔ جب کہ چوتھا افغانی ساتھی زخمی حالت میں گرفتار ہوگیا۔ اللہ اسے رہائی عطا فرمائے، اور شہداء کی شہادت کو مقبول فرمائے اور ہمارے لیے شفاعت گزار بنائے، آمین۔ شہادت کے وقت اسامہ کی عمر 17 سال تھی رحمۃ اللہ علیہ۔

تعلیمی کارکردگی

اسامہ کی سرزمین جہاد کی طرف ہجرت کرنے کے بعد سے عسکری علوم وفنون کے علاوہ جن کا ذکر اوپر کرچکا ہوں مندرجہ ذیل علوم میں نے اسے پڑھائے:

- سال: 2012-2013
  - دوبارہ سے نورانی قاعدہ۔
  - عقیدہ کی کتاب سے ایمانیات کے دروس۔
  - بہشتی زیور سے مخصوص مسائل آسان کرکے: طہارت اور نماز۔
  - ریاضی اور طبعی علوم: عصری تعلیم کی کتابوں سے۔
- سال: 2013-2014:
  - حفظ جزء عم (تیسواں پارہ)۔
  - تربیتی نصاب حصہ اول تا سوم مکمل۔
  - مفتاح العربیہ کا حصہ اول۔ پھر دروس اللغۃ العربیہ کا حصہ اول۔
  - قصص النبیین: عربی اردو۔
  - ریاضی۔
- سال: 2014-2015: اکثر حصہ آپریشن شمالی وزیرستان اور پھر افغانستان کی طرف ہجرت میں گزر گئے۔
  - حفظ سورۃ واقعہ، ملک، صف۔
  - ترجمۂ قرآن: آخری پارے کا آخری نصف ترجمہ حفظ۔ پھر قرآن سے قصص الانبیاء کی آیات کا ترجمہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تک۔
  - قرأۃ راشدہ حصہ اول مکمل۔
  - سیرت اور تاریخ زبانی دروس، جغرافیہ زبانی۔
  - کمپیوٹر میں مائیکروسافٹ ورڈ کا استعمال۔
- سال: 2016-2017:
  - حفظ: سورۃ بقرۃ کے پہلے اور آخری رکوع کے علاوہ سورۃ بقرۃ سے ہی منتخب آیات، سورۃ کہف مکمل، سورۃ آل عمران آخری رکوع۔
  - فتح الجواد سے سورۃ بقرۃ کی تفسیر آیات الجہاد مکمل۔
  - آسان ترجمہ قرآن سے سورۃ بقرہ سے لے کر آل عمران تک کا ترجمہ اور تفسیر۔
  - تجوید کی کتاب جمال القرآن مکمل۔
  - معارف الحدیث سے باب الایمان مکمل۔
  - نحو میر اردو اور عربی مکمل۔
  - فقہ المیسر سے باب الطہارۃ مکمل، نحو کے اجراء کے ساتھ۔
  - طریقہ عصریہ حصہ اول اور دوم مکمل۔
  - کتاب الصرف مولانا چرتھالوی رحمہ اللہ کی؛ اول مکمل دوم میں صرف چند صفحے رہ گئے تھے۔
  - نور الایضاح فقہ کی کتاب باب الطہارۃ اور باب الصلاۃ تقریباً مکمل، صرف کے اجراء کے ساتھ۔
  - کمپیوٹر میں ونڈوز اور دیگر پروگرام انسٹال کرنا، نیز ڈیٹا مینجمنٹ کے سافٹ ویئرز پر بھی کام کیا۔
  - محاذ جنگ سے بھیجے گئے اپنے آخری خط میں اسامہ نے مجھے بتایا کہ اس نے 29ویں سپارے کا آخری نصف بھی حفظ کرلیا تھا۔

ان مذکورہ بالا شرعی اور نصابی علوم کے علاوہ مضمون میں بیان کردہ شرعی دورہ، عسکری دورہ جات اور فنون (تاسیسیہ، سنائپر، حرب المدن، تھرمل نائٹ وژن، تیر اکی)، اور فنی علوم (موٹر سائیکل میکینک، موتی جڑنا، کمپیوٹر) کے علاوہ:

- مجاہدین کے مراکز چلانے کی انتظامی صلاحیت
- کھانا اور روٹیاں پکانے کی صلاحیت
- ادویات سمیت عام خرید و فروخت کی صلاحیت
- مقامی اور اپنے ساتھیوں سے تعامل کرنے کی صلاحیت
- مشکل حالات کا سامنا اور جفاکشی کی زندگی

اور یہ سب شریعت کے مطابق، الحمدللہ۔

فارغ اوقات میں میری طرف سے فراہم کتابوں کا مطالعہ کرتا رہتا تھا۔ جن میں سیرۃ المصطفیٰ ﷺ از مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ مکمل اور تاریخ اسلام از اکبر شاہ خاں نجیب آبادی میں سے کافی حصہ پڑھ چکا تھا۔ اس کے علاوہ بھی بہت کچھ جن کو شمار کرنا یہاں میرے لیے مشکل ہو گا۔ یا پھر شرعی دروس سنتا رہتا تھا جن میں استاد احمد فاروق رحمہ اللہ کے دروس خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

ایسی تعلیم، تربیت اور مہارتیں میرے علم کے مطابق دنیا کی کوئی بھی یونیورسٹی نہیں دیتی ما سوائے 'جامعۃ الجہاد' کے، وللہ الحمد۔

عبادت اور اخلاق

میرے بیٹے کی ایک صفت جو کہ ایک سے زیادہ ساتھیوں نے بیان کی اور آنکھوں دیکھا حال بھی ہے کہ وہ تہجد کی نماز اور نفلی روزوں کا خاص اہتمام کرتا تھا۔ ایک ساتھی بتاتے ہیں کہ تشکیل کے دوران سخت سردی میں اپنے حصے کا پہرہ ختم ہوتے ہی انتہائی ٹھنڈے برفیلے پانی سے وضو کیا اور پھر تہجد اور دعاؤں میں مصروف ہو گیا۔ یہ کوئی ایک دو دن کی بات نہیں۔ اکثر یہی معمول رہتا تھا۔ اور میں نے خود دیکھا کہ شہادت کس شوق سے رو رو کے مانگتا تھا۔ کہتا تھا کہ ''میرے سارے ساتھی شہید ہوگئے تو میں کیوں رہ گیا''۔ کہتا تھا کہ ''ابو میں آپ سے پہلے شہید ہوں گا''۔

نیچے کی دنیا سے شدید نفرت تھی۔ سرزمینِ جہاد میں بھی فتنوں سے بھاگتا تھا، آپس کی چپقلش سے دور رہتا تھا۔ اگر اصلاح اس کے بس میں ہوتی تو کوشش کرتا ورنہ خدمت میں اپنے آپ کو مصروف رکھتا تھا۔

اپنے لباس اور ذاتی اشیاء کا انتہائی کم خیال رکھتا تھا۔ ہمیشہ ایثار اور قربانی کرتے دیکھا۔ اپنا حق دوسروں کے لیے چھوڑتا۔ دنیا کی آسائشوں اور سہولیات کے بارے میں بے غم تھا۔ آخرت کا متلاشی تھا۔

ہم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ یہی جھگڑا کرتے تھے کہ میں پہلے شہید ہوں گا، وہ کہتا کہ نہیں میں پہلے جاؤں گا۔ آخر میں وہ مجھ سے جیت گیا اور اپنے رب کی طرف ایسے دوڑا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ...وَعَجِلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَىٰ۝''اور پروردگار! میں آپ کے پاس اس لیے جلدی آگیا تا کہ آپ خوش ہوں۔'' (سورۃ طٰہٰ: 84)۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

بقیہ: خیالات کا ماہنامچہ

سلمان نہیں...... یہ سچ میں علمان ہے!

بقولِ دکتور طارق عبد الحلیم، سلمان بن عبد العزیز نہیں... علمان بن عبد الانجلیز، یعنی علمان؛ سیکولر اور عبد الانجلیز یعنی انگریز کا غلام۔

اسی شاہ علمان نے، جو امریکیوں کا گدا ہے، ۵۰۰ مزید امریکی فوجیوں کو جزیرۃ العرب میں داخل ہونے کی اجازت دے دی ہے۔

حالانکہ رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت ہے کہ 'اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب'، مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دو۔ اب ان تثلیث کے پجاری امریکی صلیبیوں سے بڑھ کر کون مشرک ہے؟

خواجے دا گواہ ڈڈّو!

ٹرمپ نے سعودی شاہ سلمان کو مخاطب کر کے کہا: 'تمہارا باپ عبد العزیز آج تمہیں دیکھ کر بہت خوش ہو رہا ہو گا کیونکہ تم نے اپنے باپ کی میراث کی صحیح سے حفاظت کی ہے۔ تمہارے باپ عبد العزیز نے امریکی صدر فرینکلن روزویلٹ سے جو وعدہ کیا تھا، تم اس کو نباہ رہے ہو... تمہارا باپ تم پر فخر کر رہا ہو گا'۔

یوں تو عبد العزیز مر چکا، اس کا حساب خدا جانے یا کچھ کچھ وہ جانے جس پر قبر میں 'گزر' رہی ہے۔ لیکن عبد العزیز کے عمل اور پھر اس کے حالیہ فرماں بردار بیٹے کے عمل پر گواہ 'ٹرمپ' ہے۔ خود ہی سوچیے جس کا گواہ ٹرمپ اس کا حال کیا ہو گا؟

اسی لیے کہا گیا: 'خواجے دا گواہ ڈڈّو'، یعنی خواجے کا گواہ مینڈک!

شہید حافظ خالد–فرزندِ امیر المومنین شیخ ہبۃ اللہ اخندزادہ

احمد اللہ وثیق

اردو ترجمہ و اضافہ: جلال الدین حسن یوسف زئی

امارتِ اسلامیہ کے طالبان کی اسلامی تحریک اس دورِ فتن میں ایک ایسی دینی تحریک ہے جس نے قربانیوں کے میدان میں سلفِ صالحین کے جہادی کارناموں کو دوبارہ زندہ کیا۔ باقی خصوصیات اور امتیازات سمیت اِمارت اسلامیہ کی ایک خاص صفت یہ ہے کہ امراء اور قائدین نے ہمیشہ ایک عام مجاہد کی طرح اپنے جان اور مال کو اللہ تعالیٰ کے دین کے دفاع کی خاطر قربانی کے لیے پیش کیا۔ شاید یہ اس اسلامی تحریک کے قائدین کا ایک خصوصی امتیاز ہو، کہ افغانستان پر امریکی کفری یلغار کی پہلی رات، اس جنگ کی پہلی قربانی امارت اسلامیہ کے مؤسس امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد کے چچا مولوی محمد حنفیا نے دی، جنھوں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے دشمن کے سامنے یہ ثابت کر دیا کہ اس امارت کے مؤسس ملا صاحب نہ تو جنگ سے بھاگنے والوں میں سے ہیں اور نہ ہی جہاد اور قربانی سے ناآشنا ہیں بلکہ ہر دم اللہ کے دین کے دفاع کی خاطر اپنے جان، مال اور ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار ہیں۔

امارت اسلامیہ کے دوسرے امیر، امیر المؤمنین شہید ملا اختر محمد منصور نے بھی اپنی جان کی قربانی دے کر ایک ایسا کارنامہ سرانجام دیا جس کی مماثلت تاریخ کے صفحات میں مشکل سے ملے گی۔ آپ ایسی حالت میں اس دنیا سے ابدی جنتوں کی طرف پرواز کر گئے کہ جہادی کاموں کی غرض سے یک تنہا ایک ٹیکسی میں سفر کر رہے تھے کہ جب امریکی حملے کا نشانہ بنے۔ آپ کی زندگی اور جہاد کے اس راستے میں قربانی امتِ مسلمہ کے مجاہد بیٹوں کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ آپ کی حکمت و بصیرت اسلاف کی جہادی یادوں کو تازہ کرنے کے لیے کافی ہیں، کہ کس طرح حکمت و بصیرت کے ساتھ آپ نے امارت اسلامیہ افغانستان کو صفِ واحد کی طرح منظم رکھا۔ ایک ساتھی جس نے شہید امیر المؤمنین کا جسد دیکھا تھا، انہوں نے کہا کہ میں نے امیر المؤمنین کی میت کو قریب سے دیکھا، ان کی میت میں ایک انگلی کے برابر بھی کوئی جگہ ایسی نہ بچی تھی جو بارود کی تپش کے سبب سلامت بچی ہو۔ امیر المؤمنین کے جسد کی یہ حالت سن کر اُن پہ رشک آنے لگا اور میں نے کہا کہ ہر کوئی کہتا ہے کہ میں پروانے کی طرح اللہ تعالیٰ کے دین پر قربان ہو جاؤں، آیئے ہمارے امیر المؤمنین کو دیکھ لیجیے کہ کس طرح انہوں نے اس دین پر اپنے آپ کو فدا کر دیا۔

ہماری قربانیوں کی داستان ابھی ختم نہیں ہوئی بلکہ جاری ہے جو بالآخر حال ہی میں ہمارے زعیم امیر المؤمنین شیخ ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ نے اپنے جگر کے ٹکڑے (جوان بیٹے) کو سب سے پہلے کفر کے غلاموں کے مقابل قربانی کے لیے پیش کیا۔ شیخ صاحب کے جوان بیٹے حافظ خالد نے صوبۂ ہلمند کے ضلع گرشک میں دشمن پر فدائی حملہ کیا اور اپنے اس عمل سے تاریخ میں یہ بات ثابت کر دی، کہ ہم صرف قول اور زبانی نعرے لگانے والے لوگ نہیں۔ ہم جو اپنے آپ کو ملتِ ابراہیم کہتے ہیں تو امیر سے مامور تک ہر فرد اس کے لیے حاضر ہے کہ اپنے جگر کے ٹکڑے کو اسماعیل ذبیح اللہ کی طرح اللہ تعالیٰ کی رضا کے اس راستے میں قربانی کے لیے پیش کرے۔

شہید استشہادی حافظ خالد رحمہ اللہ:

شہید حافظ خالد رحمہ اللہ نے آج سے بیس سال قبل (۱۴۱۸ھ میں) امارت اسلامیہ کے زعیم امیر المؤمنین شیخ ہبۃ اللہ اخندزادہ صاحب کے علمی اور روحانی گھرانے میں آنکھ کھولی۔ اِن کا گھرانہ افغانستان کے صوبۂ قندھار کا رہنے والا ہے جو کہ پرانے زمانے سے علمِ دین اور روحانیت کا منبع ہے، گھرانے کے افراد کو احتراماً اخندزادہ کے خطاب سے پکارا جاتا ہے۔

حافظ خالد بچپن ہی سے باادب اور ذہین بچہ تھا۔ ابتدائی تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے قرآن کریم کا حفظ شروع کیا اور نو سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ کی عظیم کتاب کو حفظ کر لیا۔ اس کے بعد دینی تعلیم کا آغاز کیا، صرف، نحو، عقائد، فقہ، بلاغت، منطق اور باقی مروجہ فنون کی کتابوں کی تعلیم زیادہ تر اپنے تایا حافظ مولوی احمد اللہ اخندزادہ صاحب سے حاصل کی، یہاں تک کہ جوانی کی عمر کو پہنچتے ساتھ ہی جہادی جذبہ غالب آگیا اور جہاد کے راستے کو اپنا لیا۔

شہید حافظ خالد جہاد اور استشہاد کے معسکر میں:

حافظ خالد (عبد الرحمٰن) تقبلہ اللہ بچپن ہی سے جہاد فی سبیل اللہ سے بہت زیادہ محبت رکھتے تھے۔ جوانی کے آغاز کے ساتھ ہی جہاد کی غرض سے عملی اور نظریاتی تعلیم سے اپنے آپ کو آراستہ کرنے کے لیے انہوں نے اپنے والد صاحب کی اجازت سے امارت اسلامی کے جہادی معسکر کا رُخ کیا تا کہ ایک باصلاحیت اور ماہرِ فنونِ حرب مجاہد کے طور پر کفر کے خلاف مقابلے کے لیے میدان میں آگے ہو سکیں۔ ایک سال کی طویل محنت کے بعد جہادی معسکر میں بنیادی تعلیم اور تدریب حاصل کی اور اس کے بعد اللہ کے دشمنوں سے اپنی مظلوم امت کا انتقام لینے کا عزم لے کر اپنے آپ کو فدائی عملیات کے لیے پیش کیا اور فدائین کے معسکر کا رُخ کیا۔ تین سال تک آپ فدائین کے معسکر میں اپنی باری کا انتظار اور اس عزم میں آپ کا گھرانہ، خصوصاً آپ کے والد صاحب بھی موافق تھے کیونکہ انہی نے تو آپ کو بچپن ہی سے جہاد اور شہادت کے لیے تیار کیا تھا۔

معسکر کے ایام میں شہید حافظ خالد فدائی مجاہد ساتھیوں کے درمیان بہت زیادہ محبوبیت رکھتے تھے اور وہ آپ کو مربی اور استاد کی نظر سے دیکھتے تھے، معسکر میں باجماعت نماز کی امامت بھی حافظ خالد کے سپرد تھی اور کبھی کبھی آپ مجاہد ساتھیوں کو درس دے کر جہاد کے فضائل بیان کرتے تھے۔ آپ اپنے مجاہد ساتھیوں کے درمیان ایک عام مجاہد کی طرح وقت گزارتے تھے اور اپنے طرز عمل سے کبھی بھی مجاہد ساتھیوں کو یہ محسوس نہ ہونے دیتے کہ آپ امیر المؤمنین کے فرزند ہیں یا ایک عظیم گھرانے سے آپ کا تعلق ہے۔

فدائین کے انغماسی گروپ میں:

فدائی عملیات جو کہ ہمیشہ مختلف تکنیکوں سے کی جاتی ہیں، ان میں سے ایک خاص مؤثر تکنیک جس سے پچھلے عرصے میں افغانستان کے بیشتر علاقوں میں استفادہ کیا گیا ہے وہ دشمن کے مضبوط فوجی مراکز پر انغماسی حملے ہیں جس میں فدائی مجاہدین اپنی جان پیش کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں اور باقی مجاہدین کے لیے کیمپ کا راستہ کھولتے ہوئے مورچوں پر قبضہ کرتے ہیں ۔حافظ خالد نے شہادت سے تین مہینے قبل اپنے والد صاحب سے الوداعی ملاقات کی اور ابدی سفر پر جانے کے لیے اُن کو الوداع کہا۔ آپ ان ایام میں صوبۂ ہلمند کے اُس انغماسی کتیبے (بریگیڈ) میں شامل تھے جنہوں نے سخت اور مضبوط اہداف پر حملے کیے اور ہلمند کے بیشتر علاقوں میں فتوحات حاصل کیں۔

شہادت:

۲۴ شوال ۱۴۳۸ھ کے دن، صبح سویرے امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے صوبۂ ہلمند کے ضلع گرشک سے مربوط دشمن کے مورچوں اور فوجی مراکز پر کارروائی کا آغاز کیا، سب سے پہلے ضلع کے ایک دفاعی فوجی کیمپ پر مجاہدین نے گاڑی کے ذریعے فدائی حملہ کیا جو راستے میں موجود زیادہ تر فوجی رکاوٹوں کو ختم کرنے کا ذریعہ بنی، اس کے بعد مجاہدین نے دشمن کے دفاعی مورچوں پر ہلا بول دیا۔ کچھ ہی گھنٹے بعد مجاہدین نے زیادہ تر مورچے فتح کر لیے۔ لیکن فقیران نامی گاؤں میں واقع 'باری' نامی ایک بڑا فوجی مرکز تھا جو بہت دیر سے مقابلہ کر رہا تھا اور مجاہدین کے آگے بڑھنے میں رکاوٹ تھا۔ اس فوجی مرکز کو فتح کرنے کے لیے ضروری تھا کہ مجاہدین اس فوجی مرکز کے دفاعی مورچوں کے اندر گرنیڈ پھینکیں اور مرکز کے ارد گرد مضبوط دیواروں کو گھی کے ڈبوں میں بنائے گئے مجاہدین کی خود ساختہ بارودی سرنگوں کے ذریعے اڑائیں۔ دشمن کے اس فوجی مرکز پر یہ خطرناک کارروائی کرنے کی مسؤلیت ''منتظر'' نامی فدائی مجاہدین کے کتیبے کو دے دی گئی۔ حافظ خالد بھی اسی گروپ میں شامل تھے۔ فدائی مجاہدین کے پیادہ گروپ نے جواں مردی سے دشمن کے فوجی مرکز پر دھاوا بول دیا اور گولیوں کی بوچھاڑ میں فوجی مرکز کے دیواروں تک پہنچ گئے، دشمن کے دفاعی مورچوں اور مرکز کے دیواروں کو گرنیڈ اور بارودی سرنگوں کے ذریعے اُڑانا شروع کر دیا۔ اسی حالت میں جب حافظ خالد باقی فدائی مجاہدین سمیت دشمن کے ساتھ بہت قریب سے جنگ لڑنے میں مصروف تھے اور آپ اسی مقام پر شہادت کے عظیم مرتبے سے سرفراز ہوئے۔ اللہ پاک آپ کی شہادت قبول فرمائیں، آمین۔

شہید حافظ کی شخصیت کے بارے میں:

شہید حافظ خالد کے چچا مولوی حبیب اللہ صاحب کہتے ہیں کہ حافظ خالد بچپن ہی سے نہایت پرہیزگار اور عابد طالبِ علم تھے، آپ بہت چھوٹے تھے جب صبح سویرے فجر کی نماز کے لیے اُٹھتے اور پابندی کے ساتھ باجماعت نماز کے لیے جاتے، کبھی شیخ صاحب کے آگے چلتے اور کبھی پیچھے چلتے۔ طالب علمی کے دوران بھی عبادات کا پابندی کے ساتھ خیال رکھتے، نفلی روزے رکھتے اور نوافل ادا کرتے تھے۔ آپ کے تایا جان مولوی احمد اللہ اخندزادہ کہتے ہیں، حافظ خالد کو جہاد کے اس راستے سے بہت زیادہ محبت تھی، درس کے دوران جب کبھی جہادی آیات، احادیث اور واقعات کا ذکر آتا تو آپ کی آنکھیں اشک بار ہو جاتیں، مولوی صاحب نے کہا کہ شہید حافظ خالد نہایت مؤدب اور بلند اخلاق کے مالک تھے، انتہائی نرمی سے بات کرتے، اپنے بزرگوں اور اساتذہ احترام اور اطاعت کرتے تھے۔ آپ کی زبان ہمیشہ ذکر اللہ سے معطر رہتی تھی، حافظ خالد ظاہراً خاموش طبع طالبِ علم تھے لیکن معنوی لحاظ سے بڑی استعداد کے مالک تھے، اچھا مطالعہ رکھتے تھے، طالب علمی کے زمانے میں بڑی عمر کے طالب علم بھی آپ سے درس لیتے تھے۔ مولوی احمد اللہ صاحب کہتے ہیں کہ حافظ خالد میں اپنے والد محترم شیخ صاحب حفظہ اللہ کی زیادہ تر صفات اور خوبیاں پائی جاتی تھی، ہمارے گھرانے کے زیادہ تر افراد کا یہی خیال تھا کہ شیخ صاحب کے بعد اُن کی علمی مسند کو حافظ خالد سنبھالیں گے۔ خود شیخ صاحب بھی آپ کو زیادہ توجہ دیتے تھے اور آپ سے بہت اُمیدیں رکھتے تھے۔ شہید حافظ خالد تقبلہ اللہ جب بھی معسکر اور فدائی گروپ سے دورہ کر کے گھر ملنے آتے تو واپس جاتے وقت ہمیشہ ہم سے اپنے لیے ایمان کی سلامتی کی دعا مانگنے کو کہتے تھے۔ حافظ خالد نے شہادت سے تقریباً تین مہینے قبل شیخ صاحب سے ملاقات کی تھی۔ شیخ صاحب اس بات سے باخبر تھے کہ اُن کے محبوب بیٹے کا نام فدائیوں کی فہرست میں لکھا گیا ہے اور یوں امیر المومنین ہمیشہ اُن کی شہادت کی خبر کے انتظار میں ہوتے تھے۔

اللہ تعالیٰ شہید حافظ خالد رحمہ اللہ کی شہادت اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور امت مسلمہ کو آپ جیسے اور فرزندوں سے نوازیں تاکہ وہ بھی اپنے دین کی محبت اور مظلوم مسلمانوں کی نصرت کی خاطر اس دین پر اپنے آپ کو فدا کر دیں، آمین۔

رودادِ فتح: گومل ولسوالی

افغانستان کے صوبۂ پکتیکا کے ضلع گومل کی فتح کا احوال

صبغۃ اللہ مجاہد

زیادہ نہیں ۱۸ سال پرانی بات ہے کہ جب کفر کا سرغنہ امریکہ بدمعاش غلامی کی زنجیروں میں جکڑی قوموں اور ان کے حکمرانوں پر اپنی جھوٹی خدائی کا رعب بٹھا چکا تھا، وہیں زمین پر کچھ بندگانِ خدا ایسے بھی موجود تھے جو اس کی خدائی کے انکاری، اللہ وحدہٗ لاشریک کے مطیع جو "فَمَنۡ يَكۡفُرۡ بِالطَّاغُوتِ" پر عمل پیرا تھے، جن کے امیر وحاکم عالی قدر امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ روحِ زمین پہ واحد شرعی اسلامی حکومت انہی کی تھی جہاں محبت ،اخوت وحدت کی فضا قائم تھی، جہاں نہ چوری تھی...نہ ڈاکہ زنی...نہ زناکاری تھی...نہ شراب خوری...نہ کرپشن تھی...نہ سود خوری تھی...نہ دھوکہ دہی...جہاں تہذیب وثقافت اسلامی تھی ،جہاں تعلیم وعدالت بھی اسلامی تھی، جہاں کی معاشرت ومعیشت بھی اسلامی تھی اور جہاں فیصلے قرآن وسنت کے مطابق ہوا کرتے تھے!

ارضِ خراسان افغانستان میں قائم یہ امارت اسلامیہ جو کہ امریکی خدائی کے انکاری، اس کی ننگی تہذیب وثقافت، سودی معیشت ومادر پدر آزاد معاشرت کے خلاف تھے۔ کفر کے اماموں میں سے ایک امام...بش نے اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لیے امارت اسلامیہ کی مبارک حکومت کو گرانے اور افغانستان کی عوام کو اس مبارک اسلامی نظام سے محروم کرنے کی غرض سے اس صدی کی صلیبی جنگ کا اعلان کیا۔

اس سے قبل کہ امریکہ افغانستان پہ حملہ آور ہوتا کچھ ابطالِ امت... عرب کے گوہر پارے ...عجم کی آنکھ کے تارے...دنیا پر بدمعاش امریکہ کا غرور وتکبر خاک آلود کرنے کا عزم دل میں لیے گھروں سے نکلے اور معرکۂ نائن الیون 11/9 برپا کیا، جس میں اللہ رب العزت کی تائید و نصرت سے امریکہ کی عظمت وقوت کے نشان ورلڈ ٹریڈ سینٹر اور ان کے دفاعی مرکز پینٹاگون کی عمارتیں زمین بوس ہو گئیں، وللہ الحمد۔

صلیبی جنگ کا آغاز ہو چکا تھا، اس صلیبی جنگ میں پڑوسی ملک کی فوج اور حکومت شاہ سے بڑھ کر شاہ کی وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے ظالم بادشاہ کے سامنے بچھ گئے۔ اپنی زمین، سمندر وفضا سبھی امریکہ کے حوالے کر دیے۔ امریکہ اپنے وفاداروں کی یہ خدمت دیکھ کر بدمست ہاتھی کی طرح افغانستان پہ حملہ آور ہو گیا۔ امریکہ "بہادر" کے سارے خواب صرف چند سالوں میں ہی اس وقت نابود ہو گئے جب امارت اسلامیہ کے جانباز فدائیوں اور مجاہدین کی کاری ضربوں نے امریکیوں کو دن میں تارے دکھلانا شروع کر دیے۔ امریکہ اپنی ٹیکنالوجی اور جدید اسلحے کے زور پر اپنی افرادی قوت ومادی وسائل کے بھروسے افغانستان کو فتح کرنے آیا تھا۔ دوسری طرف صبر واستقامت کے پہاڑ، تقویٰ واخلاص سے مزین سیرت کے حامل اک مست قلندر اللہ کے عاجز بندے امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہدؒ جو اپنے چند مجاہدین اور انتہائی محدود وسائل کے ساتھ مگر اسباب کے بعد جن کا توکل رب کعبہ کی ذات پہ!

ابھی جنگ کو چند سال ہی ہوئے تھے کہ فتح کی خبریں آنے لگیں۔ آج الحمدللہ افغانستان کے 80 فیصد سے زائد علاقے پر دوبارہ اسلام کے پرچم لہرانے لگے، امارت اسلامیہ قائم ہو چکی، ان فتوحات میں اپنے انصار بھائیوں کے شانہ بشانہ مہاجرین بھی پیش پیش رہے۔ اللہ رب العزت کا احسان ہے کہ اس ذات کریم نے بندۂ ناچیز کو بھی اس طرح کی فتح یاب جنگوں میں شریک ہونے کی سعادت نصیب فرمائی۔ انہی فتوحات میں شامل ایک فتح صوبۂ پکتیکا کی گومل ولسوالی (ضلعی فوجی مرکز) کی بھی ہے۔ شریک بن عبداللہ سے روایت ہے: "خراسان اللہ تعالیٰ کا ترکش ہے، اللہ رب العزت جب کسی قوم سے ناراض ہوتے ہیں تو اسے اس ترکش کے تیر سے سزا دیتے ہیں۔" (معجم البلدان جلد ۲/ ۴۰۲)

واضح رہے خراسان میں دریائے آمو سے دریائے کابل تک پورا افغانستان پاکستان کے قبائلی علاقے جات ایران کا ایک بڑا حصہ اور نیشاپور تک کا علاقہ آتا ہے۔

گومل ولسوالی:

گومل ولسوالی صوبہ پکتیکا کے چٹیل پہاڑوں میں گھری انتہائی اہم ولسوالی ہے۔ اس کے ایک جانب یعنی مشرق میں پاکستان کے قبائلی علاقے جنوبی وزیرستان کا صدر مقام وانہ ہے جبکہ مغرب میں انتہائی اہم ولسوالی وازے خواہ ہے، جنوب مغرب میں جانی خیل ولسوالی، جنوب میں وڑمامے ولسوالی اور اس کے شمال جنوب میں سروبی اورارگون ولسوالیاں واقع ہیں۔ گومل ولسوالی سے قریب ۳ کلو میٹر فضائی مسافت پہ افغان ملی آرمی کا ایک مرکزی کیمپ (جسے بندر قلعہ کے نام سے جانا جاتا ہے) گومل ولسوالی کے قلب میں ہے۔

قطعہ میں شمولیت:

ذیقعدہ ۱۴۳۸ ہجری کی بات ہے ہم اپنے مرکز میں موجود تھے اور کچھ نئے ساتھیوں کی تدریب (ٹریننگ) جاری تھی۔ ابھی ہم ناشتہ کر کے فارغ ہی ہوئے تھے کہ مقامی انصار مجاہد ہمارے پاس آئے اور پیغام دیا کہ آج قطعہ (جنگی لشکر) میں شامل ہونا ہے چونکہ امارت اسلامیہ افغانستان کے مسئولین ایک بڑے حملے کا ارادہ رکھتے ہیں (امنیات کے پیش نظر کسی کو مقام جنگ نہیں بتایا گیا اور آپ کی تین موٹر سائیکلیں منگوائی ہیں (یعنی چھ ساتھی)۔ جبکہ ہم مرکز میں صرف تین پرانے ساتھی (تجربہ کار) موجود تھے امیر مرکز نے ایک نئے ساتھی کو لیکر دو

موٹر سائیکلیں تیار کیں اور روانہ ہو گئے۔ چند گھنٹوں کی مسافت کے بعد ہم اس مقام پہ پہنچے جہاں بہت سے دیگر انصار و مہاجر مجاہدین موجود تھے، جو نبی صادق ﷺ کے فرمان "المسلمون کجسد واحد" پر عمل پیرا ہو کر اپنے افغان مسلمان بھائیوں کے دفاع، امارت اسلامیہ کے قیام کے لیے اور شیطان کا سر جھکانے کے لیے نکلے تھے۔

جنگی حکمت عملی:

امارت اسلامیہ افغانستان کی عسکری قیادت کی یہ خوبی ہے کہ جنگ شروع کرنے سے قبل وہ دشمن کی رصد (سپلائی لائن) لازمی کاٹتے ہیں اس مرتبہ بھی کچھ ایسا ہی ہوا، امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے کئی ماہ قبل ہی دشمن کی زمینی رصد کاٹ دی تھی۔
تمام مجاہدین کے جمع ہونے کے بعد امارت اسلامیہ کی طرف سے جنگ کے مرکزی ذمہ داران نے تمام مجاہدین کو ۷ گروپوں میں تقسیم کیا، جن میں ۲ گروپ اقدامی (تعرضی)، ۲ گروپ دفاعی جبکہ ۳ گروپوں کو مختلف مقامات جہاں سے دشمن کی کمک (مدد) آنے کا امکان تھا، کمین کے لیے مقرر کیا۔ اس ولسوالی سے قریب ہی فوجی کیمپ بندر قلعہ تھا جہاں سے فوری کمک (امداد) کا آنا لازمی امر تھا اس لیے ایک کمین گاہ ولسوالی اور بندر قلعہ کے درمیان بنائی گئی جبکہ دوسری کمین گاہ ارگون ولسوالی کے راستے میں بنائی گئی جبکہ تیسری کمین گاہ مغرب کی جانب بندر قلعہ اور وازے خوا ولسوالی کے درمیان بنائی گئی۔ اس کے علاوہ تمام ممکنہ راستوں میں بارودی سرنگیں بھی بچھا دی گئی تھیں۔ تمام گروپوں کی تقسیم کے بعد ہر گروپ پر ایک ذمہ دار اور اس کے معاون کا تقرر کیا گیا اور تمام گروپ اپنی اپنی منزل کی جانب روانہ ہوئے سب سے آخر میں ہمارا گروپ روانہ ہوا۔

مقتل کی جانب:

مقتل کی جانب بڑھتے ہیں اے موت تیرے لب چوم کے ہم
اے زیست ہماری راہ سے ہٹ ہم موت کی عزت کرتے ہیں

تمام گروپوں کی روانگی کے بعد ہمارا سفر بھی قتل گاہ کی جانب شروع ہو چکا تھا۔ پہلی رات ہم نے وازے خوا ولسوالی کے مختلف گاؤں میں گزاری (چھوٹی چھوٹی ٹولیوں کی صورت میں) یہ دن بھی یہیں گزرا دوسری اور تیسری رات ہم نے دشمن کے قریبی علاقوں میں گزاری۔ اس لیے یہاں پہرے کی ترتیب بنائی گئی پوری رات دو دو ساتھی باری باری پہرہ دیتے رہے۔
واضح رہے افغان قوم غریب اور مفلوک الحال قوم ہے مگر ربِّ کعبہ نے ان کے سینے سمندر کی گہرائی کی مانند وسیع رکھے ہیں۔ اسلام جہاد اور مجاہدین سے محبت انہیں ورثے میں ملی۔ مہمان نوازی و اکرام مسلم ان کا خاصہ ہے۔ جب ہم اگلے گاؤں میں پہنچے تو مقامی لوگوں نے مجاہدین کے استقبال کے لیے بکرے ذبح کیے، ہم تقریباً ۸۰ مجاہدین نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔
صبح ناشتے میں شین چائے[34] (سبز چائے) اور تور چائے (کالا قہوہ) کے ساتھ رات کی بچی روٹی پیش کی گئی، ہم نے ناشتہ کیا اور اگلے امر کا انتظار کرنے لگے۔ یہ رات بھی قریبی گاؤں میں گزاری۔ اگلے دن ہم نکلنے کی تیاری کر رہے تھے کہ مخابرے (وائرلیس سیٹ) پر پیغام موصول ہوا کہ ہماری ایک موٹر سائیکل ساتھی سمیت جنگ میں شمولیت کے لیے روانہ ہو... خیر ہم یہاں سے روانہ ہوئے ۳ گھنٹے اونچے نیچے راستوں ندی نالوں پہاڑی دروں سے ہوتے ہوئے گومل ولسوالی کے قریب ایک گاؤں میں داخل ہوئے۔ یہاں لوگ ہمارے ساتھ تعاون کرنے سے ڈر رہے تھے، اس کی وجہ یہ علاقہ ولسوالی سے صرف آدھے گھنٹے کی مسافت پہ ہونا ہے۔ یہاں کے لوگوں نے ہمیں بتایا کہ افغان ملی آرمی نے انہیں دھمکی دی ہے کہ اگر گاؤں کے کسی فرد نے بھی مجاہدین سے تعاون کیا تو ہم پورے گاؤں پر بمباری کریں گے۔ عشاء کی نماز کے بعد ایک مجاہد عالم دین (جو اسی جنگ میں شہید ہوئے) نے بیان کرتے ہوئے انہیں مجاہدین کی نصرت پر اجر و ثواب اور اس کے فضائل سے آگاہ کیا اور مقامی لوگوں کو حوصلہ دیا کہ ہم آپ کے محافظ ہیں آپ لوگ ڈریں نہیں دشمن ہمارے گھیرے میں ہے۔ ان کے اس بیان سے لوگ بہت خوش ہوئے تمام لوگ ہمارے لیے اپنے اپنے گھروں سے کھانا اور بستر بھی لے کر آئے۔

رات تقریباً ۱۰ بجے مجاہدین پہرہ تقسیم کر کے سو گئے۔ رات ۱۲ بجے جیٹ اور AC130[35] اور ڈرون طیاروں کی پروازیں شروع ہو گئیں۔ چھاپے کے خطرے کو سامنے رکھتے ہوئے امیر صاحب نے مجاہدین کو منتشر ہونے کا حکم دیا... دو گھنٹے بعد ان طیاروں کی پروازیں ختم ہو گئیں مخابرے (وائرلیس) پہ معلوم ہوا کہ چھاپہ ارگون کی طرف تھا۔
یہاں سے ہم صبح ۹ بجے ولسوالی کی دوسری سمت زنگی اڈہ (اڈہ مقامی لوگ بازار کو کہتے ہیں)، زنگی اڈہ بھی ولسوالی سے ۳۰ سے ۴۰ منٹ کی مسافت پہ ہے۔ یہ انتہائی خوبصورت علاقہ تھا اس میں سیب، خوبانی کے باغ اور گندم کی فصلیں دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ یہاں چاروں طرف اونچے پہاڑوں کے درمیان ایک صاف پانی کا نالہ بھی جاری رہتا ہے۔ یہاں پہنچ کر ہمیں اطلاع ملی کہ مجاہدین کا ایک قطعہ (جنگی لشکر) جنگ میں شرکت کے لیے روانہ ہے لہٰذا ہمیں یہاں ۵ دن انتظار کرنا پڑا۔ یہاں تمام مجاہدین چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں تقسیم ہو کر گرد و نواح کے گاؤں چلے گئے تاکہ کسی ایک گاؤں کے لوگوں پہ زیادہ بوجھ نہ پڑے اور دشمن کے کسی حملے سے نمٹنے میں مجاہدین کو مشکل در پیش نہ آئے۔

[34] یہاں کے لوگ انتہائی سادہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہ لوگ صبح ناشتہ نہیں کرتے صرف سبز چائے یا قہوہ پی کر اپنی زندگی کے کاموں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

[35] جدید امریکی طیارے جن میں مختلف قسم کا اسلحہ نصب ہوتا ہے۔

یہاں ہماری موٹر سائیکل (جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے) ہم سے آ ملی ہم رات مقامی لوگوں کے حجروں میں گزارتے اور صبح ناشتے کے بعد باغات کی جانب پہاڑوں کے درمیان بہتے صاف پانی کے نالے میں آجاتے، یہاں ہمارے ساتھی پورا دن گزارتے۔ یہاں ہم باغات میں بیٹھ کر تلاوت قرآن پاک، ذکرواذکار کا اہتمام کرتے اور اللہ سے فتح و نصرت کی دعائیں طلب کرنے کے ساتھ گپ شپ ہنسی مذاق بھی کرتے، دن مین ظہر سے قبل اس بہتے نالے میں نہاتے۔ یوں پانچویں دن ہم رات گزارنے ایک گاؤں میں گئے، مقامی لوگوں نے ہمارا اچھا استقبال کیا رات کھانے کے بعد گپ شپ ہوئی ان سے جنگ کی صورت حال پہ تبادلہ خیال ہوا، لوگوں نے ہمیں (مجاہدین کو) اپنی پر خلوص دعاؤں سے نوازا، پھر گھروں کو چلے گئے۔ پہرے والے بھائی پہرہ دینے لگے میزبانوں کے جانے کے کچھ ہی دیر بعد سب ساتھی سو گئے۔

ایک بجے کے قریب اچانک جیٹ طیاروں کی پروازیں شروع ہو گئیں۔ تمام ساتھی بیدار ہوئے اسی اثنا میں پیغام ملا کے کمین گاہ کی جانب جانا ہے، سب ساتھی جو کہ پہلے ہی سے تیار تھے، فوراً موٹر سائیکلیں اسٹارٹ کیں اور احتیاطاً ہیڈ لائٹ روشن کئے بغیر سفر شروع کیا۔ ابھی ہم ولسوالی کی پچھلی جانب تھے کہ دھماکوں اور فائرنگ کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ مخابرے پہ رابطہ کیا تو معلوم ہوا کہ دفاع والے ساتھی بندر قلعہ پر ان کو مصروف رکھنے کے لیے حملے کر رہے ہیں، خیر ہم نے سفر جاری رکھا۔ فجر سے ایک گھنٹہ پہلے ہم نے موٹر سائیکلیں روک لیں جیسے ہی تمام موٹر سائیکلیں وہاں پہنچی تو امیر صاحب نے تمام ساتھیوں کو مزید ۵ ٹولیوں میں تقسیم کیا اور ایک کے بعد ایک ٹولی کو آگے جانے کا کہا۔ یہاں سے آگے سفر پیدل تھا جو تقریباً ۱ گھنٹے کا تھا سو ہم سب نے باری باری چلنے لگے ابھی ہمارا گروپ آدھا سفر ہی طے کر پایا تھا کہ جیٹ طیاروں کے ساتھ AC130 کی پروازیں پھر شروع ہو گئیں، وہاں موجود امیر صاحب کے معاون نے سب کو منتشر ہونے کا امر دیا۔

یہ علاقہ تقریباً چاروں طرف دو دو کلو میٹر تک میدانی تھا مگر اس میں جابجا بڑی بڑی بوٹیاں (جھاڑیاں) تھیں تمام ساتھی دو دو ہو کر تقسیم ہو گئے اسی اثنا میں جیٹ طیاروں نے دو میزائیل فائر کیے، مخابرے پہ رابطہ کیا تو معلوم ہوا کہ الحمد للہ تمام ساتھی بخیر و عافیت ہیں۔ فجر کی نماز یہیں تیمم کر کے ادا کی اذکار راہ چلتے چلتے پورے کیے۔ ہم اپنی جگہ پہنچے تو تقریباً صبح کے ساڑھے پانچ ہو رہے تھے ڈرون طیاروں کی پروازیں مستقل جاری تھیں جیٹ طیارے بھی وقفے وقفے سے پروازیں جاری رکھے ہوئے تھے۔

کمین گاہ کے خدوخال:

تقریباً مختلف مقامات پہ رکتے چلتے آج ہم ۱۲/ ۱۳ دن بعد اپنی کمین گاہ پہنچے۔ یہ کمین گاہ ایک چھوٹے سے گاؤں میں پہاڑی سلسلوں کے درمیان تھی (اس گاؤں کو جنگ سے پہلے طالبان نے خالی کروالیا تھا تاکہ دوران جنگ گاؤں والوں کو جانی و مالی نقصان سے محفوظ رکھا جا سکے) اس میں تین جانب اونچے نیچے پہاڑ اور ایک جانب سیب کے باغات اور جوار کی فصلیں تھیں۔ فصلوں اور باغات سے ۱۰ میٹر پر ایک صاف پانی کا نالہ تھا جس میں پانی رواں تھا جبکہ کئی مقامات سے تازہ پانی کے چشمے جاری تھے۔ رات کو شروع ہونے والا پروازوں کا یہ سلسلہ شام کے وقت کہیں جا کر تھما۔ اس دوران تمام ساتھی "خذوا حذرکم" یعنی تم پر لازم ہے کہ احتیاط کرو کے حکمِ قرآنی پر عمل کرتے ہوئے تقسیم ہو کر رہے۔ پروازوں کے ختم ہونے کے بعد تمام مجاہدین جمع ہوئے امیر صاحب نے ہر گروپ کو ہدایات دیں اور ان کا مقام جنگ مقرر کیا۔ یہ کمین بندر قلعہ (فوجی مرکز) سے آنے والی رصد (امداد) کو روکنے کے لیے تھی۔ بندر قلعہ اور ولسوالی کے درمیان ۳ کلو میٹر کی فضائی مسافت تھی۔

کمین گاہ میں گروپوں کا تقرر:

اس مقام پر ہم ۱۰۰ سے ۱۲۰ ساتھی تھے جنہیں ۵ گروپوں میں تقسیم کیا گیا:

- اول گروپ قبلہ کی سمت پہاڑ کی چوٹی پر تھا۔ اس گروپ کا کام ترصد (ریکی) کرنا، دشمن کی نقل و حرکت کا جائزہ لینا تھا۔ اس گروپ میں پیکا، کلاشن، راکٹ، دوربین و دیگر ضروری سامان والے بھائی تھے۔
- دوسرا گروپ اسی پہاڑی کے دامن میں قبلہ سے بائیں جانب سڑک سے کچھ اوپر تھا۔ اس گروپ نے آنے والی کمک (مدد) کو روکنے کے لیے ہر اول دستے کا کردار ادا کرنا تھا، کسی بھی مشکل میں پھنس جانے کی صورت میں اول گروپ نے انہیں کوَر فائر (دفاع) دینا تھا۔ یہ گروپ بھی ضروری عسکری سامان سے لیس تھا۔
- تیسرا گروپ ۲۰۰ میٹر دور موڑ پر تھا۔ اس کا کام دوسرے گروپ کی ناکامی کی صورت میں کمین پہ حملہ کرنا تھا۔ اس گروپ میں بھی پیکا، راکٹ، کلاشن کے علاوہ ہشتاددو "RR82" اور دیگر عسکری سامان سے لیس بھائی موجود تھے۔
- چوتھا گروپ تیسرے گروپ سے ۲۰۰ میٹر کے فاصلے پہ ایک چھوٹی پہاڑی پر تھا ہم اسی گروپ میں شامل تھے ہمارے گروپ میں ہشتاددو، اینٹی ایئر کرافٹ (دوشکہ)، راکٹ و پیکا والے ساتھی تھے۔
- پانچواں گروپ ہم سے ۳۰۰ میٹر دور تھا اس گروپ میں زیکویک (اینٹی ایئر کرافٹ مشین) والی گاڑی اور راکٹ پیکا والے بھائی تھے۔

تمام گروپ آپس میں رابطے میں تھے۔ گروپوں کی تقسیم کے بعد سب لوگ اپنے اپنے مقامات پہ باری باری پہرہ دیتے رہے۔ فجر کے قریب فائرنگ اور دھماکوں کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ تمام مجاہدین مستعد (تیار) ہو گئے، مخابرے (وائرلیس) پہ رابطہ کیا تو معلوم ہوا کہ ہمارے تعرضی (اقدامی) گروپ نے ایک مورچے پہ حملہ کیا ہے جو تا حال جاری ہے۔ یہاں

موجود تمام بھائی اپنے تعرضی بھائیوں کے لیے ربِّ کعبہ سے فتح و نصرت کی دعائیں مانگنے لگے ،کچھ دیر بعد رابطہ کیا تو معلوم ہوا کہ بھائی مورچے کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ فجر کی نماز و اذکار سے فارغ ہوئے تو اطلاع آئی کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت سے مورچہ فتح ہو گیا اور مجاہدین اندر داخل ہو چکے ہیں جبکہ دشمن کے ۴ فوجی مردار ہوئے اور باقی جان بچا کر فرار ہو گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں امریکی لڑاکا جیٹ F16 اور AC130 طیارے آ گئے اور ولسوالی کے ارد گرد پہاڑوں پہ بمباری شروع کر دی، ہمارے مجاہدین مورچہ چھوڑ کر پیچھے آ گئے۔

کفری فوج کے طیاروں کی پروازیں دن بھر وقفے وقفے سے جاری رہیں۔ تمام مجاہدین اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے رہے۔ آج دوسرا دن تھا کہ کھانے پینے کو کچھ میسر نہ تھا سوائے اس پانی کے جو قریب ہی نالے میں بہہ رہا تھا۔ رات ۳ بجے کے قریب ولسوالی کے اطرف میں قائم مورچوں پر دوبارہ جنگ شروع ہوئی، جو تقریباً ۲ گھنٹے جاری رہی اور یہ مورچہ بھی اللہ رب العزت کی تائید سے فتح ہو گیا۔ مورچے میں موجود تمام عسکر (فوجی) واصل جہنم ہوئے اور ایک مرتبہ پھر طیارے فضا میں منڈلانے لگے اور میزائیل فائر کیے جو مفتوحہ پوستے (پوسٹ) پر گرے جس کے نتیجے میں ۶ مجاہدین جام شہادت نوش کر گئے (اناللہ وانا الیہ راجعون)۔

بمباری کے نتیجے میں پوستہ (دفاعی پوسٹ) مکمل تباہ ہو گیا۔

جہاد میری امت کی سیاحت (فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم):

یہ شدید گرمیوں کے دن تھے اور یہ علاقہ بھی سخت گرم تھا۔ آج ہمیں دو راتیں اور تیسرا دن تھا کچھ کھائے پیے بغیر، سبھی مجاہدین کا بھوک سے برا حال تھا مگر الحمدللہ کسی مجاہد نے یہ شکوہ نہیں کیا کہ کھانے کو کچھ نہیں ہے ،نہ ہی کسی نے اس پہ توجہ دی یا کھانے کے لیے کچھ مانگا۔ تمام مجاہدین صبر ِجمیلاً پہ عمل پیرا تھے۔ اگرچہ ان مجاہدین کو پیٹ پہ پتھر باندھنے کی نوبت نہ آئی مگر ان کے سامنے ان کے پیارے نبی ملحمہ ﷺ (جنگوں والے نبی) کی مبارک سیرت طیبہ تھی ۔غزوۂ خندق کے دن ہمارے پیارے صحابہ کرامؓ اور خود نبی ﷺ اپنے پیٹ پہ پتھر باندھ کر خندق کھودنے میں مصروف تھے کہ اللہ کے نبی ﷺ فتح کی بشارت دیتے ہیں۔ یہ بشارت صرف خندق کے دن کی نہ تھی بلکہ آئندہ کے لیے بھی تھی۔ سیرت طیبہ ﷺ کے اس پہلو سے ان مجاہدین نے یہ سبق حاصل کیا کہ آج کا تھوڑا سا صبر آئندہ کی فتح کا پیش خیمہ ثابت ہو گا ۔

تھوڑی دیر کو سوچئے ،غور کیجیے اور تصور کیجیے جب سر پر موت کے سائے منڈلا رہے ہوں ،موت کے پیغامبر ایک دو نہیں کئی قسم کے دجالی جیٹ، AC130 وڈرون سبھی گردش کر رہے ہوں تو کوئی حبِ دنیا رکھنے والا شخص بلکہ بغیر کسی مقصد کے جینے والا شخص اس ماحول میں لمحہ بھر رہنا گوارہ کرے گا؟ اگر کوئی شخص مجبوراًرہتا بھی ہے تو بالیقین وہ کم از کم ذہنی مریض بن جائے گا۔ مگر یہ ربِّ کائنات کا عظیم فضل ہے مجاہدینِ اسلام پر کہ وہ کفار کی اس ٹیکنالوجی کی پرواہ کیے بغیر نہ صرف زندگی گزار رہے ہیں بلکہ ہنسی خوشی، گپ شپ سیر و تفریح سبھی کچھ کر رہے ہوتے ہیں۔ ایسے ہی مناظر کا احوال آپ کو اس جنگ میں بھی پڑھنے کو ملے گا۔

ایک صحابیؓ اللہ کے نبی ﷺ سے پوچھتے ہیں، اے اللہ کے نبی ﷺ میں سیاحت کرنا چاہتا ہوں۔ محمد عربی ﷺ فرماتے ہیں ”جہاد کرو یہی میری امت کی سیاحت ہے۔“ (مفہوم حدیث)

یہ مجاہدین پہ اللہ کا انعام ہے کہ یہ پرنور چہرے جہاد کا اجر و ثواب بھی سمیٹتے ہیں اور دنیا کی لذتوں سے بھی بہرہ مند ہوتے ہیں۔

آج تیسرے دن تھا کہ ہم اپنی کمین گاہ میں بیٹھے تھے کہ امیر صاحب کا پیغام موصول ہوا کہ ایک فرد آکر کھانا لے جائے۔ یہ سن کر سب کے چہرے چمک اٹھے اور اللہ کا شکر ادا کرنے لگے ،ہر گروپ سے ایک ایک ساتھی گیا اور کھانا لیکر آ گیا کھانے میں ہر ساتھی کے لیے ایک روٹی تھی اور آدھا لیٹر لسی ۱۵ سے ۲۰ ساتھیوں کے لیے۔ سب ساتھیوں نے اللہ کا نام لے کر کھانا کھایا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر کچھ ساتھی مسجد میں اور کچھ وہیں قریبی باغات میں جا کر سو گئے۔ ظہر کی نماز سے قبل اکثر ساتھی بہتے نالے میں جا کر نہانے لگے نہانے سے فارغ ہو کر نماز ظہر ادا کی، تلاوت قرآن کریم سے فارغ ہوئے تو سبز چائے اور قہوہ تیار کیا اور پھر انصار مجاہدین بھی ہمارے پاس آ گئے۔ ہم سب مل کر گپ شپ ہنسی مذاق کرنے لگے یہاں تک کے عصر کا وقت ہو گیا۔ عصر کی نماز باجماعت ادا کی تلاوتِ قرآن و شام کے اذکار کا سلسلہ شروع ہوا جو مغرب تک جاری رہا، مغرب کے بعد پیغام ملا کہ آکر کھانا لے جائیں۔ رات کو بھی ایک روٹی تھی البتہ لسی کی جگہ ملائی کا ایک ڈبہ تقریباً ۱۰ سے ۱۲ ساتھیوں کے لیے تھا۔ اس کے بعد ہر روز سوکھی روٹی آ جاتی، یہ روٹی کبھی آدھی ہوتی کبھی پوری ہوتی، کبھی ان کے ساتھ ملائی اور لسی ہوتی اور کبھی یہ بھی میسر نہ ہوتی۔ رات کھانے کے بعد کچھ دیر مجاہدین محفل کرتے[36] ۔ محفل کے اختتام پر اپنی اپنی جگہ جا کر پہرے داری کرتے۔ تیسری رات بغیر جنگ کے گزری ،اس رات مجاہدین نے تعرض (اقدامی حملہ) نہیں کیا۔

کمک (مدد) کی آمد:

چوتھے دن ہم ظہر کے معاملات سے فارغ ہوئے تو پہاڑی کی چوٹی پہ بیٹھے مجاہدین نے ترصد (ریکی) دی کہ بندر قلعہ سے کمک (امدادی قافلہ) نکل رہا ہے، جو کے ۱۰ سے زیادہ ٹینکوں پر مشتمل ہے۔ تمام مجاہدین اپنے اپنے مورچوں پہ مستعد ہو گئے، تقریباً ایک گھنٹے بعد ٹینکوں کا

[36] محفل سے مراد یہ کہ مجاہدین آپس میں احادیث، جہادی واقعات، ترانے سناتے اور آپس میں ایک دوسرے کو نصیحت کرتے ہیں۔

قافلہ ہمارے بڑے اسلحے کی زد میں آگیا۔ پہلے دونوں گروپوں نے ٹینکوں کو قریب آتا دیکھ کر پیکا اور راکٹ کے فائر کھول دیے جبکہ ہماری کمین گاہ سڑک کے سامنے ایک چھوٹی پہاڑی پہ تھی اور دشمن کے ہمارے چھوٹے اسلحے کی زد سے باہر ہونے کی وجہ سے ہم نے فائر نہ کیے، البتہ ہمارے گروپ میں موجود ایک انصار مجاہد (یہ بھائی بعد میں اسی جنگ میں شہید ہو گئے تقبلہٗ اللہ) جو کہ دوشکہ پر تھے انہوں نے اینٹی ائیر کرافٹ گن سے دشمن پہ فائر کھول دیا جس سے فوج کا مرکزی ٹینک ہدف بنا اس ٹینک میں بندر قلعہ (فوجی مرکز) کا کمانڈر زخمی ہوا اپنے افسر کی حالت دیکھ کر ملی آرمی کے فوجی بوکھلا کر واپس فرار ہو گئے، ان کا افسر بعد میں اسی دن زخموں کی تاب نہ لا کر واصلِ جہنم ہوا، علاوہ ازیں تین دیگر فوجی بھی زخمی ہوئے۔ الحمدللہ، اللہ کی مدد و استعانت سے مجاہدین نے دشمن کے اس قافلے کو شکست سے دوچار کیا۔

امدادی قافلوں کا ذکر چل نکلا تو پہلے دیگر امدادی قافلوں کا ذکر کرنا بھی مناسب سمجھوں گا۔

ارگون و سروبی کے امدادی قافلے:

سروبی و ارگون ولسوالیاں، گومل ولسوالی کے شمال جنوب میں واقع انتہائی اہم ولسوالیاں ہیں ۔ان ولسوالیوں میں افرادی قوت کے ساتھ مادی وسائل بھی بھرپور ہیں ۔یہ ولسوالیاں شمالی وزیرستان کے بارڈر سے قریب ہیں۔

ایک دن اطلاع آئی کہ سروبی و ارگون سے مشترکہ طور پہ 200 سے زائد ٹینکوں کا قافلہ نکل کر گومل ولسوالی کی مدد کے لیے روانہ ہوا ہے، ابھی یہ قافلہ اپنے علاقوں سے تھوڑا دور ہی نکلا تھا کہ مجاہدین کی بچھائی ہوئی مائنیں دشمن کی ہموی (Humvee) گاڑیوں پر پھٹ پڑیں جس کے نتیجے میں دشمن کا امدادی کاروان رک گیا۔ ابھی یہ کاروان حالات کو کچھ سمجھ بھی نہ پایا تھا کہ ان کی تاک میں بیٹھے اللہ کے شیروں نے تکبیر کے نعروں کے ساتھ ان پہ دھاوا بول دیا۔ یہ جنگ تقریباً دو دن جاری رہی، دشمن نے فضائی بمباری بھی کر دیکھی، مگر مجاہدین نے ان کو ایک انچ آگے نہ بڑھنے دیا۔ مجموعی طور پر اس جنگ میں دشمن کے 8 ٹینک مکمل تباہ ہوئے، 45 کے قریب فوجی مردار ہوئے اور اس سے کئی زیادہ زخمی ہوئے۔ اس گھمسان کی جنگ میں ۳ مجاہدین کو ربِّ کعبہ نے شہادت کے اعلیٰ رتبے پہ فائز کیا جبکہ ۷ مجاہد زخموں سے بدن گلزار کر پائے، باقی تمام مجاہدین کو رب کعبہ نے اجر و غنیمت سے نوازا۔ الحمدللہ (نحسبه كذالك والله حسيبه ، ہمارا ان کے بارے میں یہی گمان ہے اور اصل واقفِ حال تو اللہ ہی ہے۔)

ہتھیاروں پہ ناز:

اسے ہتھیاروں پہ ناز بہت
پر اس کو یہ معلوم نہیں
کہ میرے خالی ہاتھوں سے
سب زنجیریں کٹ جائیں گی

دشمن نے جب دیکھا کہ اس کی ساری ٹیکنالوجی، ساری افرادی قوت ناکامی و نامرادی کی بھینٹ چڑھ گئی۔ وہ ہتھیار جن پہ اسے بہت ناز تھا اس کے کسی کام نہ آئے تو اس نے آخری حربہ استعمال کرنا شروع کیا۔ مجاہدین کو شکست دینے اور پسپا کرنے کے لیے دشمن نے زمینی جنگ میں ناکامی کے بعد فضائی جنگ کا آغاز کیا، شاید کے وہ یہ سمجھے مجاہدین فضائی جنگ کا سامنا نہیں کر پائیں گے مگر انہیں کیا معلوم مجاہدین جس آفاقی دین پہ ایمان رکھتے ہیں اس کا رب تو ان کی ٹیکنالوجی اور ایجادات سے کہیں اعلیٰ و ارفع ہے بلکہ ہمارا ہی نہیں ان کا رب[37] بھی وہی ذاتِ برحق ہے، جس کے دین کے لیے یہ مجاہدین سر ہتھیلی پہ لیے نکلے ہیں۔

دشمن نے اپنی ناکامی کو چھپانے کے لیے F16،AC130 جنگی جہاز، جاسوسی طیاروں اور ہندوستانی ساختہ طیاروں سے مجاہدین پہ بمباری شروع کر دی۔ وہ سمجھے کہ شاید یہ لوگ سروں پہ منڈلاتی موت سے ڈر جائیں گے اور پسپائی اختیار کر لیں گے لیکن دشمن یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ سر پھرے...اسلام کے محافظ، قرآن کے حامل اور سنت کے وارث ہیں!

چوتھی رات مجاہدین نے پھر ایک تعرضی (اقدامی حملہ) شروع کیا لیکن پہلے کی نسبت اب فوراً ہی فضائی بمباری شروع ہو گئی جس کی وجہ سے مجاہدین دشمن کی چال سمجھ گئے اور پیچھے ہٹ گئے۔ یہ رات گزری تو مجاہدین نے اپنی حکمت عملی میں تھوڑی تبدیلی کی اور بڑے اسلحے، جس میں ہاون (مارٹر)، ہفتاد پنج/RR75، کاتیوشا راکٹ (BM) شامل ہیں، اس سے ولسوالی اور بندر قلعہ و دیگر پوسٹوں پر حملے شروع کر دیے۔ ان حملوں کا مقصد دشمن کو تنگ کرنا، دشمن پہ ذہنی و نفسیاتی دباؤ کو بڑھانا اور دشمن کی توجہ کو منتشر کرنا تھا۔ اس حملے کا ایک سبب دشمن کے اسلحے کو ضائع کروانا بھی ہوتا ہے کیونکہ جب مجاہدین ایک بی. ایم یا ہاون فائر کرتے ہیں تو دشمن جواباً اندھا دھند فائر شروع کر دیتا ہے جس سے دشمن کو مالی طور پہ کافی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

دشمن کی فضائی بمباری کا ایک مقصد یہ بھی ہوتا کہ وہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے ولسوالی سے زخمی اور لاشیں اٹھاتے اور راشن پھینک کر چلے جاتے ہیں۔ جیسے ہی ہیلی ولسوالی کے قریب پہنچتے مجاہدین زیکویک سے ان پہ فائر شروع کر دیتے کئی مرتبہ دشمن کے ہیلی کاپٹر بغیر مدد پہنچائے واپس چلے جاتے۔ کئی مرتبہ ناکامی کے بعد دشمن نے یہ چال چلی کہ جب کبھی بھی لاشیں اٹھانی ہوتیں یا رسد راشن وغیرہ دینا ہوتا تو ہیلی کے ساتھ ساتھ فضاء میں ڈرون طیارے بھی اسے کوَر (دفاع) دینے آ جاتے اس صورت حال سے مقابلہ کرنے کے لیے مختلف اطراف سے زیکویک والے ساتھی ہیلی پہ فائر کرتے۔

[37] یہ ایک الگ بات ہے کہ وہ اس کا شعور نہیں رکھتے۔

اگلے دن امریکی جاسوسی ڈرون قدرے زیادہ تھے۔ عصر کے قریب ڈرون طیاروں کی تعداد پانچ ہوگئی اور ان کی پرواز بھی بہت نیچے تھی جو مختلف حلقوں میں گھوم رہے تھے۔ اس طرح کی صورت حال اکثر خطرے کی گھنٹی ہوتی ہے چنانچہ مجاہدین ہر قسم کی صورت حال کے لیے ذہنی طور پہ تیار تھے۔ مغرب کے قریب کا وقت تھا ایسے میں وائرلیس سیٹ پر ہیلی کاپٹروں کے آنے کی خبر موصول ہوئی۔ مجاہدین نے اپنی جگہیں سنبھال لیں، جب ہیلی رینج میں آئے تو سب سے پہلے زیکو یک والے بھائیوں نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کرتے ہوئے فائر شروع کر دیا ، مگر وہی ہوا جس کا امکان موجود تھا یعنی ہیلی کی مخالف سمت سے ڈرون نے میزائل فائر کیے جو گاڑی پہ لگے (زیکو یک گاڑی میں نصب تھی) اس کے قریب ہی ایک موٹر سائیکل بھی تھی جو اس میں نشانہ بنی جس کے نتیجے میں ۹ مجاہدین جن میں ۷ انصار اور ۲ مہاجر تھے شہادت کے اعلیٰ رتبے پر فائز ہوئے۔ (نحسبه كذالک والله حسیبه)

امریکی و ہندوستانی ساختہ طیاروں کی بمباری:

یہ بات ہمیں واضح رہنی چاہیے کہ اس صلیبی جنگ کے مہرے صرف امریکہ اور نیٹو ہی نہیں بلکہ وہ اسلام دشمن ممالک اور حکومتیں بھی ہیں جو رسماً نیٹو کا حصہ نہیں جیسے پاکستان کی حکومت و فوج۔ بلکہ ہندوستان کی مشرک حکومت بھی اس جنگ میں نیٹو سے بڑھ کر حصہ لے رہی ہیں ۔ نیٹو کے کئی ممالک جو اس جنگ میں بڑی دھوم دھام سے کودے تھے آج اپنے تابوتوں اور زخمیوں سمیت گھر کو لوٹ چکے ہیں اور ان کے بقایاجات نشانِ عبرت بن چکے ہیں... مگر پاکستان و بھارت کی وفاداریاں آج بھی امریکہ کے ساتھ ہیں۔ جہاں اس جنگ میں ہندوستانی حکومت مالی وسائل کے ساتھ شریک ہے وہیں اس کی فوج افغان ملی آرمی کو عسکری ٹریننگ بھی دیتے ہیں اور ہندوستانی آرڈیننس فیکٹریوں کے ساخت کردہ طیارے جو افغان ملی آرمی کے پاس ہیں، اس جنگ میں بمباریاں بھی کرتے ہیں۔ گومل جنگ میں بھی ہندوستانی ساختہ طیارے جنگ میں شریک رہے۔

خیر...ڈرون طیاروں کی پروازیں مسلسل جاری تھیں دو پوسٹوں کی فتح کے بعد مجاہدین ولسوالی کے قریب پہنچ چکے تھے جبکہ ہمارے دن بھر کے معمولات برابر جاری تھے آج جنگ کو چھٹا دن تھا، اور ہم دن بھر انتظار میں رہے۔ ظہر کی نماز ادا کی تلاوت قرآن پاک سے ابھی فارغ ہوئے ہی تھے کہ سر پہ امریکی و ہندوستانی ساختہ طیارے ایک بار پھر پرواز کرنے لگے ان کی کان پھاڑ دینے والی آواز سینوں کو بھی دہلا رہی تھی۔ جنگی کماندان نے وائرلیس پر تمام مجاہدین کو معمول کے مطابق منتشر ہونے اور دو دو کی ٹولیوں میں بٹ جانے کے احکامات دئے۔ تمام مجاہدین "حسبنا اللہ و نعم الوکیل... نعم المولیٰ و نعم النصیر" کا ورد جاری رکھے ہوئے تھے۔ اللہ نے مجاہدین کے دلوں کو ثبات و قرار عطا کیا، تقریباً ۱۰ منٹ کی پرواز کے بعد ہندوستانی جنگی طیاروں نے ولسوالی کی جانب یکے بعد دیگرے ۳ میزائیل تھوڑے تھوڑے وقفے سے فائر کیے جس کے نتیجے میں ۷ مجاہدین نے جام شہادت نوش کیا (تقبلہم اللہ)۔

اس کے بعد ہندوستانی ساختہ طیارے نے ایک میزائیل ہماری کمین گاہ کی طرف ایک کمرے پہ مارا جہاں کچھ دیر پہلے تک ۱۰ مجاہدین موجود تھے جب میزائیل داغا گیا۔ کمرہ اس وقت خالی تھا اور کمرے میں کھڑی موٹر سائیکل کو جزوی نقصان پہنچا۔ اس کے تین منٹ بعد ہندوستانی ساختہ طیارے نے ایک اور میزائل کمرے سے نیچے مارا جو باغ کے قریب لگا اس باغ میں اس وقت ۵۰ سے زیادہ مجاہدین موجود تھے مگر مارنے والوں سے بچانے والا بڑا ہے تمام مجاہدین محفوظ رہے۔ حسبنا اللہ و نعم الوکیل ... نعم المولیٰ و نعم النصیر...ہمارے لیے اللہ ہی کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔ کیا ہی بہترین ہمارا مولا ہے اور کیا ہی بہترین ہماری مدد کرنے والا ہے۔

آٹھویں دن مجاہدین کے مسئول نے جانی نقصان کے پیشِ نظر یہ طے کیا کہ افرادی قوت کم کی جائے، اس لیے انہوں نے ہر ٹولی کو دو دن کے آرام کے لیے پیچھے بھیج دیا تا کہ مجاہدین تر و تازہ ہو جائیں۔ پہلا گروپ انصار مجاہدین کا آرام کرنے گیا جو دو دن بعد واپس آگیا۔

یہ دن انتہائی سخت اور آزمائش سے پُر تھا اس صبح چھ بجے سے ہی ڈرون فضا میں نچلی پرواز کرنے لگے۔ تمام مجاہدین کو مورچوں سے ہٹا کر الگ الگ اکیلے رہنے کا امر دیا گیا۔ تمام مجاہدین منتشر ہو گئے۔ پورا دن کسی نے جھاڑیوں میں کسی نے پہاڑی دروں میں تو کسی نے بہتے نالے کے آس پاس پناہ لی۔ اس دوران بھی مجاہدین کی ترتیب ایسی تھی کہ اگر دشمن زمینی طور پر آ بھی جاتا تو ایک مرتبہ پھر مار کھاتا۔ لیکن دشمن کو اس کی ہمت ہی نہیں ہوئی اس دن پانی سے صرف ۱۰ میٹر دور ہونے کے باوجود خطرے کے سبب ظہر و عصر کی نمازیں تیمم کر کے ادا کیں۔

مغرب کے وقت ڈرون گیا تو تمام مجاہدین جمع ہوئے تو امیر صاحب نے تمام بھائیوں کو ہدایات دیں کہ ڈرون کی موجودگی میں اپنا اسلحہ چھپا کے رکھیں، اکیلے اکیلے رہیں ڈرون کی موجودگی میں حرکت نہ کریں۔ ابھی ۳۰ منٹ ہی گزرے تھے کہ ڈرون کی پروازیں پھر شروع ہو گئیں تمام مجاہدین وہ علاقہ چھوڑ کر پہاڑ کی پچھلی جانب ولسوالی کی طرف چلے گئے دراصل اس مرتبہ ڈرون کے ساتھ AC130 بھی تھا اور یہ صورتحال چھاپے کی تھی اس لیے ہم نے اپنا علاقہ چھوڑ دیا تھا رات کو ۱۰ بجے ڈرون نے ہمارے سروں کے اوپر پرواز کرتے ہوئے دو میزائیل ولسوالی کی جانب فائر کیے۔ وائرلیس کے ذریعے معلوم ہوا کہ ۶ مجاہدین شہید ہوئے۔ اللہ ان شہداء کی شہادتوں کو قبول فرمائیں، آمین۔

آج جنگ کا دسواں دن تھا۔ امیر صاحب نے ہمیں رخصت کیا کہ ہم بھی دو دن آرام کر کے واپس آئیں۔ ہم لوگ پیچھے آ گئے یہاں مخابرے پہ تمام صورت حال سے ہمیں آگاہی ہوتی رہی۔ اس دن ہم بقدر امن کی جگہ میں تھے۔ مخابرے کے ذریعہ معلوم ہوا کہ ڈرون اور جیٹ طیاروں کے ساتھ ہیلی کاپٹر بھی جنگ کی جگہ پر شیلنگ کرتے رہے جس میں کئی دیگر مجاہدین بھی حیات جاوداں پا گئے (اللہ ہمیں ان کے ساتھ فردوس الاعلیٰ میں اکٹھا فرمادیں)۔ دراصل

دشمن بہت کمزور ہو چکا تھا اوران کی زمینی مدد مہینوں سے منقطع تھی۔ مجاہدین نے ان کو ہر طرف سے محاصرے میں لے رکھا تھا، کہیں بھاگنے کا رستہ نہ تھا، یہی وجہ تھی جس کے سبب دشمن فضا سے زور لگا رہا تھا کہ کسی طرح بچے کھچے خستہ حال فوجیوں کو بچا کر لے جانے میں کامیاب ہو جائے۔

اگلے دن یعنی جنگ کے گیارہویں دن جب ہم نے واپس جانا تھا معلوم ہوا کہ طیارے ولسوالی اور کمین گاہ پہ اندھا دھند بمباری کر رہے ہیں یہ دن جنگ کا سخت ترین دن تھا۔ اس دن بہت سے مجاہدین شہید ہوئے اور کئی ایک زخمی ہوئے۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کا کوئی انتظام نہ تھا، نہ ہی انہیں اٹھانے کا کوئی بندوبست تھا، نہ ہی فضا اس کی اجازت دے رہی تھی کہ مجاہدین حرکت کریں کیونکہ بمباری اور طیاروں کی پروازیں مستقل جاری تھیں اور حرکت کی صورت میں مزید نقصان کا اندیشہ تھا جو زخمی خود چل سکتے تھے چل کر نکل گئے، کوئی زخمی حالت ہی میں دو دن بعد پہنچا اور کوئی تین دن بعد پہنچا انہوں نے بتایا کہ ولسوالی کی جانب ۲۲ شہداء ہیں کچھ کی نعشیں سلامت ہیں کچھ ٹکڑوں میں بٹے ہوئے ہیں کچھ کو کفن میسر آیا کچھ کو قبر بھی نہ ملی اور اس جنگ میں ایک اللہ کی راہ کا مجاہد ایسا بھی ہے جو سخت ترین بمبار کے نتیجے میں شہید ہوا اور آج تک اس کا کوئی نشان بھی نہ ملا!

اس ساری صورتحال کے باوجود ہمارے ساتھی واپس گئے جب قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ ہماری کمین گاہ پر بھی شدید بمباری کی گئی جس کے نتیجے میں ۱۴ مجاہدین شہید ہوئے۔ (نحسبه کذالک والله حسیبه)

اس کے بعد ہمارے امیر صاحب نے تمام مجاہدین کو کمین گاہ کو چھوڑنے کا حکم دیا۔ جب ہم نے کمین گاہ خالی کر دی تو اگلے دن معلوم ہوا کہ بزدل دشمن نے رات کی تاریکی میں موقع غنیمت جان کر ولسوالی اور اس میں موجود گاڑیوں کو آگ لگا کر ولسوالی خالی کرنے میں عافیت جانی اور بہت سامال بھی چھوڑا جو مجاہدین کو بطورِ غنیمت ملا۔ اگلے دن طیارے نہ تھے مجاہدین نے جا کر غنیمت سمیٹی اور بارود لگا کر ولسوالی کو تباہ کر دیا باقی ماندہ عمارت کو آگ لگا دی اور تباہ شدہ سامان کباڑ کے داموں بیچا۔ ولسوالی کی فتح ہمارے لیے بہت بڑی خوشخبری تھی ہر زبان پہ الحمدللہ کی صدا تھی۔ کوئی شکرانے کے نوافل ادا کر رہا تھا کوئی آپس میں مبارک باد دینے میں مصروف تھا۔ دو میں سے ایک کامیابی کا وعدہ جو اللہ رب لعزت نے قرآنِ کریم میں کیا سچ ثابت ہوا، کچھ مجاہدین شہادت پا کر اللہ کے دربار میں کامیاب ٹھہرے اور باقی مجاہدین کو اللہ نے اجر و ثواب اور غنیمت کے ساتھ فتح یاب کیا۔

اپنے پیاروں کی جدائی کا غم فطری عمل ہے...ایک طرف جہاں اپنوں کی شہادتیں دلوں کو افسردہ کیے ہوئے تھیں وہیں قرآن پاک کی یہ آیت دل کو قرار دے رہی تھی۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ○ (سورة آل عمران: ۱۶۹)

''ان لوگوں کو مردہ خیال نہ کرو جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور اللہ کے ہاں اپنا رزق پا رہے ہیں۔''

دوسری جانب فتح پر مجاہدین شاداں و فرحاں تھے۔ ان کی خوشی ان کے غم پہ بھاری تھی کیونکہ ان کے شہداء کا خون رنگ لے آیا تھا۔ اللہ رب العزت نے فرعونِ وقت کے حواریوں کو مجاہدین کے ہاتھوں ذلیل و رسوا کیا۔ ان کی خوشی اس لیے غالب تھی کہ وہ خود بھی فمنهم من قطى نحبه و منهم من ينتظر[38]...کے راہی تھے۔

آخر کلام یہ کہ یہ میری جہادی زندگی کی طویل ترین جنگ تھی، جو تقریباً ۲۵ دن جاری رہی جس میں ۲۷ مجاہدین شہید ہوئے جبکہ دشمن کے مجموعی طور پر دس ٹینک تباہ ہوئے، ۶۵ سے زیادہ فوجی قتل اور درجنوں زخمی ہوئے۔ اس جنگ میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے مجاہدین کو ابدی جنتوں کا مستحق ٹھہرایا اور بہت سے مجاہدین کو فتح یاب کیا۔ اللہ شہداء کی شہادتوں کو قبول فرمائیں ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائیں اور ان شہداء کے خون کو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام کا ذریعہ بنائیں، آمین۔

پیغامِ شہداء:

ہمارا خوں بھی شامل ہے تزئین گلستاں میں
ہمیں بھی یاد کر لینا چمن میں جب بہار آئے

◆◆◆◆◆

بقیہ: کھلی آنکھوں سے حوریں دیکھنے والے...

اگر ہم غور کریں تو کائنات اور کائنات میں موجود ہر ایک چیز کی تخلیق میں اللہ رب العزت کی نشانیاں ہیں۔ پھر جب ہم اس پاکیزہ راستے جہاد فی سبیل اللہ کی طرف دیکھتے ہیں... وہ راستہ جو انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا راستہ ہے۔ تو اس راستے میں ہر مجاہد کو اللہ تعالیٰ کی نشانیاں واضح نظر آتی ہیں۔ بس ایک مسلمان کے لیے صرف اس راستے میں قدم رکھنے کی دیر ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس راستے میں ثابت قدمی دیں اور اپنے دین کے دشمنوں کے خلاف ہماری مدد و نصرت فرمائیں، آمین۔

[38] ''ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے اور کچھ منتظر ہیں۔''

کھلی آنکھوں سے حوریں دیکھنے والے...

خیر الدین درانی

آج دنیا بھر میں مٹھی بھر مجاہدین اللہ کے دین کے دفاع، شریعت کے نفاذ اور اپنی مظلوم امت کی نصرت کی خاطر وقت کے جابروں اور ظالموں کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ میں مصروفِ عمل ہیں۔ یہ مجاہدین اس بے سروسامانی کی حالت میں صرف اور صرف اللہ ربّ العزت پر توکل کرتے ہوئے اس مبارک عمل میں اپنا حصہ ڈال رہے ہیں اور میدان میں آگے بڑھ رہے ہیں۔ ان کے راستے رُکاوٹوں اور خطرات سے پُر ہیں لیکن یہ سب آزمائشوں، تعداد اور وسائل کی قلت کے باوجود کفار کے بڑے بڑے لشکروں کے سامنے امت کا خطِ اول بن کر بند باندھے کھڑے ہیں۔ تعداد کی کمی اور وسائل کی قلت ان کے فولادی جذبوں کو ختم نہیں کر سکی۔ کیونکہ یہ تو اللہ رب العزت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے کہ اکثر اوقات مٹھی بھر جماعت کفار کی بڑی بڑی جماعتوں پر غالب آجاتی ہیں۔ افغانستان کی سرزمین پر امارت اسلامیہ کے مجاہدین کی فتح اور ان کے مقابل وقت کی سُپرپاور امریکہ سمیت نیٹو افواج کی شکست اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ○ (سورۃ البقرۃ:۲۴۹)

”نجانے کتنی چھوٹی جماعتیں ہیں جو اللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں پر غالب آئی ہیں، اور اللہ ان لوگوں کا ساتھی ہے جو صبر سے کام لیتے ہیں۔“

زیرِ نظر مضمون میں اللہ تعالیٰ کی نشانی اور نصرت کے چند واقعات لکھے جا رہے ہیں۔ ان واقعات میں کسی بڑے معرکے کی روداد نہیں بلکہ چھوٹے چھوٹے قصے ہیں جن کے تذکرے سے ایمان کو تقویت ملتی ہیں۔

سرزمین افغانستان میں جاری صلیبی جنگ کے اٹھارہ سال بیت گئے۔ اس جنگ میں امریکہ نے ہر قسم کی طاقت کا استعمال کرتے ہوئے یہ کوشش کی ہے کہ اس سرزمین میں روشن جہاد و شریعت کی شمع کو بجھایا جائے۔ مگر یہ ظالم و جابر دشمن اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود شکست خوردہ ہیں اور مجاہدین اللہ رب العزت کی نصرت کے سہارے فتح کے راستے پر گامزن۔ اسی جنگ کا ایک حربہ جو دشمن مجاہدین کو زندہ پکڑنے یا شہید کرنے کے لیے استعمال کرتا ہے وہ رات کے چھاپے ہیں۔ رات کے چھاپوں میں مجاہدین بقدرِ استطاعت اپنے دفاع اور دشمن کو نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ لیکن بزدل دشمن ہمیشہ اپنی فضائی قوت کو بروئے کار لاتے ہوئے مجاہدین اور مسلمان عوام پر حملہ آور ہوتا ہے۔ مجاہدین مجبوراً اپنی اور عوام کی حفاظت کی خاطر جنگ کو ترجیح دینے کے بجائے حفاظت کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ اس مکار دشمن کا چھاپے کے دوران جب بھی مجاہدین کے ساتھ سامنا ہوا ہے تو ذلت و رسوائی اس کا مقدر بنی ہیں۔ ابھی حال ہی میں صوبۂ بادغیس کے ایک علاقے پر امریکی اور افغانی کمانڈوز نے مشترکہ رات کے وقت فضائی چھاپہ مارا۔ الحمدللہ، اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے مجاہدین نے ان پر گھات لگائی جس کے نتیجے میں چھتیس (۳۶) افغانی کمانڈوز ہلاک ہوئے اور سولہ (۱۶) کمانڈوز کو مجاہدین نے زندہ گرفتار کیا اور کثیر تعداد میں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو غنائم سے نوازا۔ افغان کمانڈوز کی لاشیں تین دن تک دھوپ میں سڑتی رہیں جو کہ بعد میں ریڈ کراس کے ذریعے حکومت کے حوالے کی گئیں۔

امریکی چھاپے میں مجاہدین کی حفاظت

چھاپے کے دوران مجاہدین اپنی حفاظت کے لیے مختلف تدبیریں اختیار کرتے ہیں۔ جن میں سے ایک ”کاریز“ میں پناہ لینا ہے۔ مختصراً کاریز زیرِ زمین کنوؤں کے نظام کو کہتے ہیں جس میں پانی نالیوں میں بہتا بہتا سطحِ زمین تک آتا ہے۔ نالیوں کی چوڑائی اور لمبائی پانی کی ضرورت کے مطابق عموماً اتنی ہوتی ہے جس میں خطرے کے وقت ایک انسان آرام سے چل سکتا ہے۔ انہی کاریزوں کو مجاہدین چھاپے کے دوران اپنی حفاظت کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

ایک مجاہد ہیں، جو استشہادی کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کے گاؤں پر کچھ عرصہ پہلے امریکی اور افغانی فوج نے مشترکہ فضائی چھاپہ مارا۔ استشہادی مجاہد سمیت چار مجاہدین دشمن کے گھیرے میں آگئے۔ جب امریکیوں نے ہیلی کاپٹروں سے فوجیوں کو اتارا تو یہ مجاہدین اپنی حفاظت کی خاطر کاریز میں گھس گئے۔ فوجی کاریز کے قریب گئے لیکن ایک فوجی میں بھی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ مجاہدین کا پیچھا کرتے ہوئے کاریز میں گھس جائے۔ اسی لیے مجبوراً دشمن نے کیمیکل گیس کے شیل اندر پھینکے جس کی وجہ سے یہ چاروں مجاہدین بے ہوش ہو گئے۔ مجاہدین کے بے ہوش ہونے کے باوجود دشمن اتنی ہمت نہیں کر سکا کہ اس تنگ کاریز میں گھس جائے۔ امریکی اور افغانی کمانڈوز مایوسی و ناکامی کی تصویر بنے رہے اور چھاپہ ختم کرکے واپس چلے گئے۔

عوام اسی انتظار میں تھی کہ مجاہدین کاریز سے باہر نکلیں گے۔ لیکن ایک دو گھنٹے گزرنے کے باوجود مجاہدین باہر نہ نکلے۔ تب عوام کو خطرہ محسوس ہوا اور انہوں نے کاریز میں مجاہدین کو ڈھونڈنا شروع کیا لیکن ڈھونڈنے کے باوجود مجاہدین نہ مل سکے۔ پورے علاقے میں یہ غم بھری خبر پھیلی کہ چاروں مجاہدین کو دشمن گرفتار کرکے لے گیا ہے۔ یوں اس واقعے کو ۱۴ دن گزر گئے، جب ایک دن اسی کاریز سے چار بندے نیم مدہوشی کی حالت میں باہر نکلے۔ یہ وہی مجاہد تھے جو چھاپے کے دوران اسی کاریز میں چھپ گئے تھے اور ۱۴ دن تک بے ہوش رہیں۔ عوام نے ان کو ڈھونڈنے کے لیے ساری کاریز چھان ماری لیکن جس جگہ یہ مجاہد سو رہے تھے وہاں تک نہ پہنچ سکے۔ یوں اصحابِ کہف کے پیرو، اللہ کے یہ مجاہد بندے بغیر کسی غم و فکر کے، بغیر

کھائے پیے، ۱۴ دن تک سوئے رہے اور جب ہوش میں آکر کاریز سے باہر نکلے تب ان کو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ۱۴ دن تک ان کو سلائے رکھا تھا۔

مجاہد کو شہادت سے قبل حوریں نظر آئیں

شہید حافظ قربانی رحمہ اللہ کا تعلق افغانستان کے صوبۂ فراہ سے ہے۔ فراہ کے مجاہدین کارروائی کے دوران مخابرے پر ہونے والے رابطہ کاری کی ریکارڈنگ کرتے ہیں تا کہ اگر خدانخواستہ کارروائی ناکام ہو جائے تو بعد میں ریکارڈنگ کے ذریعے غلطی کی نشاندہی ہو سکے۔ ایسی ہی ایک کارروائی کے دوران مخابرے پر مجاہدین کے مابین ہونے والی گفتگو کی ریکارڈنگ سننے کو ملی، جو کہ پہلے سے انٹرنیٹ پر موجود ہے۔ مجاہدین شدید لڑائی کے دوران ایک دوسرے کے ساتھ مخابرے پر بات کر رہے تھے......

مجاہد: 'ہمارے پاس گولیاں کم ہو رہی ہیں'۔

مجاہد اکرام: 'گولیوں کی فکر نہ کرو ان شاءاللہ، اللہ کی نصرت ہمارے ساتھ ہے۔ بس ذکر و اذکار کرو'۔

حافظ قربانی: 'حوریں آگئیں، حوریں آگئیں، میرے سر کے اوپر چکر کاٹ رہی ہیں!......بہت زیادہ گولیاں برس رہی ہیں'۔

مجاہد اکرام: 'حافظ صاحب کیا کہہ رہے ہو؟'

حافظ قربانی: 'اکرام! واللہ... اللہ کی قسم! حوریں آگئی ہیں اور میرے سر کے اوپر چکر کاٹ رہی ہیں'۔

مجاہد اکرام: 'حافظ صاحب ذکر و اذکار کرو، ذکر و اذکار کرو'!

اور اتنے میں ایک زوردار دھماکے کی آواز آتی ہے، ایک مجاہد مخابرے پر کہتا ہے کہ 'ڈرون نے میزائیل مارا ہے اور حافظ صاحب کو لگا ہے'۔

یوں حافظ قربانی رحمہ اللہ حوروں کی آغوش میں اس جہانِ فانی کو خیر باد کہتے ہوئے اَبدی جنتوں کی طرف پرواز کر جاتے ہیں۔ شہید حافظ قربانی جیسے ایمان افراز واقعات ہمیں اسلاف کی سیر توں اور 'مشارع الاشواق'[39] میں پڑھنے کو ملتے ہیں لیکن آج ہم ان واقعات کا خود جہاد فی سبیل اللہ میں مشاہدہ کر رہے ہیں۔ ایسا ہی ایک واقعہ بالا کوٹ کی آخری جنگ میں سید احمد شہید کے ایک بزرگ ساتھی کے ساتھ پیش آیا جو 'تاریخِ دعوت و عزیمت'، مؤلفہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ، میں بھی درج ہے:

"الٰہی بخش رامپوری کہتے ہیں کہ ہماری جماعت میں ضلع پٹیالہ کے ایک سید چراغ علی تھے وہ کھیر پکا رہے تھے اور قرابین ان کے کندھے پر پڑی ہوئی تھی۔ سکھ مٹی کوٹ سے نیچے اتر رہے تھے، وہ اپنی کھیر بھی چمچہ سے چلاتے جاتے تھے اور سکھوں کی طرف بھی دیکھتے تھے۔ اس وقت ان پر ایک اور ہی حالت واقع تھی۔ یکبارگی آسمان کی طرف دیکھ کر بولے کہ وہ دیکھو، ایک حور کپڑے پہنے ہوئے چلی آتی ہے۔ کچھ دیر کے بعد کہنے لگے کہ دیکھو ایک حور کپڑے پہنے ہوئے چلی آتی ہے۔ کچھ دیر کے بعد کہنے لگے کہ دیکھو ایک پوشاک پہنے ہوئے آتی ہے۔ یہ کہہ کر وہ چمچہ دیگچی پر مارا اور یہ کہتے ہوئے کہ اب تمہارے ہی ہاتھ کا کھانا کھائیں گے، سکھوں کی طرف روانہ ہوئے۔ کتنا ہی لوگ کہتے رہے کہ میر صاحب ٹھہر جاؤ، ہم بھی چلیں گے۔ انہوں نے کسی کے کہنے کا کچھ خیال نہ کیا اور جاتے ہی سکھوں کے مجمع میں گُھس گئے اور دادِ جوانمردی دے کر شہید ہو گئے۔"

شہید حافظ قربانی اور شہید سید چراغ علی رحمہا اللہ کا یہ ایمان افروز واقعہ سن کر عربی زبان کے وہ خوبصورت اشعار یاد آگئے، جس کو یمن سے تعلق رکھنے والے میرے محبوب مجاہد بھائی شہید خولان شوقی البعدانی رحمہ اللہ نے اپنی سریلی و دل سوز آواز میں پڑھا اور گنگنایا ہے:

هی الدنیا و رب البیت تفنی
فحبو للجنان مشمریناً
اللہ کی قسم یہ دنیا فنا ہو جائے گی
پس جنتوں کی طرف دوڑو، لپکو، بھاگو
أحبتنا شممنا المسك فیهم
ونور الوجه لم یبدو حزیناً
میرے محبوبو! ان شہداء میں ہم نے مشک کی خوشبو پائی ہے
اور ان کے چہرے کا نور غم میں نہیں بدلا
كأن الحور قدنادت وقالت
هلم أیا حبیبي لسكینة
جیسے حور نے ان شہداء کو پکار کر کہا ہو
اے میرے محبوب! آؤ یہ لو سکینت بھری زندگی

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کے ہاں شہید کے لیے چھ انعامات ہیں۔ ۱) خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اس کی بخشش ہو جاتی ہے۔ ۲) جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لیتا ہے۔ ۳) عذاب قبر سے محفوظ اور قیامت کے دن کی بھیانک وحشت سے مامون کر دیا جاتا ہے۔ ۴) اس کے سر پر ایسے یاقوت سے جڑا ہوا وقار کا تاج رکھا جاتا ہے جو دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے۔ ۵) اس کی بڑی آنکھوں والی بہترین حوروں سے شادی کر دی جاتی ہے، ۷) اور ستّر رشتہ داروں کے معاملہ میں اس کی سفارش قبول کی جاتی ہے (بخاری و مسلم)۔ (بقیہ صفحہ نمبر ۸۴ پر)

[39] علامہ ابنِ نحاس رحمہ اللہ کی فضائل جہاد پر تالیف۔

آزادی

حفیظ جالندھریؒ وہ شخصیت ہیں جنہوں نے پاکستان کا قومی ترانہ لکھا،
مگر جب انہوں نے پاکستان میں آزادی کا اصل رُوپ دیکھا تو وہ بھی کہہ اٹھے کہ

یہاں شیروں کو آزادی ہے آزادی کے پابند رہیں
جس کو چاہیں چیریں پھاڑیں کھائیں پئیں آنند رہیں

شاہیں کو آزادی ہے آزادی سے پرواز کرے
ننھی منی چڑیوں پر جب چاہے مشق ناز کرے

سانپوں کو آزادی ہے ہر بستے گھر میں بسنے کی
ان کے سر میں زہر بھی ہے اور عادت بھی ہے ڈسنے کی

پانی میں آزادی ہے گھڑیالوں اور نہنگوں کو
جیسے چاہیں پالیں پوسیں اپنی تند امنگوں کو

انساں نے بھی شوخی سیکھی وحشت کے ان رنگوں سے
شیروں، سانپوں، شاہینوں، گھڑیالوں اور نہنگوں سے

انساں بھی کچھ شیر ہیں باقی بھیڑوں کی آبادی ہے
بھیڑیں سب پابند ہیں لیکن شیروں کو آزادی ہے

شیر کے آگے بھیڑیں کیا اِک من بھاتا کھاجا ہے
باقی ساری دنیا پرجا، شیر اکیلا راجا ہے

بھیڑیں لاتعداد ہیں لیکن سب کو جان کے لالے ہیں
ان کو یہ تعلیم ملی ہے بھیڑیے طاقت والے ہیں

ماس بھی کھائیں کھال بھی نوچیں ہر دم لاگو جانوں کے
بھیڑیں کاٹیں دورِ غلامی بل پر گلّہ بانوں کے

بھیڑیوں سے گویا قائم امن ہے اس آبادی کا
بھیڑیں جب تک شیر نہ بن لیں نام نہ لیں آزادی کا

جب تک ایسے جانوروں کا ڈر دنیا پر غالب ہے
پہلے مجھ سے بات کرے جو آزادی کا طالب ہے

ہمیں تو ایک اور تحریکِ آزادی سے گزرنا ہوگا!

پس انگریز تو یہاں سے چلا گیا لیکن جو فوجی جرنیل، بیوروکریٹ افسر اور جاگیردار اور سرمایہ دار سیاسی خاندان جو انگریز اپنے عہدِ حکومت میں تیار کر چکا تھا وہ پھر بھی باقی رہے۔ مسلمانانِ ہند نے آزادی کا جو خواب دیکھا تھا وہ بس خواب ہی رہا۔ نہ تو فرنگی جمہوری نظام کی جگہ شرعی نظام واپس لوٹا۔ نہ ہی اقتدار معاشرے کے فرنگی نواز غدار طبقوں کے ہاتھ سے نکل کر علمائے کرام اور حقیقی معززینِ معاشرہ کے ہاتھ میں واپس آیا اور نہ ہی ہند کی وہ عظیم تر اسلامی سلطنت بحال ہوئی جس کا دارالخلافہ کبھی کابل اور کبھی دہلی تھا اور جس کی حدود پورے برِّصغیر کے شرق و غرب تک پھیلی ہوئی تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ برصغیر کے بے چارے عوام تو انگریز کی غلامی سے نکل کر انگریز کے غلاموں کے غلام بن گئے۔ آزاد تو بس انگریز کا آلۂ کار یہ حکمران طبقہ ہوا کیونکہ انہیں ۱۹۴۷ء کے بعد ہمارے وسائل لوٹنے اور زمین میں فساد مچانے کی مکمل آزادی مل گئی۔ ہر سال منایا جانے والا جشنِ آزادی ہماری نہیں انہی کی آزادی کا جشن ہوتا ہے۔ ہمیں تو ایک اور تحریکِ آزادی سے گزرنا ہوگا۔ خون کا ایک اور دریا پار کرنا ہوگا!

شہید عالمِ ربّانی استاد احمد فاروق رحمہ اللہ